فتاوی دینیہ

جلد پنجم

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب
شیخ الحدیث وصدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر

ناشر
مہتمم حضرت مولانا محمود شبیر صاحب راندیری
جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا
Phone: 0261 2763303
Fax : 0261 2766327

کتاب کا نام: فتاوی دینیہ جلد پنجم

مصنف: شیخ الحدیث وصدر مفتی وخلیفہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب دامت برکاتہم

مترجم: مولانا مفتی محمد امین صاحب زید مجدہم

ناشر: جامعہ حسینیہ راندیر، ضلع سورت، گجرات، انڈیا

سن اشاعت: باراول ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء

تعداد: ۱۰۰۰

کمپوزر: مولانا مفتی محمد امین ومولانا یوسف ماما صاحب

ملنے کا پتہ: جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت، گجرات، انڈیا

جامعۃ القرأۃ، کفلیتہ، ضلع سورت، گجرات انڈیا

مفتی یوسف ساچا، باٹلی

68 Broomsdale Road, Batley, WF17 6PJ.

Phone: 01924 441230

فہرست

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

کتاب التصوف

﴿۲۶۳۸﴾ پیر کی صفات

سوال: ایک شخص ڈاڑھی منڈا ہے، نماز کا پابند نہیں ہے، اپنی خانقاہ میں ہر سال عرس کرواتا ہے، رنڈی اور قوال کا جلسہ کرواتا ہے، رنڈی، قوال کو مزدوری کے طور پر روپئے دیتا ہے، سٹہ، جوا کھیلتا ہے، اپنا گذر بسر چلانے کے لئے مریدوں کے پاس سے سالانہ (ٹیکس کے طور پر) روپیہ وصول کرتا ہے، مریضوں کو جنات اور خبیث کا وہم دے کر اس کے بہانے رقم اور مال لوٹنے کا کام کرتا ہے، پیری مریدی کے سلسلہ کو موروثی حق سمجھتا ہے، اور اس کے مطابق عمل بھی کرتا ہے، تو ایسے شخص سے بیعت ہونا کیسا ہے؟
اگر درست نہیں ہے تو اس بارے میں صحیح راستہ بتا کر رہنمائی کیجئے۔ اور پیر کی سچی اور صحیح پہچان بتا کر مہربانی فرمایئے۔ نیز شریعت میں پیری مریدی کا کیا درجہ ہے اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈال کر ممنون فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور اپنے دل میں اللہ کی محبت، ایمان، یقین پیدا کرنا اور اخلاق رذیلہ سے بچ کر اللہ کے اوامر کو بجالانا، اور ہر گھڑی یہ دھیان رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے یہ بیعت کا مقصد ہے، اور اس کے لئے کسی دیندار، عالم دین اور اس راستہ کے ماہر کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے اور اس کی رہبری حاصل کرنے کے لئے بیعت کی جاتی ہے، جس کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اسے پیر اور پیر کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے والوں کو مرید کہا جاتا ہے، جس طرح جسمانی بیماریوں

سے تندرستی حاصل کرنے کے لئے ماہر (تجربہ کار) ڈاکٹر کی جانب رجوع کیا جاتا ہے، اسی طرح روحانی بیماریوں (مثلاً: اللہ کے اوامر سے غفلت، حب مال وحب جاہ، کینہ، غصہ، بخیلی وغیرہ) سے پاک ہونے کے لئے پیر کی ضرورت پڑتی ہے۔

پیر کیسا ہونا چاہئے؟

اس کے متعلق حضرت اقدس تھانویؒ نے ''قصد السبیل'' اور ''شریعت اور طریقت'' نامی کتاب میں تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمائی ہے وہاں دیکھ لینا چاہئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) پیر شریعت کا ضروری علم کا جاننے والا ہو، کہ جس کے ذریعہ غلط عقائد اور غلط عمل سے خود بھی بچ سکے اور اپنے مریدوں کو بھی بچا سکے۔

(۲) عقائد، اعمال اور دیگر افعال واقوال میں شریعت کے حکم کا پابند ہو۔

(۳) دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طلبگار ہو اور ظاہری اور باطنی عبادات کے کرنے پر مداومت کرتا ہو۔

(۴) اپنی بڑائی یا بزرگ ہونے کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔

(۵) معتبر بزرگوں کی خدمت میں رہ کر ان سے فیض یافتہ ہو۔

(۶) مریدوں کے ساتھ محبت رکھتا ہو اور محبت کے ساتھ انہیں تعلیم دیتا ہو اور برے افعال پر ان کو روک ٹوک کرتا ہو۔

(۷) اس کے مریدین میں سے اکثر مریدین متبع شریعت ودنیا سے بے رغبت اور آخرت کی تیاری میں لگے ہوئے ہوں۔

(۸) وقت کے علماء پیر اور مشائخ اسے اچھا اور دیندار سمجھتے ہوں۔

(۹) عام لوگوں سے زیادہ سمجھدار، دیندار طبقے کے لوگ ان سے زیادہ عقیدت رکھتے ہوں۔

(۱۰) ان کی خدمت میں کچھ وقت رہنے سے دل میں دنیا کی محبت کم اور اللہ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہو۔

(۱۱) خود بھی ذکر کرنے والا اور تصوف کے اصول کا پابند ہو۔

(۱۲) صالح بھی ہو اور مصلح بھی ہو۔

تو ایسا شخص پیر بننے کے لائق ہے اور ایسے اوصاف کے حامل شخص سے بیعت ہونا چاہئے۔ آپ کے سوال میں تحریر کردہ اوصاف والا شخص کبھی بھی پیر بننے کے لائق نہیں ہے اور ایسے شخص سے بیعت ہونا درست نہیں ہے اور اگر لاعلمی میں بیعت کی ہو تو اس سے بیعت توڑ دینا ضروری ہے، وہ شخص پیر نہیں ہے بلکہ پیر کی شکل میں شیطان ہے، یا شیطان کا چیلہ ہے اس کو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے منتخب کیا گیا ہے، فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۹۶ پر لکھا ہے کہ جو صوفی خلاف شرع کام کرے وہ بیعت کے قابل نہیں اور نہ وہ صاحب طریقت ہے بلکہ شیطان ہے اور اسی کتاب میں ص: ۲۱۰ پر لکھا ہے کہ اگر ایک شخص سے کوئی مرید ہوا، اور پھر معلوم ہوا کہ وہ پیر بدعتی ہے اور کسی وجہ سے قابل بیعت نہیں ہے تو اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے، اگر بیعت کو فسخ نہ کرے گا تو گنہگار رہوگا۔ فقط واللہ اعلم

﴿۲۶۳۹﴾ مکاشفہ کی حیثیت

سوال: بخدمت گرامی قدر دریافت طلب امر یہ ہے کہ اسلامی شریعت میں ''مکاشفہ'' کی کیا حیثیت ہے؟

اکابر علمائے دیوبند کی کتابوں میں ''مکاشفہ'' کی باتیں پڑھنے کو مل رہی ہیں ایک اقتباس یہاں نقل کیا جارہا ہے، ملاحظہ فرما کر مفصل و مدلل اور تسلی بخش جواب مرحمت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

جامعہ خدیجۃ الکبریٰ سے متعلق مکاشفہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم مکرم ومحترم حضرت مولانا.......................صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روضۂ اقدس علی صاحبہا الف الف تحیۃ والسلام پر اپنے اور حضرت مولانا........صاحب کی طرف سے صلوۃ وسلام پیش کرنے کے بعد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ کے لئے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ مولانا.......سے کہو کہ روزانہ دو رکعت صلوۃ الحاجۃ پڑھ کر بہت اہتمام سے اور توجہ سے دعا کیا کرے، اور پھر فرمایا میں بھی ان شاء اللہ دعا کروں گا، پھر فرمایا: اللہ کے یہاں کوئی مشکل نہیں ہے، اہتمام سے دعا کریں، پھر ایسا لگا کہ جیسے حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی۔ ۱۶؍رمضان ۱۴۲۸ھ

عام طور پر بریلوی حضرات ہمارے اکابرین کی کتابوں میں سے ایسے واقعات تلاش کر کے عوام کو یہ باور کرانے اور ورغلانے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ دیکھو ہماری طرح علماء دیوبند بھی یہ سب چیزیں مانتے ہیں، کیا ان نازک حالات میں ہماری کتب میں ایسے واقعات کو طبع کرانا صحیح ہے؟ جب کہ ان واقعات سے عوام الناس کے عقائد کے بگڑنے کا سنگین خطرہ ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مکاشفہ کشف سے ماخوذ ہے، جو چیزیں حواس خمسہ سے معلوم نہیں ہوتی ان چیزوں کو معلوم کر لینا یا معلوم ہو جانا کشف کہلاتا ہے دل میں خیالات یا حالات ہو ان کو معلوم کرنا کشف صدور اور قبر والے سے کچھ معلوم کر لینا کشف قبور کہلاتا ہے۔ مشائخ کو اس سے بہت واسطہ پڑتا ہے اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں: کبھی

تو وہبی ہوتا ہے اور کبھی کسبی ہوتا ہے جو مجاہدات کی کثرت اور صفاء باطن کی برکت سے بھی ہوتا ہے چونکہ یہ شریعت مطہرہ کے خلاف نہیں ہے اس لئے اس کو معتبر مانا گیا ہے مگر حجت شرعیہ نہیں ہے۔ بعض صوفیاء اس کو ترقی میں مانع ہونے کی وجہ سے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ مکاشفہ تصوف کے ساتھ خاص نہیں مجاہدہ سے اس کا تعلق ہے اس لئے غیر مسلم مجاہدہ کرے تو اس کو بھی یہ بات حاصل ہو جاتی ہے اور چونکہ یہ حجت شرعیہ اور مقبولیت کی سند نہیں ہے اس لئے اکابرین نے لکھا ہے کہ غیر مسلم اور جانوروں کو بھی ہوسکتا ہے اور چونکہ حقیقت ہے اس لئے ماننے سے انکار کرنا بھی درست نہیں، شریعت میں اس کے بیشمار شواہد ملتے ہیں اس لئے اکابرین دیوبند بھی مکاشفہ سے انکار نہیں کرتے مگر حجت شرعیہ اور مقبولیت کی علامت اور کشف سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں کرتے، حضور اقدس ﷺ صحابہ کرام حضرت امام ابوحنیفہؒ اور مشائخ کے سلسلہ کے بہت سے واقعات کتابوں میں معتبر ذریعہ سے منقول ہیں جو اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ کشف اور مکاشفہ حقیقت ہے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

اب رہ گئی یہ بات کہ ایسے مکاشفات کو طبع کرنا کیسا ہے، نجی چیزیں ہیں، اظہار کی ضرورت نہیں اور اس سے عوام کے عقائد کے بگڑنے کا اندیشہ ہے تو طبع کرنا درست نہیں ہے، قرآن پاک میں صحابہ کو راعنا کہنے کے بجائے **انظرنا** کہنے کا حکم فرمایا اس لئے کہ یہود اس سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے۔

جن کے اقتباسات ہیں وہ عالم ہیں صاحب سلسلہ ہیں قوم کے احوال سے بھی واقف ہیں اس کے باوجود انہوں نے کس مصلحت سے یہ طبع کروایا ہے وہی اچھی طرح بتا سکتے ہیں ان کے ذہن میں اس سے بڑھ کر کوئی مصلحت ہوگی ان سے معلوم کر کے تشفی کر لینی چاہئے۔

﴿۲۶۴۰﴾ قطب الارشاد اور قطب التکوین کا مطلب

سوال: ولی اللہ کے چار درجے ہیں۔

(۱) قطب (۲) ابدال (۳) غوث (۴) خواجہ

مگر بزرگان دین سے ان درجوں کے علاوہ ایک اور درجہ سنا گیا ہے وہ ہے قطب آفتاب تو آفتاب کی نسبت لگانے سے کیا مراد ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہو، شریعت کے احکام کی پابندی کرتا ہو، اللہ ورسول کی نافرمانی نہ کرتا ہو ایسا شخص اللہ کا ولی یعنی دوست کہلاتا ہے، اور یہ شخص جتنی زیادہ شرعی احکام کی پابندی کرتا ہے اور اللہ سے اپنا تعلق جتنا مضبوط کرتا ہے اور سنتوں کی اتباع میں پابندی کرتا ہے اس کا درجہ اللہ کے یہاں اتنا ہی بلند ہوتا رہتا ہے اور وہ اللہ کے ولی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، آپ نے اولیاء کو جو چار مراتب میں تقسیم کیا ہے یہ مکمل نہیں ہے۔ سب سے بڑا مرتبہ قطب یا غوث کا کہلاتا ہے، جس کی دو قسمیں ہیں، (۱) قطب الارشاد (۲) قطب التکوین۔

جو شخص لوگوں کی رشد وہدایت کی ذمہ داریوں والے کاموں کے پورا کرنے پر مقرر کیا جاتا ہے وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے، مثلاً: حضرت مولانا عبد القادر جیلانی ؒ اور جنہیں دنیوی معاملات کے حسن انتظام پر (تکوینی امور کے پورا کرنے پر) مقرر کیا جاتا ہے ان کو قطب التکوین کہا جاتا ہے، جیسے: حضرت خضر۔ جن کا قصہ قرآن میں موجود ہے، آپ کا لکھا ہوا قطب آفتاب ابھی تک میرے علم میں نہیں ہے۔

شاید قطب الاقطاب سنا ہوگا یا پڑھا ہوگا تو اس کا مطلب ہے قطبوں کا قطب۔

باب الادعیة

﴿۲۶۴۱﴾ حق اور وسیلہ سے دعا مانگنا

سوال: ''الاصلاح'' نومبر ۱۹۷۷ء کے ماہنامہ میں 'مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں'' کے عنوان کے تحت ایک مضمون پیش کیا گیا تھا، جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

فرض کرو کہ ایک بہت بڑا سخی داتا ہے جس کے دربار سے کوئی محروم نہیں لوٹتا، ہر چھوٹے بڑے کی حاجتیں اس کے یہاں پوری ہوتی ہے جس کا فیض عام ہے، جس کا دربار ہمیشہ کھلا ہے، جس سے ہر ایک مانگنے والا مانگ سکتا ہے اور کسی پر اس کی عطا اور دین بند نہیں ہے، ایسی ہستی کے حضور ایک شخص آتا ہے اور اس سے براہ راست یہ نہیں کہتا کہ اے مہربان! اے رحم کرنے والے! میری مدد کر بلکہ یہ کہتا ہے کہ تیرے فلانے دوستوں کی خاطر میری مدد کر اور میری حاجت پوری فرما، کیا مانگنے کے اس انداز میں یہ بدگمانی پنہاں نہیں ہے کہ اپنی رحمت اور صفت کی وجہ سے کسی کی دستگیری کرنے والا نہیں ہے بلکہ اپنے دوستوں، چاہنے والوں اور اقرباء کا لحاظ کر کے احسان کرتا ہے، ان کا وسیلہ نہ دیا جائے تو آپ شاید ان کے یہاں سے کچھ پانے کی کوئی امید نہیں رکھتے، اور فلاں کے حق سے کہہ کر مانگا جائے تو معاملہ بدگمانی سے بھی آگے نکل جاتا ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جیسے آپ اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ میں فلانے بڑے آدمی کے واسطے سے آیا ہوں میری درخواست کو کسی عام آدمی کی درخواست سمجھ کر ٹال نہ دیا جائے۔

اب آپ سوچئے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی صفات کو سچ جانتا ہو وہ دعا کی یہ صورت اپنانے کا خیال بھی کس طرح کر سکتا ہے؟ حنفی فقہ کی مستند کتاب ''ہدایہ'' میں کتاب الکراہیة میں مختلف

قسم کے مسائل کے تحت یہ عبارت موجود ہے ’’اور یہ مکروہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی دعا میں فلانے کے حق سے یا انبیاء اور رسول کے حق سے کہے؛ کیوں کہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے۔‘‘

مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں آپ سے گذارش یہ ہے کہ شریعت کے مسائل کی رو سے دعا میں کسی ولی یا پیغمبر کے وسیلے، صدقے سے دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ ماہنامہ میں جو تحریر پیش کی گئی ہے اور آپ نے جو اس کا اقتباس بھیجا ہے اس کو دیکھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ لکھنے والے سے کوئی غلطی ہوئی ہے؛ کیوں کہ حق اور وسیلہ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، اور ان کے حکم بھی الگ الگ ہیں جن کو ایک مضمون میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر ایک ہی حکم میں بتایا گیا ہے۔

ہدایہ کی لکھی ہوئی عبارت ’’فلانے کے حق سے‘‘ یہ عبارت شامی ج:۵ میں اور دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ طاقتور ہے، وہ کرنے نہ کرنے پر مختار ہے، کسی بھی مخلوق کا حق یا زور اس پر نہیں ہے کہ جس کی بناء پر وہ کسی کام کے کرنے پر مجبور ہو، لہٰذا دعا میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن سے اللہ پر مخلوق میں سے کسی کا حق یا زور ثابت ہوتا ہو تو ایسے الفاظ کے استعمال کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے اور ایسا اگر کسی کا عقیدہ ہو تو اس کا ایمان بھی باقی نہیں رہتا۔

اب رہا دعا میں وسیلہ یا سفارش کے طور پر کسی ولی یا رسول یا نبی یا کسی نیک کام کو پیش کر کے دعا مانگنا تو یہ بغیر کسی حرج کے جائز اور درست ہے، بلکہ اس طریقے سے وسیلہ یا سفارش کے ساتھ دعا مانگنے میں قبولیت کی زیادہ امید ہے، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے ایک وقت برسات مانگنے کے لئے حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے دعا مانگی تھی اور فوراً ہی وہ دعا قبول ہوگئی تھی، لہٰذا

بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے وسیلہ سے دعا مانگنا کہ ’’اے اللہ! میں فلانے بزرگ اور تیرے نیک بندے کو سفارش اور وسیلہ کے طور پر پیش کرتا ہوں، اس کی برکت اور وسیلہ سے میری دعا قبول کر‘‘ یہ جائز ہے؛ کیوں کہ آدمی اس میں خود کو گنہگار سمجھتا ہے جس سے تواضع پیدا ہوتی ہے، اور جتنی زیادہ تواضع اور عاجزی سے دعا مانگی جائے وہ دعا اتنی ہی زیادہ اللہ کے دربار میں قبول ہونے کی امید ہے، لہٰذا حق، سفارش اور وسیلہ، تمام کے فرق کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۲﴾ اسم اعظم کسے کہتے ہیں؟

سوال: ’’اسم اعظم‘‘ کا کیا مطلب ہے؟ قرآن کریم کی کن آیتوں میں اسم اعظم لکھا ہوا ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟ جیسے کہ ﴿لا إلٰـه إلا أنـت سبحـنك إنـي كنـت من الظـٰلمين﴾ (الأنبياء:۸۷) ﴿الٓمٓ۔ اللّٰـه لا الـه الّا هـو الـحيّ القيّوم﴾ (آل عمران:۱،۲) ﴿شهد الله أنه لا إلٰه إلا هو والملائكة وأولوا العلم قائما بالقسط لا إلٰه إلا هو العزيز الحكيم﴾ (آل عمران:۱۸)۔

شهد الله ----الحكيم وغیرہ آیتوں میں لکھا ہوا ہے تو وہ کیسے یا اس کا مطلب کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ’’اسم‘‘ یعنی نام اور ’’اعظم‘‘ یعنی سب سے بڑا یعنی اللہ کا سب سے بڑا نام کہ جس نام کو لے کر اللہ کو یاد کرنے سے یا اپنی ضرورت طلب کرنے سے فوراً ہی قبول ہو جائے۔ (مرقات ومشکوٰۃ:۱۹۹)۔

یہ کس آیت میں ہے؟ اس کے بارے میں بہت ہی اختلاف ہے اور اسی میں اللہ کی حکمت مضمر ہے اس لئے ہر ایک آیت اور نام پڑھیں اس میں سے ایک یقیناً اسم اعظم ہوگا۔

﴿۲۶۴۳﴾ سنت کے مطابق دعاء مانگنا بہتر ہے

سوال: ایک شخص دعاء میں: "اللّٰہم إنا نعوذ من عذاب جهنم ونعوذ من عذاب القبر"۔ اس طور پر پڑھتا ہے، ضمیر کا ذکر نہیں کرتا۔ جیسے کہ "اللّٰهم إنا نعوذبك من عذاب جهنم ونعوذبك من عذاب القبر". تو کیا بغیر ضمائر پڑھی ہوئی دعا صحیح کہلائے گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف یا قرآن شریف میں جن الفاظ کے ساتھ دعاء مذکور ہے ان دعاؤں کو اسی طرح پڑھنا چاہئے اور وہی سب سے بہتر اور مفید ہے، لہٰذا سوال میں لکھی ہوئی دعاء: "اللّٰہم إنا نعوذ من عذاب جهنم ونعوذ من عذاب القبر" ضمیر کے ساتھ پڑھنا بہتر ہوگا اور دعاء میں بغیر ضمیر کے اگر ترجمہ صحیح ہوجاتا ہو یہ بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۴﴾ چند دعاؤں کے حوالے

سوال: دیگر عرض یہ ہے کہ بندہ نے جیسا کہ آنجناب کو عرض کیا تھا کہ چند دعاؤں کے حوالوں کی ضرورت ہے، حضرت نے لکھ کر بھیجنے کو کہا تھا اس لئے اس خط کے ساتھ ان دعاؤں کو لکھ کر بھیج رہا ہوں، حدیث سے ان دعاؤں کا ثبوت مطلوب ہے۔

امید ہے کہ ان دعاؤں کے حوالے لکھ کر بھیجیں گے، دعاء کی کتاب مکمل ہے جتنا جلدی اس خط کا جواب موصول ہوگا طباعت کے لئے دی جائے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱، ۲، ۳...... حی علی الصلوة، قد قامت الصلوة اور الصلوة خیر من النوم کے جوابوں کا حوالہ حدیث سے

۴...... نماز کے لئے نکلے تو یہ دعا پڑھے: اللهم انی اسئلك بحق السائلين عليك حقاً

و بحق ممشای هذا الیك الخ

۵...... بسم الله و علی برکة اللهکا حوالہ

۶...... "بسم الله العظیم و الحمد لله علی دین الاسلام" وضو سے پہلے پڑھنے کی دعا کا حوالہ

۷...... جنازہ کی نماز میں نابالغ بچہ اور بچی کے لئے دعاء کا حوالہ حدیث سے

۸...... پانی پینے کے بعد الحمدللہ اور پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حدیث سے حوالہ

۹...... پانچ کلموں اور ایمان مجمل و مفصل اور دعائے قنوت کا حوالہ حدیث سے

۱۰...... سفر شروع کرے تو پڑھے: اللھم بك انتشرت و الیك توجهت و بك اعتصمت ، اس دعا کا حوالہ بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ......۱...... عن عمر بن الخطاب ان رسول الله ﷺ قال اذا قال المؤذن الی ان قال ثم قال حی علی الصلوة قال لا حول و قوة الا بالله الخ (ابوداؤد شریف:۱/۷۸، مسلم شریف:۱/۱۶۷)۔

۲...... حدثنا سلیمان بن داؤد ان بلالا اخذ فی الاقامة فلما ان قال قد قامت الصلوة قال النبی ﷺ اقامها الله و ادامها۔ (ابوداؤد:۱/۷۸)۔

۳...... و فی اذان الفجر قال المجیب صدقت و بررت۔ (مراقی الفلاح:۱۱۰، علی هامش الطحطاوی) و لم یرد حدیث آخر فی صدقت و بررت بل نقلوه عن بعض السلف۔

(ص:۴۷، تقریرات الرافعی)۔

۴...... ما یقول اذا خرج الی الصلوة، (عمل الیوم واللیلة:۳۰)

۵......حصن حصین میں کھانا شروع کرنے کا بیان

۶...... طحطاوی علی المراقی (٦٧) لو قال بسم الله الرحمن الرحیم باسم الله العظیم و الحمد لله علی دین الاسلام فحسن لورود الآثار ای بعد التعوذ، (فتح القدیر: ۱۹/۱۰، قال الطحاوی الخ)

۷......مشکوۃ شریف: ۱۴۷/۱۰، ہدایہ اولین: ۱۸۱/۱

۸...... عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ لا تشربوا واحدا کشرب البعیر و لکن الی ان قال سموا اذا انتم شربتم وا حمدوا الخ (ترمذی شریف: ۱۰/۲)

۹......حضرت شیخؒ کی فضائل ذکر دیکھ لو۔ (مرغوب الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۲۷ پر پوری تفصیل ہے)۔

۱۰......عمل الیوم واللیلۃ: ۱۵۸۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۵﴾ عمر میں برکت کی دعا

سوال: ہم کسی شخص کی بات کر رہے ہوں، اور وہ شخص حاضر ہو جائے تو یوں کہا جاتا ہے کہ ”ابھی تمہاری ہی بات ہو رہی تھی، تمہاری عمر کافی لمبی ہے“ تو کیا ایسا کہنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ایسا عقیدہ بے اصل اور لوگوں کا پھیلایا ہوا ہے، جس کی وجہ سے قابل ترک ہے، البتہ کسی کے لئے عمر میں برکت کی دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۶﴾ ایک دعا کا ترجمہ

سوال: حضور ﷺ نے ہر قسم کے درد و تکلیف کو دور کرنے کے لئے ایک دعا بتائی ہے جو

مسلم شریف میں بھی موجود ہے: ”أعوذ بالله وقدرته من شر ما أجد وأحاذر“ اس عربی دعا کا اردو میں ترجمہ بتلا کر اس کا مطلب سمجھائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ دعا مسلم شریف جلد:۲ میں ص:۲۲۴ پر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ”میں پناہ طلب کرتا ہوں اللہ اور اس کی قدرت کی اس چیز کی برائی سے جو مجھے پہونچی ہے“۔ اور ایسی چیز سے جس سے میں ڈر رہا ہوں۔ (مسلم شریف ج:۲، ص:۲۲۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۷﴾ درود ابراہیم افضل ہے

سوال: درود ابراہیم ۱۰۰ ار مرتبہ پڑھنے میں جتنا وقت لگتا ہے اتنے وقت میں ’صلی الله علی النبي الأمي“ تین سو سے چار سو مرتبہ پڑھ سکتے ہیں تو کس طریقہ سے پڑھنا زیادہ افضل کہلائے گا؟ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہ نے درود شریف کے جو فضائل کتاب میں لکھے ہیں ان فضائل میں مذکورہ درود درود شریف شمار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جتنے درود بھی ماثور ومنقول ہیں ان تمام کے بابرکت اور افضل وبا فضیلت ہونے میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، لیکن ہر درود کی خاصیت اور نورانیت الگ الگ ہے اور ان تمام درودوں میں سب سے افضل وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے جسے درودِ ابراہیم کہتے ہیں، اور صلی الله علی النبي الأمي بھی ایک درود شریف ہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۴۸﴾ فرائض کے بعد آیت الکرسی پڑھنا

سوال: فرض نماز سے فارغ ہوکر فوراً آیۃ الکرسی، معوذتین اور تسبیح فاطمی پڑھنا چاہئے یا

سنت اور نوافل سے فارغ ہو کر پڑھنا چاہئے؟ بہتر و افضل کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بہتر تو یہ ہے کہ فرض پڑھ لینے کے بعد مختصر دعا مانگ کر سنتیں پڑھی جائیں اور ان سنتوں کے بعد جو وظیفہ ہو وہ پڑھ لے، تاکہ فرض و سنت دونوں ساتھ ساتھ دربارِ خداوندی میں پہنچ جائیں لیکن اگر فرض کے بعد آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (طحطاوی، شامی)

﴿۲۶۴۹﴾ جب بارش نہ ہو تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

سوال: آج کل بارش نہ ہونے کی وجہ سے بہت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہندوستان میں بہت سی جگہوں پر خصوصاً ہمارے گجرات کے علاقہ میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے بڑے مشکل حالات پیدا ہوئے ہیں جس کی وجہ سے انسان اور جانوروں کو تکلیف پہونچ رہی ہے، اکثر و بیشتر ایسے حالات اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے اور اس کی مخلوق کے ساتھ ظلم کرنے اور حقوق العباد ادا نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اسی وجہ سے تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ گناہوں سے توبہ کریں اور اطاعت و فرمانبرداری والی زندگی گذاریں صدقات و خیرات کے ذریعہ اللہ کی رحمت کو طلب کریں، نیز ہر ایک گاؤں اور مسجد میں اعلان کیا جائے کہ بدھ، جمعرات، جمعہ ان تین دنوں کے روزے رکھے جائیں اور روزانہ عشاء کے بعد چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھ کر اجتماعی دعاء کی جائے اور جہاں بسہولت ہو سکے تو ﴿لا إله إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين﴾ (الأنبياء: ۸۷) کا سوا لاکھ مرتبہ ختم کیا جائے تو بہتر ہے۔

حدیث شریف میں بارش طلب کرنے کی دعا مذکور ہے:'' اللّٰھم أسقنا غیثا مغیثا مریئا نافعا غیر ضار عاجلا غیر اٰجل۔ اللّٰھم اسق عبادك وبھائمك وانشر رحمتك واحي بلدك المیت۔ لا إلٰه إلا أنت الغني ونحن الفقراء أنزل علینا الغیث واجعل ما أنزلت لنا قوة وبلاغا إلیٰ حین"۔ اس دعاء کو بھی تمام نمازوں کے بعد بکثرت پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ کریمی سے قوی امید ہے کہ وہ کثرتِ بارش کے ذریعہ اپنی مخلوق کی پریشانی کو بطورِ نعمت دور فرمائے گا، اور اس دعاء کے پڑھنے پر باری تعالیٰ کی جانب سے بارش کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الاکل

﴿۲۶۵۰﴾ کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا

سوال: کیا کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا سنت ہے؟ انگلیوں پر لگا ہوا کھانا وغیرہ صاف کرنے کے لئے چاٹنا مسنون ہے؟ کئی لوگ انگلیوں کے اوپر کچھ نہ لگا ہوا ہونے کے باوجود بھی سنت طریقہ ادا کرنے کے لئے چاٹتے ہیں تو صحیح حقیقت سے آگاہ کیجئے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... انگلیوں کے اوپر کھانا یا سالن وغیرہ لگا ہوا ہو، یا نہ ہو تب بھی چاٹ لینا سنت ہے اس میں دنیوی و اخروی برکت و بھلائی ہے، یعنی جو سنت کی ادائے گی کی نیت سے چاٹتا ہے وہ اچھا کرتا ہے۔ (عالمگیری ج:۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۵۱﴾ جائفل کا حلوے میں استعمال

سوال: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ جائفل کا استعمال سراسر حرام ہے، اور ہمارا کاروبار حلوے کا ہے، تو ہمارا حلوے میں جائفل استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: جو چیز نشہ لانے والی ہو مگر مائع نہ ہو بلکہ منجمد ہو جیسا کہ تمباکو، جائفل، افیون وغیرہ، تو اس کا حکم یہ ہے کہ جتنا کھانے سے نشہ ہو یا نقصان ہو تو اتنی مقدار میں کھانا حرام ہے، اور جتنے سے نشہ نہ آئے اور سخت نقصان نہ ہو اتنی مقدار میں کھانا جائز ہے۔ (درمختار ج:۵) لہٰذا مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق حلوے میں ڈالنا اور کھانا درست ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۵۲﴾ مشروم کھانا

سوال: مشروم جسے گجراتی میں ''بلی کا ٹوپ'' کہتے ہیں، یہاں انگلینڈ میں اس کی کاشت

ہوتی ہے اور سبزی کی طرح اس کو پکا کر استعمال کیا جاتا ہے اور کھایا جاتا ہے۔تو اسلامی شریعت کے مطابق اس کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مشروم جسے ''بلی کا ٹوپ'' کہتے ہیں اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جس طرح دوسری سبزی ہوتی ہے اس طرح یہ بھی ہے۔قرآن شریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿**یا ایھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنٰکم**﴾ (البقرہ:۱۷۲) ''اے ایمان والوں! ہم نے جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ'' فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۵۳﴾ پنیر کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: ''چیز'' جس کو پنیر کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔جو یہاں انگلینڈ میں منجمد اور مربع شکل میں ہوتی ہے تو اس پنیر کو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اسلام میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پنیر بنانا، کھانا اور بیچنا دونوں جائز ہیں۔حدیث شریف سے ثابت ہے چاہے منجمد ہو یا مربع شکل میں ہو (اس کا بنانا، کھانا، بیچنا ہر طرح جائز ہے)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۵۴﴾ روٹی کو چار ٹکڑے کر کے کھانے کی وجہ

سوال: بہت سے لوگ کھانا کھاتے وقت روٹی یا نان کے چار ٹکڑے کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ؟ کیا نبی کریم ﷺ روٹی کے چار ٹکڑے کر کے کھاتے تھے؟ ایک بھائی کہتا ہے کہ ہمارے چار خلیفہ ہیں؛ اس لئے روٹی کے چار ٹکڑے کئے جاتے ہیں اور دوسرا بھائی کہتا ہے کہ چار امام ہیں اس لئے چار ٹکڑے کئے جاتے ہیں، تو اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں مذکورہ دونوں وجوہات واہیات اور بے اصل ہیں، اور کھاتے وقت روٹی کے چار ٹکڑے کرنا نہ سنت ہے نہ مستحب۔ میرے خیال کے مطابق کھانے والوں کی پسند اور صفائی کے لئے یہ رواج شروع ہوا ہوگا۔ فقہاءِ کرام نے جہاں کھانے- پینے اور روٹی کے آداب اور طریقے لکھے ہیں اس میں روٹی کو توڑے بغیر ایک جانب سے کھانا شروع کرنا، روٹی سے ہاتھ نہ پونچھنا، روٹی پر برتن نہ رکھنا، نیز روٹی آجائے تو سالن کا انتظار نہ کرنا اور روٹی کا کھانا شروع کر دینا وغیرہ وغیرہ لکھا ہوا ہے، لہٰذا کھاتے وقت چار ٹکڑے نہ کرنا ادب میں شمار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۵۵﴾ کلونجی کے فوائد

سوال: کلونجی کے فوائد بتلا کر ممنون فرمائیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: کلونجی موت کے علاوہ ہر بیماری کی دوا ہے۔ (مسلم شریف)

فوائد: حکیم جالینوس فرماتے ہیں کہ:

(۱) کلونجی کھانے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔

(۲) اس کو ابال کر سر پر لیپ کرنے سے نزلہ زکام سے راحت ہوتی ہے۔

(۳) خشکی کی وجہ سے بدن سے چمڑی نکلتی ہو تو اس پر بھی مفید ہے۔

(۴) اگر جسم پر تِل نکل آئے ہوں تو کلونجی کے استعمال سے جسم صاف ستھرا ہو جاتا ہے۔

(۵) حیض بند ہو گیا ہو تو اس کے استعمال سے دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔

(۶) سر پر اس کا لیپ لگانے سے سر کا درد دور ہوتا ہے، پھوڑے پھنسی وغیرہ ختم ہو جاتے

ہیں۔

(۷) سرکہ کے ساتھ ملا کر کھانے سے بلغمی سوجن (ورم) ختم ہو جاتا ہے۔

(۸) اگر سانس پھولتی ہو، ہانپنا بڑھ جاتا ہو تو اس میں بھی کلونجی مفید ہے۔

(۹) کلونجی کے ذریعہ کلی کرنے سے دانت کا درد ختم ہو جاتا ہے۔

(۱۰) اگر کسی کا پیشاب بند ہو گیا ہو تو اس کے کھانے سے جاری ہو جاتا ہے۔

(۱۱) کلونجی کے ذریعہ دھوپ یا دھنی (دھنواں) دینے سے کھٹمل وغیرہ دور ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) جسے دائمی سردی ہو تو اس کے گلے میں کلونجی کی پوٹلی رکھنے سے وہ دور ہو جاتی ہے۔

(۱۳) اور ہر چار دن آنے والے بخار میں بھی مفید ہے۔

(۱۴) اگر کسی عورت کا دودھ خشک ہو گیا ہو تو اس کے استعمال سے دودھ واپس شروع ہو جاتا ہے۔

(۱۵) کھانسی اور سینے کے درد میں بھی مفید ہے۔

(۱۶) اگر بے چینی اور قے ہوتی ہو تو کلونجی کھانا مفید ہے۔

(۱۷) جلندر کی بیماری میں بھی بہت مفید ہے۔

(۱۸) کلونجی کو تیل کے ساتھ ملا کر کھانے سے چہرہ صاف و سرخ ہوتا ہے۔

(۱۹) کلونجی کو سرکہ کے ساتھ ملا کر کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

(۲۰) اگر شہد کے ساتھ کلونجی کا استعمال کیا جائے تو پتھری کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔

(۲۱) اگر کلونجی کو جلا کر کھایا جائے تو بواسیر جیسی بیماریوں میں خوب مفید ہے۔

(۲۲) کلونجی کو سرکہ کے ساتھ ملا کر سفید داغ (برص) پر لگانے سے داغ ختم ہو جاتے ہیں۔

(۲۳) اگر خصیتین سوج گئے ہوں تو سرکہ میں ملا کر ان کا لیپ کرنا مفید ہے۔

(۲۴) اگر کسی کے بال کمزور ہو گئے ہوں اور جھڑتے ہوں تو مہندی کے پانی میں ملا کر لگانے سے بال مضبوط ہوتے ہیں۔

(۲۵) اگر کوئی شخص کلونجی کے ۲۱ دانے لے کر کپڑے کی پوٹلی میں باندھ کر اسے پانی میں ابالے اور پہلے دن داہنے ناک میں دو بوند ٹپکائے اور بائیں ناک میں ایک بوند ٹپکائے اور دوسرے دن بائیں ناک میں دو بوند اور داہنے ناک میں ایک بوند ٹپکائے، اس طریقہ پر جو شخص تین دن تک عمل کرے گا تو وہ دماغی امراض سے محفوظ رہے گا۔

اسی وجہ سے نبیؐ نے فرمایا کہ کلونجی موت کے علاوہ ہر بیماری کی دوا ہے۔

نوٹ: کلونجی ہمارے یہاں گاندھی کی دکانوں پر ملتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۶۵۶) ہوائی جہاز میں مرغی کھانا

سوال: ہمیں اکثر کاروبار کے لئے بیرون کا سفر کرنا پڑتا ہے ہوائی جہاز میں کھانے کے لئے چکن یعنی مرغی دی جاتی ہے تو کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمانوں کے لئے اسلامی طریقہ کے مطابق مسلمان کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کا گوشت کھانا جائز ہے؛ اسی وجہ سے ہوائی جہاز میں دی جانے والی مرغی یا گوشت اسلامی طریقہ کے مطابق ذبح کیا ہوا ہو یا کوئی معتمد مسلمان شخص اس کے حلال طریقہ کے مطابق ذبح کئے جانے کی خبر دیدے تو اس مرغی کو بغیر کسی حرج کے کھانا درست ہے اور اگر اس طرح کا معاملہ نہ ہو تو ایسی مرغی کھانے سے احتیاط کرنی چاہئے۔

(عالمگیری و شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۵۷﴾ چینائی گھاس اور ویجیٹیبل گھی کا استعمال

سوال: ایک ہفتہ واری اخبار میں میں نے پڑھا کہ چینائی گھاس میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے، اسی طرح دوسرے اخباروں میں پڑھا کہ ویجیٹیبل گھی میں مردار جانور کی چربی ملائی جاتی ہے، تو اس کی صحیح حقیقت کیا ہے؟ اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ اشیاء میں مردار جانور کی چربی یا خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے یا نہیں اس کا مجھے علم نہیں ہے، اس کی تحقیق کے لئے یہ چیزیں جہاں بنتی ہو وہاں جا کر معلوم کرنا ضروری ہے، صرف کسی اخبار یا رپورٹ کی بنیاد پر کہ اس کے لکھنے والے کون ہیں؟ کیسے ہیں؟ یہ جانے بغیر حرام کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، اور اسے حرام سمجھ لینا ضروری بھی نہیں ہے، صرف افواہ، وہم اور پروپیگنڈا سے مسئلہ ثابت نہیں ہوتا، اگر بینہ سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان چیزوں میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے تو خنزیر کے نجس العین ہونے کے سبب اس چیز کو کھانا یا ظاہری استعمال میں لانا یا تجارت کر کے اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز اور حرام ہے۔ (عالمگیری، اشباہ)۔

چینائی گھاس جو سالوں سے ہمارے یہاں رمضان المبارک کے مہینہ میں استعمال ہوتی ہے اس کے ایک ایجنٹ سے جو دیندار قابل اعتماد مسلمان ہے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ سمندر میں اگنے والی گھاس ہے، اور اس میں ایسی کوئی حرام چیز نہیں ملائی جاتی، نیز مارچ ۱۹۸۴ء کے ایک ماہ نامہ میں میں نے پڑھا، جس میں لکھا ہوا تھا کہ ''فالودے کا گھاس جو ایک قسم کی سمندری سبزی ہے اور سمندر میں پیدا ہوتی ہے اس کا کھانا حلال ہے۔ (ص:۲۱)

﴿۲۶۵۸﴾ چینائی گھاس

سوال: چینائی گھاس میں مردار جانور کی ہڈیوں کا استعمال ہوتا ہے تو کیا اس کا کھانا جائز

ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... چینائی گھاس دریا میں ہونے والی ایک طرح کی سبزی ہے جب تک یقینی طور پر پتہ نہ چلے کہ ہڈیاں ملائی جاتی ہیں یا نہیں وہاں تک افواہ پر اعتماد کر کے ان کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۵۹﴾ چینائی گھاس حلال ہے یا حرام؟

سوال: ایک پندرہ روزہ اخبار میں آیا تھا کہ چینائی گھاس میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے اسی طرح دوسرے اخبار میں بھی یہ آیا تھا کہ وجیٹیبل گھی (Vegetable Ghee) میں مردہ جانور کی چربی ملائی جاتی ہے تو اس کی صحیح حقیقت کیا ہے اور اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذکورہ اشیاء میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے یا نہیں مجھے اس کا علم نہیں، اس کی تحقیق کے لئے تو یہ اشیاء جس جگہ تیار ہوتی ہیں وہاں جا کر تحقیق کرنی چاہئے۔ فقط کسی پیپر (Paper) یا رپورٹ (Report) کو سامنے رکھ کر کہ اس کا لکھنے والا کون ہے؟ اس کو جانے بغیر اشیاء کو حرام نہیں کہہ سکتے، اور حرام مان لینا بھی ضروری نہیں ہے، صرف عرف، وہم، یا پروپیگنڈوں سے مسائل ثابت نہیں ہوتے، اب اگر صحیح طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ ان اشیاء میں خنزیر کی چربی ملائی گئی ہے تو خنزیر نجس العین ہونے کی وجہ سے ان اشیاء کا کسی بھی طریقہ سے استعمال کرنا یا تجارت کر کے فائدہ اٹھانا ناجائز وحرام کہلائے گا۔ (عالمگیری واشباہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۶۰﴾ غلطی سے سور کا گوشت کھا لینا؟

سوال: میں ایک گجراتی لڑکا ہوں، پچھلے ۳۲ مہینوں سے روزی اور روٹی کے لئے دُبئی

(Dubai) آیا ہوں، مجھ سے ایک غلطی ہوگئی ہے جو درجِ ذیل ہے: میں نے ۱۵ مہینوں پہلے ایک انگریز کمپنی میں ملازمت کی جس میں دوپہر کے وقت یا خوشی کے موقع پر کمپنی والے قریب کی ایک بڑی ہوٹل (Five Star) میں سے ناشتہ منگواتے ہیں، اس ناشتہ میں کئی چیزیں ہوتی ہیں اس میں گوشت کا سینڈوچ (Sandwich) بھی ہوتا ہے، میں نے کئی بار انگریزوں کا ناشتہ کیا بعد میں پتہ چلا کہ وہ گوشت سور کا ہوتا ہے، میں نے غلطی سے کھالیا اب مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میرا کیا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... قرآن کریم کے حکم کے مطابق خنزیر نجس العین ہے، اس کی کوئی بھی چیز یا گوشت کھانا یا استعمال کرنا جائز ہی نہیں ہے، ایسی جگہوں پر گوشت کھانے سے پہلے معتمد لوگوں سے تحقیق کر لینی چاہئے، تحقیق کئے بغیر کھالیا اور پھر بعد میں پتہ چلا تو گناہ ہوگا، سچے دل سے توبہ واستغفار کرنے سے گناہ معاف ہو جائے گا، معارف القرآن ج:۳،ص:۳۳۹ پر لکھا ہے کہ کوئی شخص جہالت کی بناء پر کوئی برا کام کرلے اور پھر توبہ کرلے اور اپنے عمل کو صحیح کرلے تو اللہ غفور الرحیم ہے، اس کے گناہ کو معاف کردیں گے، لہٰذا سچے دل سے توبہ کرنا اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم ہی اس کا علاج ہے۔

﴿۲۶۶۱﴾ سور کی چربی والے صابن اور کولگیٹ (Colgate) کا استعمال کرنا

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ لائف بوئے (Lifeboy) صابن اور کولگیٹ میں سور کی چربی آتی ہے تو اس کے استعمال کے سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب تک یقینی طور پر پتہ نہ چل جائے اس وقت تک ان دونوں چیزوں کو استعمال کرسکتے ہیں، محض افواہوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

﴿۲۶۶۲﴾ حرام جانوروں کی چربی والا تیل، گھی اور صابن کا استعمال

سوال: فی الحال سرکاری سستے غلہ کی دکان میں سستے دام سے جو پامولین یا سویابین کا تیل دیا جاتا ہے اس میں سور کی چربی آتی ہے اور اس کا فتویٰ بھی علماء نے شائع کیا ہے اس طرح ہمارے یہاں کے پیش امام اور ایک دوسرے مولانا نے کہا۔ تو کیا یہ صحیح ہے؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو آج تک علماء خاموش کیوں تھے؟ کیا اس سے پہلے علماء کو اپنی قوم کے ایمان کی کوئی قیمت نہ تھی؟ خیر وجیٹیبل گھی کے لئے ہندوستان کے ماضی وزیرِ اعظم نے ثابت کر کے دکھایا ہے کہ اس میں چربی ہوتی ہی ہے پھر چاہے سور کی ہو یا پھر کسی اور جانور کی ہو لیکن وہ حلال ہے یا حرام یہ کوئی نہیں کہہ سکتا، لہٰذا وہ بھی ناجائز وحرام ہو گیا؟ اور صابن میں تو آتی ہی ہے چربی کے بغیر صابن جم ہی نہیں سکتا تو مسلمانوں کے لئے صابن کا استعمال بھی ناجائز ہو گیا۔ اس سلسلہ میں صحیح رہنمائی فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں اور ہمارے دلوں میں جو وہم ہے اس کو دور فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... پامولین یا سویابین تیل میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے اور اس کے بارے میں علماء نے فتویٰ شائع کیا ہے یہ بات آج پہلی مرتبہ آپ کے غصہ بھرے خط سے پتہ چلی اگر اس فتویٰ کی نقل یا فوٹو کاپی ہو تو بھیج دیں مہربانی ہوگی۔

وجیٹیبل گھی میں چربی آتی ہے اس کے لئے کون سے وزیرِ اعظم نے اور کس طرح ثابت کیا ہے وہ بھی بتائیں، وجیٹیبل گھی میں چربی نہیں آتی یہ اس کے بنانے والے کہتے ہیں اور اب آپ کی تحقیق کے مطابق اس میں چربی ملائی جاتی ہے تو کیا وہ چربی حلال جانور کی ہے یا حرام جانور کی؟ اگر حلال جانور کی ہے تو اس کو شرعی طریقہ کے مطابق ذبح کر کے چربی نکالی جاتی ہے یا مردار کی چربی ہے؟ ان تمام باتوں پر اس کے حکم کا مدار ہے، لہٰذا اگر حلال جانور

ہے اور شرعی طریقہ کے مطابق ذبح کر کے چربی نکالی گئی ہے تو اس چربی کا استعمال بغیر کسی حرج کے درست ہے، اور اگر اس طرح نہیں ہے اور مردار جانور کی چربی ہے یا غیر شرعی طور پر ذبح کئے گئے جانور کی چربی ہے یا سور جیسے حرام جانور کی چربی ہے تو اس طرح کی ملائی گئی چربی والا گھی وغیرہ کھانا ناجائز وحرام ہے۔ (عالمگیری) اب جب ہمیں پتہ نہ ہو اور تحقیق کرنے کے باوجود بھی علم نہ ہو سکے اور کسی معتمد شخص نے بھی نہ کہا ہو تو جب تک یقین نہ ہو جائے تب تک وجیٹیبل گھی کو استعمال کرنا درست ہے، چوں کہ اس کے بنانے والے گھی کو ایک دم صاف وجیٹیبل چیزوں سے بنائے جانے کا کھلم کھلا اقرار کرتے ہیں، اور ثابت بھی کرتے ہیں، اب اگر پاک یا ناپاک چربی کو کسی چیز کے ساتھ اس طرح ملا دیا جائے کہ تبدیلِ ماہیت ہو جائے، مثلاً: شراب کو سرکہ بنا دیا، نمک کی کان میں کوئی چیز گر کر نمک ہو گئی یا چربی کو صابن بنا دیا تو اب بغیر کسی حرج اور بغیر کسی کراہت کے اس کا استعمال جائز اور درست ہے۔ (طحطاوی ص:۲۲ اور شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۶۳﴾ جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر محتاج نہیں اس کا کیا مطلب؟

سوال: جنت کی کنجی نام کی ایک کتاب پڑھ رہا ہوں جس میں لکھا ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر محتاج نہیں رہتا تو اس کا کیا مطلب؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکورہ حدیث ابن ماجہ شریف ص:۲۴۶ اور خصائل نبوی ص:۸۸ پر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر والا روٹی کھانے کے لئے سالن کا محتاج نہیں ہے؛ اس لئے کہ سرکہ سالن کے قائم مقام ہے، اور سرکہ میں بہت سے فائدے بھی ہیں، آپ نے جو مطلب سمجھا کہ ”جس گھر میں سرکہ کی بوتل بھر کر رکھی ہو تو اس میں محتاجی داخل نہیں ہو سکتی“ یہ مطلب صحیح نہیں ہے۔

مایتعلق بحیوان البحر

﴿۲۶۶۴﴾ مچھلی ذبح کئے بغیر کھانے کی وجہ

سوال: مرغا، بکرا، دُنبہ، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ جانوروں کو ذبح کر کے کھانا حلال کہلاتا ہے، لیکن سمندر میں رہنے والی مچھلیاں چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی ذبح کئے بغیر کھائی جاتی ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حدیث شریف میں ہے کہ تمہارے لئے دو مردار (ذبح کئے بغیر) کا کھانا جائز ہے، ایک ٹڈی اور دوسرا مچھلی۔ (مشکوٰۃ شریف) لہٰذا ان مچھلیوں کو کھا سکتے ہیں اور جو مچھلیاں فطری (اپنے آپ) طور پر مر جائیں اور پانی کی سطح پر الٹی تیرنے لگیں تو ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مذکورہ جانوروں میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے جو ناپاک ہے اور انہیں ذبح کرنے کی وجہ سے وہ ناپاکی دور ہو جاتی ہے اور مچھلیوں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا، لہٰذا ان کو ذبح کرنا ضروری نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، وشامی، درمختار ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۶۵﴾ جھینگا کھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں، جنوبی افریقہ میں ایک تحریر میں ایک مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ ''جھینگا کھانا حرام ہے'' اب سوال یہ ہے کہ جھینگا مچھلی کی قسم سے ہے یا نہیں؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ حرام ہے یا مکروہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جھینگا مچھلی کی قسم میں سے ہے یا دریائی کیڑے کی قسم میں سے ہے، اس کی تحقیق ضروری ہے، چند تحریروں کے مطابق جھینگا مچھلی کی قسم میں سے

نہیں ہے بلکہ دریائی کیڑوں میں شمار کیا جاتا ہے، اور حنفی مسلک کے اعتبار سے دریائی اشیاء میں سے صرف مچھلی ہی کو اپنی تمام قسموں کے ساتھ کھانا جائز ہے، لہٰذا حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ جھینگا کھانے سے منع کرتے تھے اور مچھلی کی قسموں میں سے شمار نہ کرتے ہوئے حرام بتاتے تھے جیسے کہ فتاویٰ رشیدیہ ص:۴۵۴ پر اس کی وضاحت موجود ہے، اور حضرت اقدس تھانویؒ حیاۃ الحیوان کے قول کے مطابق جھینگے کو مچھلی کی قسم میں شمار کرتے تھے جس کی بناء پر وہ جھینگا کھانے کو جائز اور حلال کہتے تھے جیسے کہ امداد الفتاویٰ ج:۴، ص:۱۰۱ اور مجموعۃ الفتاویٰ ص:۲۹۷ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جھینگا کھانے کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے، لہٰذا نہ کھانے ہی میں زیادہ بہتری اور احتیاط ہے اور کھانا کراہت سے خالی نہیں لیکن حرام قرار دینا بھی صحیح نہیں۔

﴿۲۶۶۶﴾ جھینگا اور کیکڑے کی تجارت

سوال: بہشتی زیور "کشمیری بازار لاہور کی مطبوعہ" میں فقط دریائی جانوروں میں مچھلی ہی حلال بتائی گئی ہے، ہماری تجارت دریائی جانوروں یعنی مچھلی، جھینگا، نیز کیکڑا وغیرہ فروخت کرنے کی ہے تو مچھلی کے علاوہ جھینگا کیکڑا وغیرہ کھانا اور بیچنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جھینگا کھانے کے بارے میں ہمارے حنفی علماء کے درمیان اختلاف ہے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ منع کرتے تھے، اور حضرت تھانویؒ کی تحقیق کے مطابق جائز ہے، لہٰذا اس کی بیع میں حضرت تھانوی کے قول کے مطابق کوئی حرج نہیں ہے، تقویٰ کی بنیاد پر اس کو نہ بیچا

جائے تو بہتر ہے کیکڑا جس کو گجراتی زبان میں ''کرچلا'' کہتے ہیں اس کا کھانا جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسی چیز کا بیچنا بھی گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۶۷﴾ کیکڑا اور اوجھڑی کا حکم

سوال: کھانے کی چیزوں میں ایسی کونسی چیزیں ہیں جن کا کھانا ہمارے لئے حرام ہے، بہت سے لوگ کیکڑا نیز کولاڈی کھاتے ہیں، اسی طرح کئی لوگ بکرے کی اوجھڑی کھاتے ہیں، تو کیا یہ کھانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ذبح کئے ہوئے حلال جانور کی اوجھڑی کھانا جائز ہے، نیز کیکڑا کھانا حرام ہے۔ اور کولاڈی کسے کہتے ہیں مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

﴿۲۶۶۸﴾ کیکڑا کھانا حرام ہے۔

سوال: کئی جگہوں پر مسلمان کیکڑا کھاتے ہیں، تو کیا کیکڑا کھانا جائز ہے؟ اسی طرح کئی لوگ دمہ کی بیماری کے لئے استعمال کرتے ہیں اسی طرح کتنی ہی عورتیں نفاس میں استعمال کرتی ہیں، تو کیا کیکڑا کھانا جائز ہے؟ نیز حکیموں کے کہنے کی وجہ سے بیماری میں یا نفاس میں استعمال کریں تو جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کیکڑا کھانا حرام ہے۔ یہ مچھلی کی کسی بھی قسم میں سے نہیں ہے بلکہ دریائی کیڑوں میں اس کا شمار ہوتا ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس کے حرام ہونے کی وجہ سے بچنا چاہئے۔ اس کو دوا کے طور پر استعمال کرنے کی گنجائش اسی وقت ملے گی جب کوئی دیندار متقی حکیم مشورہ دے یا خود کا تجربہ ہو کہ اس کے بغیر اب بیماری اچھی نہیں ہوگی (امداد الفتاویٰ ج:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۶۹﴾ زندہ چھوٹی مچھلی کانٹے میں پرو کر اس کے ذریعہ مچھلی پکڑنا جائز نہیں۔

سوال: زندہ چھوٹی مچھلی وغیرہ کانٹے میں پرو کر اس کے ذریعہ سے مچھلی پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طریقے سے پکڑی گئی مچھلی خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور آٹا لگا کر مچھلی پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: زندہ چھوٹی مچھلی وغیرہ کانٹے میں پرو کر شکار کرنا منع ہے لیکن اس طریقے سے پکڑی ہوئی مچھلی خریدنا جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ آٹا وغیرہ یا کوئی ایسی چیز سے مچھلی پکڑی جائے جس میں جان نہ ہو کہ جس سے شکار کرنے میں گناہ نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴ص:۲۵۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الشرب

﴿۲۶۷۰﴾ شراب دوسری جگہ لے جانے کی اجرت

سوال: فی الحال میں ٹرک ڈرائیور ہوں، کئی بار ٹیکسی ڈرائیور بننے کا خیال آتا ہے، لیکن میں اس وجہ سے رکا ہوا ہوں کہ ٹیکسی میں بیٹھنے والے پیسنجر کئی مرتبہ اپنے ساتھ شراب کے ڈبے لاتے ہیں، اس لئے کہ اس ملک میں شراب کی اجازت ہے، اور شراب عام ہے، اور کئی مرتبہ ڈبے (Boxes) ڈرائیور کو اٹھا کر رکھنے پڑتے ہیں، شراب کے ڈبے پر لگے ہوئے لیبل سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس میں شراب ہے، تو ایسا سامان اٹھا کر گاڑی میں رکھنا کیسا ہے؟ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ بہت سی مرتبہ پیسنجر خود ہی اٹھا کر رکھتا ہے، اور اس بکسے کے اوپر بھی کرایہ لیا جاتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ شراب کسی مسلمان کی ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق جائز ہے کہ اس کو اٹھایا جائے اور اس پر کرایہ لیا جائے؛ اس لئے کہ اس کا پینا گناہ ہے، اٹھا کر لے جانا یا کرایہ سے لے جانا گناہ نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ مسلمان دوسرے جائز کاموں مثلاً: سرکہ بنانے یا پھر ضائع کرنے کے لئے لے جا رہا ہو۔ اب اگر وہ اس کام کے علاوہ گناہ کے کام کے لئے ہی لے جا رہا ہے تو وہ اس کا ذاتی عمل ہے، کہ وہ جائز کام کے بجائے ناجائز کام میں استعمال کر کے گناہ کا حقدار بن رہا ہے۔ اور غیر مسلموں کی شراب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (شامی ص: ۲۵۰، درمختار)

﴿۲۶۷۱﴾ نیرا پینا

سوال: گرمی کے دنوں میں برف والا کھجوری کا نیرا دن کے کسی بھی حصّے میں پینا جائز ہے

کہ نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نیرا مسکر نہیں ہے، لہٰذا اس کو پینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کے پینے سے جب نشہ آتا ہو تب اس کا پینا ناجائز کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۷۲﴾ کیا تاڑی کی اشیائے خوردنی حرام ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں میں تاڑی کی ''پوری'' بناتے ہیں، جس میں تاڑی کو آٹے میں ملاتے ہیں، پھر دھوپ میں خمیر بنانے کے لئے رکھتے ہیں جیسے کہ پاؤں وغیرہ کا خمیر بناتے ہیں اس کے بعد پوری بنانی ہو تو ایک تانبے کی تھالی میں آٹے کو رکھتے ہیں اور ایک پتیلے میں پانی گرم کرتے ہیں اور پھر اس میں تھالی رکھتے ہیں اور پھر اس میں پوری کو بھانپ دیتے ہیں جس سے وہ دس پندرہ منٹ میں پک جاتی ہے، اس کے بنانے میں تاڑی کا استعمال پاؤ میں خمیر کی طرح کیا جاتا ہے، تو ایسی پوری کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: جس آٹے میں تاڑی ملائی گئی ہو اس آٹے کی پوری وغیرہ بنا کر کھانا ناجائز اور حرام ہے جس سے ہر ایک مسلمان کو بچنا لازم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴، ص:۱۱۵) فقط واللہ تعالی اعلم

کتاب اللباس

﴿۲۶۷۳﴾ عورتیں صرف نائٹی (سونے اور شب باشی کا لباس) پہن کر سوسکتی ہیں؟

سوال: عورت کے لئے صرف نائٹی (کرتی) اور پینٹی (panty) پہن کر سونے میں کوئی حرج ہے؟ نائٹی فقط گھٹنے تک کی ہی ہوتی ہے اور گھٹنے کے نیچے کا حصہ کھلا رہتا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت گھر میں نائٹی اور پینٹی پہن کر سوسکتی ہے اور پورے بدن کو ساتر رہے ایسا لباس پہن کر سونا زیادہ بہتر ہے، لیکن اس کا خاص خیال رہے کہ ایسی حالت میں شوہر کے علاوہ اور کسی کی اس پر نظر نہ پڑے۔ (شامی ص:۲۷۰)

﴿۲۶۷۴﴾ تنہائی میں ہاف پینٹ (Half pant) پہن سکتے ہیں

سوال: اپنے کمرے میں مرد ہاف پینٹ پہن کر چل پھر سکتا ہے؟ اس میں کوئی حرج ہے؟ اسی طرح اسی روم میں ہاف پینٹ پہن کر سوسکتا ہے؟ البتہ اپنے روم میں صرف اپنی بیوی ہوتی ہے جو آتی جاتی رہتی ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گھٹنے چھپانا بھی ضروری ہے یہ بھی ستر میں داخل ہیں اور تنہائی میں بھی ضرورتِ شدیدہ کے بغیر ستر کو کھلا رکھنا منع ہے، لہٰذا ہاف پینٹ پہن کر اٹھنا، بیٹھنا یا سونا نہ چاہیئے اس کے باوجود تنہائی ہو اور کمرہ بند ہو تو بعض فقہاء جائز قرار دیتے ہیں، لہذا اسکی گنجائش ہے۔ (طحطاوی ص:۱۴۲ اور شامی ص:۲۷۰)

﴿۲۶۷۵﴾ نصف برقع پہننا

سوال: شرعی قانون کے مطابق عورتیں ڈھیلے کپڑے اس طرح پہنتی ہیں کہ پورا بدن ساتر ہو

جائے اور سر پر اوڑھنی کے بدلے میں اس طرح برقعہ پہنیں کہ جس سے صرف سر اور کان اور دونوں ہاتھوں کا ستر ہو جائے لیکن چہرہ کھلا رہے تو اس طرح پہن کر باہر گھوم پھر سکتی ہیں اس سے پردے کے حکم پر عمل ہو جائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... صورتِ مسئولہ میں کچھ حد تک پردہ کے حکم پر عمل کرنا شمار ہوگا، ضرورت ہو تو اس طرح باہر جا سکتی ہیں بالکل بے پردگی سے تو یہ بہتر ہے۔

﴿۲۶۷۶﴾ عورت کا باپردہ نابالغ لڑکے لڑکیوں کو تعلیم دینا

سوال: ایک لڑکے نے تعلیم یافتہ لڑکی کے ساتھ شادی کی ہے، وہ عورت دفتر میں ملازمت تو نہیں کرتی البتہ اردو اسکول میں چھوٹے بچوں کو (باپردہ) تعلیم دینے کے لئے جا سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: عورت باپردہ نابالغ بچہ بچیوں کو تعلیم دے سکتی ہے۔

﴿۲۶۷۷﴾ ہاف پینٹ (Half pant) کے یونیفارم کی شرعی قباحت

سوال: ہم کچھ مسلمان لڑکے ہائی اسکول کے طلباء ہیں اور ہماری ہائی اسکول کا یونیفارم (uniform) ہاف پینٹ ہے جس سے ستر نہیں چھپتا، ہم نے مذکورہ یونیفارم کے خلاف احتجاج کیا ہے، تو کیا شرعی رو سے مذکورہ یونیفارم پہن سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہر ایک بالغ مسلمان کے لئے اس کا لباس ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہونا ضروری ہے۔ (شامی ج:۵، ص:۲۲۳) ہاف پینٹ میں گھٹنے اور دوسرا کچھ ستر کا حصہ کھلا رہتا ہے تو اس طرح کھلا رکھنا یا دِکھانا یا پہننا جائز نہیں بلکہ سخت گناہ کا کام ہے۔ حضور ﷺ نے ایسے لوگوں کے لئے قیامت میں سخت سزا کی وعید بیان فرمائی

ہے، لہٰذا مسلمان طلباء کے لئے مکمل پینٹ کا یونیفارم منظور کرانا چاہیئے۔

﴿۲۶۷۸﴾ مرد وعورت کو کون سے رنگ کے کپڑے پہننے چاہیئے؟

سوال: مرد وعورت کو کون سے رنگ کے کپڑے پہننا افضل ہے؟ اور کون سے رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے؟ اور کون سے رنگ کے کپڑے پہننا حرام ومکروہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مردوں کے لئے سفید رنگ کا کپڑا پہننا افضل ہے اور زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا ممنوع ہے اسی طرح بالکل سرخ رنگ کا کپڑا پہننا ممنوع (مکروہ) ہے۔ (درمختار ج:۵،ص:۲۲۷، امداد الفتاویٰ) اور عورتیں ہر طرح کے رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہیں۔ (عورتوں کے لئے باریک کپڑا پہننا جس سے ستر کے اعضاء چھپ نہ سکیں گناہ ہے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۷۹﴾ مہرالنساء کا کیا مطلب؟

سوال: مسلمانوں میں کئی عورتوں کا نام ''مہر النساء'' ہوتا ہے تو صحیح لفظ مُہر النساء ہے یا مَہر النساء ہے؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اصل لفظ ماہرو النساء ہے ''ماہ'' یعنی چاند، رو یعنی چہرہ اور نساء یعنی عورت، ''ماہ'' فارسی زبان کا لفظ ہے اور بقیہ الفاظ عربی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ''چاند جیسے چہرے والی عورت'' اس کا بہترین معنی چندر مکھی (چاند جیسے چہرے والی) ہے۔

﴿۲۶۸۰﴾ بیل بوٹم پینٹ پہننا، ان شرٹ کرنا

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ بیل بوٹم پینٹ ٹخنہ سے اوپر پہن سکتے ہیں اور دوسری جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عیسائیوں کی مشابہت اختیار نہ کرو، اور عیسائی لوگ جو بیل

بوٹم پتلون پہنتے ہیں تو آپ جواب دیں کہ بیل بوٹم پتلون پہن سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جو لوگ شرٹ کو پتلون میں ڈالتے ہیں جسے انگریزی میں ''انشرٹنگ'' (Inshirting) کہتے ہیں تو اس طرح شرٹ کو پٹلون میں ڈال کر اِنشرٹینگ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ آپ دونوں مسئلوں کا جواب دے کر مہربانی فرمائیں

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیل بوٹم آج کل کی فیشن اور فاسق، فاجر لوگوں کا لباس ہے جن کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا گناہ اور ناجائز ہے، لہٰذا بزرگ، معتبر علماء اور اللہ کے محبوب بندے جیسا لباس پہنتے ہیں ویسا لباس پہننا مستحب ہے، ٹخنوں سے نیچے لٹکتا رہے ایسا کوئی بھی لباس مثلاً: پتلون، ازار، لنگی وغیرہ پہننے کی حدیث شریف میں ممانعت اور سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ پتلون میں انشرٹ کرنا بھی فاسق اور فاجر لوگوں کی مشابہت ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۸۱﴾ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا مکروہ ہے، حدیث کے لفظ تکبر سے ایک اشکال اور اس کا جواب

سوال: ایک مولانا صاحب سے میری ملاقات ہوئی ان کی لنگی نماز میں ٹخنوں سے نیچے تھی، میں نے ان سے پوچھا کہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا، پتلون یا لنگی لٹکانا نماز کے اندر ہو یا باہر کیسا ہے؟ میں نے تو سنا ہے کہ مکروہِ تحریمی ہے یعنی حرام کے برابر ہے، مولانا نے جواب دیا کہ میرے دل میں تکبر اور بڑائی نہیں ہے لہٰذا میرے لئے جائز ہے اور جس کے دل میں تکبر نہ ہو وہ بھی پتلون اور لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکا سکتا ہے، مولانا صاحب نے دلیل میں کہا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تہبند ٹخنوں سے نیچے رہتا تھا اور آپ ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا حقیقۃً حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی لنگی ٹخنوں سے نیچے

رہتی تھی یا فربہ جسم ہونے کی وجہ سے نیچے اتر جاتی تھی؟ اگر رہتی تھی تو آپ ﷺ نے کیوں منع نہیں فرمایا تھا؟ میں نے علماءِ کرام سے سنا ہے کہ ایک شخص اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر گھومتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین کے اندر دھنسا دیا اور تا قیامت دھنستا رہے گا، اور دوسری حدیث میں یہ بھی سنا کہ جو شخص اپنی ازار، لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھے گا اس کا وہ حصہ جہنم کی آگ میں جلے گا۔

میں نے جب مولانا کو یہ حدیثیں سنائیں تو مولانا نے کہا کہ تمہیں کیا خبر میرے دل کی حالت کیا ہے؟ دلوں کو جاننے والا تو اللہ ہی ہے، حدیث میں قید لگائی گئی ہے کہ جس کے دل میں تکبر ہوگا اسی کے لئے یہ وعیدیں ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ازار، لنگی یا دوسرا کوئی بھی لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر پہننا منع اور مکروہِ تحریمی ہے، شامی جلد: ۵ میں لکھا ہے کہ مردوں کے لئے ٹخنوں سے نیچے ازار کو لٹکانا مکروہ ہے (ص: ۲۲۴ بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف ص: ۳۷۳، مرقاۃ ج: ۴، ص: ۴۱۸) اب اگر حقیقۃً تکبر و بڑائی کے لئے نہ ہو تو وہ جہنمیوں سے مناسبت یا مطلق حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہِ تحریمی کہلائیگا، جیسا کہ مرقاۃ میں اس کی صراحت ہے۔

نیز حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امداد الفتاویٰ میں ایسے ہی مسئلہ کے تحت لکھتے ہیں کہ ایک ہے ٹخنوں سے ازار کا نیچے ہونا اور دوسرا تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے ہونا دونوں ممنوع ہیں۔

پہلی صورت میں حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے اور دوسری صورت میں حدیث کے خلاف اور تکبر ان دونوں گناہوں کی وجہ سے حرام شمار ہوگا، مزید تفصیل کے لئے ج: ۴،

ص:۱۱۹ دیکھئے۔

مولانا کا دلیل میں اس طرح کہنا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی لنگی ٹخنوں کے نیچے رہتی تھی، صحیح نہیں ہے بلکہ بغیر ارادے کے پیٹ کی وجہ سے ٹخنوں کے نیچے وہ آجاتی تھی جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا ہے: إزاري يسترخي اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میری لنگی ڈھیلی ہوکر نیچے اتر جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص:۳۷۶)۔ اور آج کل جس طرح فیشن کے نام سے پہننے کا رواج ہے اسی طرح اس وقت لوگ تکبر کی وجہ سے نیچے لٹکا کر ازار وغیرہ پہنتے تھے، اسی وجہ سے حدیث شریف میں تکبر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا ہو اس طرح نہیں پہننا چاہئے، اگر تکبر کی وجہ سے ہوگا تو مکروہِ تحریمی ہے اور مستحقِ جہنم ہوگا اور اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے اور متکبروں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یہ چیز بھی گناہ سے خالی نہ ہوگی۔

مولانا کا یہ کہنا کہ تکبر کا تعلق دل کے ساتھ ہے بالکل صحیح ہے اور دلوں کا راز اللہ ہی جانتا ہے یعنی سزا یا گناہ ہوگا یا نہیں؟ یہ نہیں کہہ سکتے؟ لیکن ظاہری حالت حدیث کی تعلیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے روک ٹوک کرنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کے صحابہ تقویٰ وطہارت کے اعلیٰ درجہ پر تھے اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سنت نبویہ کی پیروی کے خاص عاشق تھے اس کے باوجود ایک دن آپ ﷺ نے انہیں بھی متنبہ فرمایا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف ص:۳۷۶ پر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! اپنی ازار اونچی کر لیجیے جب میں نے اس کو اوپر اٹھایا تو آپ ﷺ نے مزید اوپر اٹھانے کا حکم فرمایا اس کے بعد ہمیشہ میری یہ کوشش رہی کہ ازار نیچے نہ ہو۔

سامعین میں سے آپؓ کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ دوسری مرتبہ کہنے سے آپؓ نے ازار

کتنی اوپر اٹھائی تو آپؐ نے فرمایا کہ نصف پنڈلی تک۔اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ تکبر کی عادت کے بغیر بھی اگر ازار وغیرہ نیچے ہو تو گناہ ہے اور اس طرح روک ٹوک کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۸۲﴾ ٹخنوں سے نیچے ازار یا لنگی پہننا مکروہ ہے۔

سوال: ایک شخص ٹخنوں سے نیچے پتلون لٹکا کر نماز پڑھے یا اسی طرح ہر وقت ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر پہنتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تکبر کی وجہ سے نہیں پہنتا یہ تو رواج ہے پہلے اس طرح تکبر شمار ہوتا تھا لہٰذا ناجائز تھا تو ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مردوں کے لئے لنگی ازار یا پتلون وغیرہ اس طرح پہننا کہ ٹخنے چھپ جائیں مکروہ ہے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ ازار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچو؛ کیوں کہ یہ تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ابو داؤد شریف کی مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بذل المجہود میں لکھا ہے کہ ایسا زیادہ تر تکبر کی وجہ سے ہی کیا جاتا ہے۔ (ج:۵،ص:۵۷)

عین الہدایہ ج:۴،ص:۲۷۲ پر لکھا ہے کہ ابو داؤد شریف کی حدیث میں ہے کہ جس کی ازار ٹخنوں سے نیچے ہو اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا، خیال رہے کہ یہ حدیث ایسی ازار کے بارے میں ہے جو ٹخنوں سے نیچے ہو چاہے نماز کے وقت ازار اٹھالی جائے، بہر صورت اس وعید میں شمار ہوگا، اس وجہ سے کہ ممانعت ایسی ازار کے بارے میں ہے نہ کہ ٹخنوں کو ڈھانکنے کے بارے میں۔

حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امداد الفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ ایک ہے ٹخنوں سے نیچے

ازار کا ہونا اور دوسرا تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کرنا دونوں ممنوع ہیں، پہلی صورت میں (ٹخنوں سے نیچے لٹکانا) حکم کے خلاف ہے جب کہ دوسری صورت میں تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے پہننا اس طرح دونوں چیزیں شرعی حکم کے خلاف ہیں، لہٰذا اس طرح کہنا کے عربوں کے رواج کے مطابق وہ لوگ فخر کی وجہ سے اس طرح کرتے تھے، اس لئے اب ممنوع نہ ہونا چاہئے یہ بے دلیل بات ہے، اس وجہ سے کہ خصوصی مورد سے خصوصی حکم لازم نہیں ہوتا۔ (ج:۴ص:۱۱۸)

عالمگیری ج:۵ص:۳۳۳ میں ہے کہ اسبالِ ازار تکبر کی وجہ سے نہ ہوتو مکروہِ تنزیہی ہے اور تکبر کی وجہ سے ہوتو مکروہ تحریمی ہے۔

عین الہدایہ میں لکھا ہے کہ ٹخنے سے نیچے ازار کا لٹکانا متکبر وخیلاء سے تشابہ ہے پس مطلقاً مکروہ ہے اب اگر آپ کے لکھنے کے مطابق تکبر کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف رواج کی وجہ سے پہنتے ہیں تو ایسے کپڑے پہننے کا رواج فاسقوں وفاجروں کا ہے جس سے ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، اور ان کے ساتھ مشابہت بھی ممنوع ہے، لہٰذا لنگی، ازار، پتلون وغیرہ اس طرح پہننا کہ ٹخنے سے نیچے لٹکا رہے جائز نہیں اس سے بچنا چاہئے۔

﴿۲۶۸۳﴾ کوٹ پتلون کے متعلق کیا حکم ہے؟

سوال: کوٹ، پتلون کے متعلق ایک جید مولانا صاحب کا کہنا ہے کہ کوئی یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ اس کی ایجاد کرنے والے انگریز ہیں اس وجہ سے اس طرح کا لباس (جس سے ستر کے اعضاء دکھائی نہ دیں) سلا کر پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیا حقیقۃً یہ بات صحیح ہے کہ اس طرح کے لباس کے موجد انگریز نہیں؟ اور اس طرح ایسے لباس پہننے میں شرعاً

کوئی حرج نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کوٹ پتلون کے موجد کون ہیں مجھے اس کا علم نہیں لیکن فی الحال انگریزوں کا لباس شمار کیا جاتا ہے جیسے یہاں یہی مشہور ہے ان کے یہاں سردی زیادہ ہوتی ہے، اس لئے اسی کے مناسب لباس ہے اور فی زمانناسب لوگ اسی کو پہنتے ہیں فقط انگریزوں تک محدود نہیں رہا اس لئے پہننا جائز ہے، لیکن یہ فساق وفجار کا لباس ہے اس لئے ان کی مشابہت رکھنا اور نیک متقیوں جیسا لباس نہ پہننا مکروہ اور گناہ کا کام شمار ہوگا جس سے بچنے کا حدیث شریف میں حکم دیا گیا ہے۔

﴿۲۶۸۴﴾ مردوں کا عمامہ باندھنا، ہاتھ میں لکڑی رکھنا

سوال: حضور ﷺ کس کس وقت عمامہ باندھتے تھے یا ہمیشہ باندھے رکھتے تھے اور ہاتھ میں لکڑی رکھنا سنت ہے یا نہیں؟ جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نبی کریم ﷺ کے سر مبارک پر تقریباً ہر وقت عمامہ رہتا تھا اسی وجہ سے عمامہ باندھنے کو سنت کہا جاتا ہے (دیکھئے خصائلِ نبوی) نیز ضرورت ہو تو ہاتھ میں لکڑی رکھنا بھی ممنوع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۸۵﴾ عورتیں اور مرد کیسے اور کس طرح کے کپڑے پہنیں؟

سوال: عورت اور مرد کے لئے کس رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے اور کس رنگ کے کپڑے پہننا حرام ہے نیز کیسے کپڑے پہننا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کپڑا پہننے کا اصل مقصد اپنے ستر کو دوسروں سے چھپانا اور سردی اور گرمی سے اپنے بدن کی حفاظت کرنا ہی ہے، کپڑوں سے زینت بھی ہوتی ہے

جومحبوب وپسندیدہ ہے، لہٰذا جن کپڑوں سے یہ مقاصد پورے ہوتے ہوں اور نیک لوگ جیسے کپڑے پہنتے ہوں ویسے کپڑے پہننے چاہیئے۔

عورت کے لئے ہر رنگ کے کپڑے پہننا نیز ریشم کے کپڑے پہننا جائز ہے، اور ایسے باریک کپڑے پہننا جس سے بدن نظر آتا ہو ہو تو یہ جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں ایسے کپڑے پہننے والی عورتوں کو برہنہ شمار کیا گیا ہے۔(مشکوٰۃ شریف)

مردوں کے لئے سفید رنگ کا لباس پہننا افضل ہے اور نارنگی اور زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا ممنوع ہے اور ریشم پہننا حرام ہے اور گہرے سرخ رنگ کا کپڑا پہننا مکروہ ہے۔(درمختار ج:۵ اور امداد الفتاویٰ)

﴿۲۶۸۶﴾ ساڑی پہننا کیسا ہے؟

سوال: ازواجِ مطہرات کا لباس کیا تھا؟ ساڑی یا ازار یا کرتہ؟ ساڑی پہننا کیسا ہے؟ ساڑی پہننے سے مسلم اور غیر مسلم کو پہچاننے میں مشکلی ہوتی ہے، لہٰذا بہتر وافضل کیا ہے؟ ساڑی پہننا یا ازار یا کرتہ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......لباس اسلامی شان کے مطابق ہونا چاہیئے اور موجودہ زمانے میں نیک متقی دیندار بزرگ حضرات جیسا لباس پہنتے ہیں ویسا لباس پہننا افضل ہے، صحابیات کا لباس بھی اسلامی شان کے مطابق تھا اس زمانہ میں ساڑی یا فراک (Frock) کا رواج نہ تھا، فقط جبّہ جیسا فراک اور چادر اوڑھنے کا رواج تھا۔

ساڑی میں دو خرابیاں ہیں: (۱) ایک تو غیر مسلم ہندؤوں کا لباس ہے، نیز بہت سارا کپڑا استعمال ہونے کے باوجود بدن نہیں ڈھکتا، پیٹ اور کمر کا حصہ کھلا ہی رہتا ہے جسے چھپانا

عورتوں کے لئے فرض ہے۔

(۲) نیز ساڑی کے بلاؤز کی وجہ سے بدن کا نشیب وفراز بھی خوب ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کے لئے ایسا لباس پہننا جائز نہیں ہے، ازار اور کرتہ ہی پہننا چاہئے۔

﴿۲٦٨٧﴾ حائضہ کا سفید کپڑا استعمال کرنا

سوال: حائضہ سفید کپڑا استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ بہت سی عورتوں کا اعتقاد یہ ہے کہ سفید کپڑا استعمال کرنے سے مرنے کے بعد کفن زرد ہو جاتا ہے۔ نیز حائضہ روئی کی سفید گدّی بھی استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ اسے استعمال کر کے بغیر دھوئے پھینک دیا جاتا ہے تو یہ جائز ہے یا نا جائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حیض کی حالت میں سفید کپڑا اور روئی کی گدّی شرمگاہ کے نیچے رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہ عقیدہ کہ اس سے قبر میں کفن زرد ہو جاتا ہے غلط ہے اور یہ جاہلانہ نظریہ ہے۔ یقیناً قبر کی راحت کے لئے اچھے اعمال ہونے چاہئے، برے اعمال کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔

﴿۲٦٨٨﴾ ٹی شرٹ پہن کر نماز پڑھنے کا شرعی حکم

سوال: آج کل لوگوں میں چھوٹی ٹی شرٹ (SHORT T SHIRT) پہننے کی فیشن چل پڑی ہے اور وہی ٹی شرٹ پہن کر لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں جب وہ سجدہ میں جاتے ہیں تو ان کا ستر کمر کی طرف سے کھل جاتا ہے تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز بسا اوقات انکے پیچھے نماز پڑھنے والے کی نگاہ بھی ان کے ستر پر پڑ جاتی ہے تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......نماز میں ستر چھپا کر نماز پڑھنا نماز کی ضروری شرائط

میں سے ہے اور نماز پڑھتے ہوئے چوتھا حصہ یا اس سے زائد ستر ظاہر ہو جائے اور ایک رکن کی مقدار کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (عالمگیری: ۵۸)

ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ ستر میں داخل ہے (عالمگیری: ۵۸) میں لکھا ہے کہ مرد کے لئے ستر عورت ناف سے لے کر گھٹنوں کے چھپ جانے تک اور اس کے بالکل برابر میں کمر کے نیچے کا حصہ بھی ستر میں شامل ہے، لہذا ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھی جائے جو سجدہ یا رکوع وغیرہ میں جاتے ہوئے پیچھے سے کھل جائے اور وہ جسم کے چوتھے حصہ کے برابر ہے اور ایک رکن کی مقدار کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

ولا بلویٰ فی الکبیری فلا یجعل عفو الربع و ما فوقه کثیر و ما دون الاربع قلیل هو الصحیح۔ (عالمگیری) **و ما بین سرته و عانقه عضو علی حدة و المراد ما حوله من جمیع البدن فاذا انکشف ربعه فسدت صلاته۔** (عالمگیری)

پیچھے نماز پڑھنے والے کی نگاہ اچانک آگے نماز پڑھنے والے کے ستر پر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لینا چاہئے جان بوجھ کر دیکھنے سے یا ستر پر نظر نہ ہٹانے سے گنہگار ہوگا، لیکن دونوں صورتوں میں ستر پر نظر پڑنے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

و لو وقع بصر المصلی علی عورة غیره لا تفسد صلاته و ان تعمد ذلك فهو مسیء (تاتارخانیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الحجاب و الستر

﴿۲٦۸۹﴾ عورت کے لئے پردہ کے احکام

سوال: مندرجہ ذیل سوالات کے قرآن و حدیث کی روشنی میں مکمل جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) عورت کن حالات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

(۲) عورت کا تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانا کیسا ہے؟

(۳) عورت دنیا کی کتنی تعلیم حاصل کر سکتی ہے؟

(۴) عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر جائے تو جانا کیسا ہے؟

(۵) عورت اپنے شوہر کے ساتھ ہوٹل اور پارک وغیرہ گھومنے کی جگہ پر جائے تو شرعاً جانا کیسا ہے؟

(٦) شوہر اگر عورت کو گھر سے باہر نکلنے کے لئے منع کرے تو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کن امور میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟

(۷) عورت اگر سہیلیوں کے ساتھ ہوٹل یا گھومنے کے لئے جائے تو یہ جانا کیسا ہے؟ جبکہ شوہر اجازت دیتا ہو۔

(۸) اگر شوہر باہر ملک میں ہو اور عورت بازار خرید و فروخت اور بچہ کو اسکول لانے اور چھوڑنے جائے تو یہ جانا کیسا ہے؟ جبکہ دوسرا کوئی محرم گھر میں موجود نہ ہو۔

(۹) اگر شوہر گھر میں موجود ہو اور وہ اپنی عورت کو باہر خرید و فروخت اور بچہ کو اسکول لانے اور لے جانے کے لئے بھیجے تو یہ جانا کیسا ہے؟ شوہر یہ عذر کرے کہ مجھے خرید و فروخت کرنا

نہیں آتا تو یہ عذر صحیح ہے؟ اسکول لانا اور لے جانا عورت کی ذمہ داری ہے تمام بچوں کو عورت ہی چھوڑنے جاتی ہے تو اس طریقہ سے عورت کو باہر بھیجنا شرعاً صحیح ہے؟

(۱۰) عورت اگر اپنے شوہر کو ہوٹل اور باہر گھومنے کے لئے اصرار کرے اور شوہر منع کرے اس کے باوجود بھی اگر عورت اصرار کر کے لے جائے تو یہ جانا کیسا ہے؟ جبکہ شوہر اس کو ناپسند کرتا ہے۔

(۱۱) ہمارے یہاں شہر بمبئی میں ہم لوگ جہاں رہتے ہیں گھر کی مستورات اور لڑکیاں وغیرہ لوکل ٹرین میں بیٹھ کر محمد علی روڈ جہاں لڑکیوں کا مدرسہ ہے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتی ہیں پردہ کے ساتھ لیکن ساتھ میں کوئی محرم نہیں ہوتا تو اس طریقہ سے جانا کیسا ہے؟ جب کہ ہمارے یہاں (سانتا کروز میں) کوئی ایسا دینی ادارہ نہیں ہے نہ عورت کی تعلیم کا کوئی انتظام ہے صرف ہفتہ واری تبلیغی تعلیم ہوتی ہے۔

(۱۲) عورت کا تبلیغ میں ۳ دن یا ۱۰ دن یا ۴۰ دن اپنے شوہر کے ساتھ جانا کیسا ہے؟ جب کہ بعض مرتبہ عورت کا اصرار اتنا ہوتا ہے کہ شوہر کو ساتھ لے جانے پر مجبور کر دیتی ہے تو شوہر اپنا کاروبار بھی دوسروں کے حوالہ کر کے مجبوراً جاتا ہے تو اس طریقہ سے اصرار کر کے لے جانا کیسا ہے؟ کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......

(۱) عورت کے لئے اصل حکم تو پردے کا ہے اور گھر میں رہنے کا ہے لیکن انسانی طبعی ضرورت ہو تو پردے کے انتظام کے ساتھ باہر نکل سکتی ہے۔

(۲) زندگی گزارنے کے لئے جتنی ضرورت ہے اتنی دینی و دنیوی تعلیم حاصل کرنا چاہئے، اور ۹ سال کی عمر کے بعد مکمل پردہ کا اہتمام بھی چاہئے۔

(۳) اسکا جواب نمبر۲ میں آ گیا۔

(۴) عورت کو شرعاً اور اخلاقاً اپنے شوہر سے اجازت لینی چاہئے، اور شوہر کی خلاف ورزی کرنے سے ناشزہ میں شمار ہوگی، شوہر کے ذمہ بھی لازم ہے کہ تعدی اور ظلم نہ کرے۔

(۵) شرعاً پردہ کا لحاظ کر کے شوہر کے ساتھ جا سکتی ہے مگر فتنہ کا دور ہے اس لئے اجتناب اچھا ہے۔

(۶) اوپر نمبر ایک میں آ گیا۔

(۷) شوہر کی اجازت اور پردہ کے انتظام کے ساتھ دیندار متقی عورتوں کے ساتھ باہر جا سکتی ہے۔

(۸) معذوری اور مجبوری ہے۔

(۹) فتنہ کا دور ہے اس لئے شوہر کو یہ کام کرنے چاہئے لیکن وہ نہیں کرتا تو عورت مجبور ہے۔

(۱۰) **لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔** اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو تو کسی کی تابعداری کرنی جائز نہیں ہے۔

(۱۱) پردہ کے ساتھ مدت سفر سے کم میں عورت باہر جا سکتی ہے، لیکن ماحول اور زمانہ اچھا نہیں ہے، فتنہ کا غلبہ ہے اس لئے احتیاط اولیٰ ہے مدرسہ قائم کرنا آپ لوگوں کی ذمہ داری ہے، اللہ کے یہاں آپ لوگوں کی پوچھ ہوگی۔

(۱۲) عورت دینی اصلاح کے لئے جا رہی ہے اور لے جا رہی ہے تو دکان اور تجارت کا نقصان ہو رہا ہے وہ تو دل پر اثر کرتا ہے لیکن اللہ کی نافرمانی وعصیان میں زندگی گزر رہی ہے اس کا دل پر اثر نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۹۰﴾ متبنی بیٹا بیٹی کے چند احکام

سوال: متبنیٰ بیٹا یا بیٹی کو جس نے گود لیا ہے وہ ان کے حق میں محرم ہے یا غیر محرم؟ متبنیٰ بیٹے بیٹی سے پردہ ضروری ہے یا نہیں؟ اور متبنیٰ بیٹا بیٹی کو میراث سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ یہ حقیقی بیٹا بیٹی کی طرح حقدار ہیں یا نہیں؟

ایک شخص کے یہاں اولاد نہیں ہو رہی تھی تو میاں بیوی نے ایک بیٹی کو گود لے لیا اور میونسی پالٹی میں جنم داخلہ میں بیٹی کے حقیقی باپ کی جگہ لے پالک باپ کا نام لکھوایا تو کیا یہ اس وعید میں داخل ہے جو حدیث میں وارد ہے کہ اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب نہ کرو۔

بعض حضرات یہ کرتے ہیں کہ ایسے بچہ کو اس عورت کا دودھ پلاتے ہیں تاکہ رضاعت ثابت ہو جائے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلامی حکم کے مطابق متبنی بیٹا یا بیٹی حقیقی بیٹا بیٹی کی طرح نہیں ہے، اس لئے بالغ ہونے کے بعد پرائے کی طرح اس سے بھی پردہ ضروری ہے، اور پالک والدین کے انتقال کے وقت ان کی میراث سے متبنی کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

مدت رضاعت میں دودھ پلایا ہو تو رضاعت ثابت ہو جائیگی، میونسی پالٹی یا دوسری جگہ والد کے نام کی جگہ پالک والد کا نام ذکر کرنا اور بچہ کو پالک والد کی طرف نسبت دینا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۹۱﴾ ہونے والی بیوی سے بے پردہ بات چیت

سوال: کوئی شخص اپنی ہونے والی بیوی کے ساتھ روبرو آمنے سامنے بات چیت کر سکتا

ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ کی ہونے والی بیوی شادی سے پہلے اجنبیہ شمار ہوگی اور سخت ضرورت کے بغیر عورتوں کے ساتھ بات چیت کرنا یا خلوت اختیار کرنے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے، بلکہ سخت گنہگار ہوگا، اس کے باوجود اگر رو برو سمجھانے کی یا آنے کی ضرورت ہو تو اس عورت کے بھائی کو یا باپ کو سامنے رکھ کر پردہ کی رعایت کرتے ہوئے سمجھا سکتے ہو، بالکل خلوت میں نہیں۔

﴿۲۶۹۲﴾ سن رسیدہ کا اجنبیہ سے خدمت لینا

سوال: اسّی سال کے ضعیف کمزور شخص جس میں نفسانی خواہش نہ ہو وہ کسی غیر محرم عورت سے خدمت لے سکتا ہے یا نہیں؟ جیسے کہ دوا پلانا وغیرہ؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس عورت کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہو ایسی عورت کے ساتھ کتنا ہی سن رسیدہ مرد کیوں نہ ہو اس کا خلوت اختیار کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر خلوت وتنہائی نہ ہو اور کسی کی موجودگی میں دوا وغیرہ کی خدمت کی جائے تو جائز ہے۔

﴿۲۶۹۳﴾ عورتوں کا گھروں میں کھلے سر پھرنا

سوال: : کیا عورتیں اپنے گھر میں کھلے سر چل پھر سکتی ہیں؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ گھر میں کھلے سر چلنے پھرنے سے فرشتے لعنت کرتے ہیں، کیا بالوں کو چھپانا ستر کے حکم میں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مردوں اور عورتوں کے لئے ستر چھپانا ضروری ہے، عورت کے لئے ستر چھپانے کی حد زیادہ ہے، اسی میں سے سر کے بالوں کو چھپانا بھی ضروری ہے اسی وجہ سے اگر کوئی عورت ستر نہیں چھپاتی تو فرشتہ اس عورت پر لعنت کرتے

ہیں، اپنے شوہر کے لئے اس میں بہت ہی رخصت دی گئی ہے، لہٰذا ایسی کوئی جگہ جہاں شوہر کے علاوہ دوسرے کسی نامحرم کی نظر نہ پڑتی ہو، جیسے کہ مستور (پردہ والا) گھر ہے تو عورت کھلے سر رہ سکتی ہے اور وہ لعنت میں شمار نہ ہوگی لیکن ہمارے یہاں گھروں میں احتیاط نہیں کی جاتی اس لئے گھروں میں بھی کھلے سر نہیں رہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۹۴﴾ ملازمہ عورت سے نظروں کی حفاظت

سوال: میں ایک سرکاری ملازم ہوں، کچہری میں اسکول کا پرنسپل ہوں میری نگرانی میں ایک مرد اور ایک عورت کام کرتے ہیں، ایک ہی روم میں ہم سب مل کر کام کرتے ہیں میرا روم 12x15 کا ہے اس ملازمہ عورت سے میری نگاہوں کی حفاظت کے لئے اور اس کے ارادوں سے بچنے کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: اجنبی عورت کو دیکھنا چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا چاہئے ضرورتِ شدیدہ کے بغیر بات چیت کرنا یا اس کی طرف دیکھنا یا اس کے سات خلوت میں بیٹھنا جائز نہیں ہے، زنا یا دواعیِ زنا سے شریعت میں سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۹۵﴾ عورت رفاہی کاموں میں حصہ لے سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: کوئی عورت شوہر کی اجازت سے رفاہی کاموں میں حصہ لے سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرد و عورت کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ نے مختلف رکھا ہے اور اسلام نے عورت کو دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں بہت سے حقوق اور عزت بخشی ہے نیز عورت کو گھر کی زینت بنایا ہے نہ کہ شمعِ محفل، لہٰذا کوئی عورت اپنے شوہر کی

اجازت کے باوجود بے پردہ ہوکر اگر ایسے رفاہی کاموں میں حصہ لینا چاہے تو نہیں لے سکتی بلکہ خود بھی گنہگار ہوگی اور شوہر بھی دیّوث اور سخت گنہگار کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۹۶﴾ بدن گدوانا، ٹیٹو بنوانا

سوال: ہمارے یہاں ایک شخص نے اپنے ہاتھ کے اوپر ''۷۸۶'' گدوایا ہے، جس طرح غیر مسلم لوگ اپنے ہاتھوں کے اوپر بُت وغیرہ کی تصویر بنواتے ہیں، اب وہ لکھا ہوا مٹتا بھی نہیں ہے، تو ہماری شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ اور اس لکھے ہوئے کا علاج کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بدن گُدوانا (ٹیٹو بنوانا) شرعاً ممنوع اور ملعون فعل ہے، لہٰذا اب ایسے کاموں سے بچنا چاہئے، ناواقفیت اور بے علمی سے ایسا کام ہوگیا ہو تو صدقِ دل سے توبہ کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۶۹۷﴾ کنگھی میں اترنے والے عورتوں کے بالوں کا کیا کیا جائے؟

سوال: عورتوں کے سر کے بال جو کنگھی کرنے سے اترتے ہیں انکا کیا کرنا چاہئے؟ آج کل عورتوں کا یہ خیال ہے کہ وہ بال دفن کردینے چاہئے یا کنویں میں ڈال دینے چاہئے، کیا یہ بات صحیح ہے یا نئی بدعت ایجاد کی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......عورتوں کے بال جو کنگھی کرنے سے اترتے ہیں ان کو کوڑا کرکٹ کی طرح ادھر ادھر نہیں پھینکنا چاہئے، زمین میں دفن کردینا چاہئے یا ندی، نالے وغیرہ میں ڈال دینا چاہئے، عورتوں کے بال ستر میں داخل ہیں، جس طرح یہ بال سر پر ہوں اور ان کو دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح عورتوں کے ٹوٹے ہوئے بالوں کو دیکھنا بھی گناہ ہے، اس لئے سوال میں عورتوں کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے۔

﴿۲۶۹۸﴾ عورت کے بال دیکھنا یا دوسرے کو دکھانا جائز نہیں ہے

سوال: کیا عورت کے سر کے بال سترِ عورت میں داخل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... عورت کے سر کے بال سترِ عورت میں داخل ہے، اور پورے سر کے بالوں کا ایک ہی حکم ہے، یہاں تک کہ ٹوٹے ہوئے بال بھی غیر محرم کے لئے دیکھنا یا دکھانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۶۹۹﴾ عورت کا ورزش کے وقت تنگ لباس پہننا

حضرت مفتی صاحب مدظلہ

سوال: اگر لڑکی سکول میں پی.اے.(P.E.) کرے گی اور چھوٹا ٹوپ (ٹراؤزر) گھٹنوں تک پہن کر اور ایسی ازار جس سے پیر کا آدھا حصہ ظاہر ہو تو کیا یہ لڑکی" **اذا فاتك الحياء فافعل ماشئت** اور **الحياء شعبة من الايمان** کا مصداق ہوگی، کیونکہ اس میں ضرور بے شرمی تو ہوتی ہے اور اعضاء کا ڈھانکنا عورت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اور سینہ پر دوپٹہ ڈالنے کی تاکید قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور وہ کونسی آیت ہے؟ اس سوال کا جواب جلد از جلد دیجئے کیونکہ بروز ہفتہ مؤرخہ ...... مارچ کو میرے گھر پر بچوں کی اور ان کی والداؤں کے ساتھ میٹنگ ہونے والی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... بڑی لڑکی سے مراد اگر مراہق اور بالغ ہو یعنی حیض آنا شروع ہو گیا ہو یا آنے کی تیاری ہو تو ایسی عورت کو مکمل پردہ کرنا لازم ہے۔ اور اسی طرح ایسے کپڑے پہننا جو اعضاء کے ساتھ چپکے ہوئے ہوں ناجائز اور حرام ہے۔ اور ایسے کپڑے پہن کر نامحرم کے سامنے آنا سخت گناہ ہے۔

حضور النساء فی مجالس الوعظ والمسجد والسفر

﴿۲۷۰۰﴾ بڑے عالم کا بیان سننے اور اجلاس میں شرکت کے لئے عورت کا مسجد میں آنا

سوال: آپ کا عورتوں کے مسجد میں آنے کے عدم جواز کا فتویٰ میں نے پڑھا، اس سلسلہ میں مجھے کچھ سوالات پوچھنے ہیں۔

۱...... ہماری مسجد میں وقتاً فوقتاً بڑے علماء مثلاً دارالعلوم دیوبند کے مولانا یا دوسرے اداروں کے بزرگ علماء کا بیان رکھا جاتا ہے تو ان کا بیان سننے کے لئے عورتیں مسجد آتی ہیں، تو یہ بیان سننے کے لئے عورتیں مسجد آسکتی ہیں یا نہیں؟

۲...... ہمارے یہاں کے دارالعلوم کا سالانہ اجلاس بھی ہماری مسجد میں ہوتا ہے اور اس وقت بھی عورتیں مسجد میں پروگرام سننے کے لئے آتی ہیں اس وقت کبھی عورتوں میں شوروغل بھی ہوجاتا ہے،

نیز اطراف کے گاؤں کے بچے جو عالم بنتے ہیں ان کے گھروں کی عورتیں بھی آتی ہیں، فی الحال آبادی کی کثرت کے سبب مسجد میں مجمع بڑھ رہا ہے تو مردوں کو اوپر کے جماعت خانہ میں جانے میں تکلیف ہوتی ہے، عورتوں کو منع کرنے کے باوجود وہ دیکھنے کے لئے پردہ اونچا کردیتی ہیں، کبھی زینے پر بیٹھ جاتی ہیں وغیرہ کچھ بے احتیاطیاں ہوتی ہیں، مسجد کی کمیٹی کی طرف سے تختے بھی لگائے گئے ہیں، جس پر لکھا ہوا ہے:

۱...... مسجد کا احترام رکھیں۔

۲...... اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔

۳......شوروغل سے اجتناب کریں۔

۴......پردہ کا اہتمام کریں۔

۵......پردہ اٹھا کر نہ دیکھیں۔

۶......چھوٹے بچوں کو خاموش رکھیں۔

تو اب پوچھنا یہ ہے کہ ان حالات میں کسی بڑے عالم یا واعظ کے پروگرام کو سننے کے لئے اور دارالعلوم کے اجلاس میں شرکت کے لئے عورتوں کا مسجد میں آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اسلام میں جس طرح کچھ خاص احکام مردوں کے لئے بیان کئے گئے ہیں اسی طرح کچھ خاص احکام اور حدود کی پابندی عورتوں کے لئے بھی بیان کی گئی ہیں، من جملہ ان میں سے ایک گھر میں رہنے کا حکم ہے، پردہ کا حکم ہے، اور جہاں مردوں سے اختلاط ہوتا ہو ایسی جگہ آنے جانے سے بچنے کا حکم ہے، اسی لئے نماز جیسی اہم عبادت کے لئے مسجد میں آکر ادا کرنے کے بجائے گھر کے ایک کونہ میں پڑھنے پر زیادہ ثواب ملنے کا حکم دیا گیا ہے، کچھ خاص ضرورت اور مجبوری کی صورت میں پردہ کے ساتھ اور حدود کی پابندی کرتے ہوئے باہر جانے کی اجازت بھی دی گئی ہے، اور اگر فتنہ کا اندیشہ ہو یا حدود کی پابندی نہ ہوتی ہو اور بن سنور کر جانے سے منع فرمایا گیا ہے، اس لئے اس طرح نہیں جانا چاہئے۔

جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے مسجد جانے اور جماعت خانہ میں نماز ادا کرنے کو فقہ کی تقریباً تمام کتابوں میں مکروہ تحریمی بیان کیا گیا ہے، مسجد میں بڑے عالم کی تقریر کا پروگرام ہو یا دارالعلوم کا سالانہ اجلاس ہو تو تقریر سننے اور اجلاس میں شرکت کے لئے آنے کی گنجائش تو ہے لیکن اس کے لئے جو شرائط کی پابندی ضروری ہے وہ پوری نہ ہوتی ہوں یا

فسادِ زمانہ کی وجہ سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ رہتا ہو تو عورت کے لئے مسجد آنا جائز نہیں ہے اور مسجد کے منتظم کے لئے آنے کی اجازت دینا جائز نہیں ہے۔

آپ ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت عائشہؓ کے انتقال کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا، صرف پچاس ساٹھ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا تھا، لیکن بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ اپنے زمانہ کی عورتوں کی حالت دیکھ کر فرماتی ہیں کہ آج کل عورتوں کی جو حالت ہے حضور ﷺ کے زمانہ میں اگر عورتوں کی یہی حالت ہوتی تو بنی اسرائیل کی عورتوں کو جس طرح مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا اسی طرح ان (صحابیہ) عورتوں کو بھی مسجد آنے سے منع کر دیا جاتا۔

اب عورتوں کے لئے آپ نے تختے بھی بنوائے ہیں اور وقتاً فوقتاً اعلان کر کے اور تقریر کر کے انہیں سمجھایا جاتا ہے، اس کے باوجود کچھ بے احتیاطیاں ہو جاتی ہیں اور مسجد کی عمارت میں گندگی وغیرہ بھی ہو جاتی ہیں اور عورتوں کی اصلاح کے لئے تختے اور بیانات بھی ناکافی ہو رہے ہیں تو مسجد کمیٹی والے اور علماء باہم مشورہ کر کے بالکلیہ ان کے آنے کو بند کر سکتے ہیں۔

﴿۲۷۰۱﴾ عورتوں کا نماز کے لئے مسجد میں جانا

سوال: یہاں انگلستان میں عورتوں کا نماز کے لئے مساجد میں جانے کا رواج کافی بڑھتا جا رہا ہے، لہٰذا آنجناب تحریر فرمائیں کہ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلامی شریعت میں عورتوں کے ذمہ عیدین کی اور اس طرح جمعہ کی نماز شرعاً واجب ہی نہیں ہے، اسی طرح فقہاء حنفیہؒ نے عورتوں کو جمعہ، عیدین اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنے اور گھر سے نکلنے کو مکروہ تحریمی کہا

ہے، فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ: **و الفتویٰ الیوم علی الکراھة فی کل الصلوۃ لظھور الفساد کذا فی الکافی** (۹۳/۱) یعنی اس زمانہ میں فتویٰ اس پر ہے کہ عورتوں کا تمام نمازوں میں جانا مکروہ ہے کیونکہ ظہور فساد کا زمانہ ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ جو مفتی اعظم ہند تھے تحریر فرماتے ہیں کہ ان تمام عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو نماز پنجگانہ، عیدین اور جمعہ کی جماعتوں میں جانا مکروہ تحریمی ہے اور گھروں سے ان کے نکلنے میں ہی فتنہ ہے اور یہ ممانعت حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، عروہ بن زبیرؓ، قاسمؒ، یحیٰ بن سعید الانصاریؒ، امام مالکؒ، امام ابو یوسفؒ وغیرہم سے منقول ہے اور ائمہ حنفیہ کا بالاتفاق یہی مذہب ہے جیسا کہ عینی اور بدائع الصنائع کی عبارتوں سے واضح ہے۔ (کفایت المفتی: ۳۹۴/۵)

اہل سنت والجماعت کے چاروں اماموں کے نزدیک عورتوں کو مسجد میں نماز کے لئے آنا ممنوع ہے، الفقہ علی مذاہب الاربعہ نامی کتاب (۳۸۴/۱) میں امام مالک کے مذہب کے متعلق لکھا ہے کہ:

فان کانت شابة و خیف من حضورھا لافتنان بھا فی طریقھا او فی المسجد فانه یحرم علیھا الحضور دفعا للفساد۔ شافعیه کے لئے لکھا ھے که: یکرہ للمرأۃ حضور الجماعة مطلقا فی الجمعة و غیرھا۔ الخ

حضرت عائشہؓ سے بخاری شریف میں روایت ہے کہ: **لو ادرك رسول اللہ ﷺ ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل:** یعنی عورتوں کی یہ حرکات جو انہوں نے اختیار کی ہے، رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرماتے تو انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے۔

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: **قلت هذا الكلام عن عائشة بعد زمن يسير جدا بعد النبی ﷺ و اما اليوم فنعوذ بالله من ذلك فلا يرخص فی خروجهن مطلقا للعيد وغيره اھ**، عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کا یہ ارشاد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک کے بہت تھوڑے دنوں بعد کا ہے اور آج کل تو خدا کی پناہ، پس مطلقاً عورتوں کو عید اور غیر عید میں مسجد جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

ام حمیدؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو، حالانکہ تمہاری وہ نماز جو اندرونی کوٹھری میں ہو وہ دالان کی نماز سے بہتر ہے اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے اور گھر کے صحن کی نماز محلّہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے اور محلّہ کی مسجد کی نماز میری مسجد (مسجد نبوی ﷺ) کی نماز سے بہتر ہے۔ (رواہ احمد وابن حبان کذا فی کنز العمال)

مسجد نبوی ﷺ میں مردوں کو ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے، اس فضیلت کے باوجود عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل بتایا گیا ہے، اس سے واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ عورت جس قدر اپنے پردے اور تستر کی جگہ سے دور جاتی ہے اسی قدر ثواب کم ہوتا ہے، عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع اور ناپسند کرنے والے صرف عمرؓ ہوتے تو ان کا یہ عمل بھی سنت خلفاء راشدین کی وجہ سے ہمارے لئے قابل عمل تھا، چہ جائیکہ جمہور صحابہ حضرت عائشہ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت سفیان ثوری، عبد اللہ بن مبارک اور ابراہیم نخعی (رحمہم اللہ) وغیرہ سب اس مسئلہ میں متفق ہیں۔

مذکورہ بالا تصریح کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ عورتیں حسب معمول اپنے گھر میں ہی نماز پڑھتی رہیں، مسجد میں اور جماعت میں شریک ہونے کا خیال چھوڑ دیں، یہی ان کے لئے

افضل و بہتر ہے اور اسی میں اطاعت بھی ہے، چرچ اور دوسری جگہوں پر عورتیں عبادت کے لئے جاتی ہیں تو آئے دن ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے، ہم اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں، اس لئے مسجد کے منتظمین کو بھی چاہئے کہ مستورات کے لئے وضوسمیت ادائیگی نماز کے لئے باپردہ انتظام کر کے فتنہ کے دروازوں کو نہ کھولیں، اس کی جگہ مردوں کو زیادہ سے زیادہ مسجد میں اور عورتوں کو زیادہ سے زیادہ گھر میں نماز پڑھنے کا پابند بنائیں، آپ نے فون پر اپنے یہاں کے جو حالات بتائیں اس کے متعلق حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے الفاظ ہی نقل کر دیتا ہوں اس میں آپ کو پوری رہنمائی مل جائے گی۔

بعض مدعیان عمل بالحدیث لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی اجازت کے مقابلہ میں صحابہ کی ممانعت قابل قبول نہیں، کیونکہ حدیث مرفوع کے مقابلہ میں صحابہ کا قول حجت نہیں ہوسکتا، لیکن یہ ایک دھوکہ یا غلط فہمی ہے، تفصیل کے لئے دیکھو: کفایت المفتی: ۱۳۰/۵، اسی کتاب میں صفحہ: ۱۴۱ پر لکھتے ہیں کہ:

پس کس قدر افسوس ہے ان لوگوں کے حال پر جو عورتوں کو مسجد میں بلاتے اور جماعتوں میں آنے کی ترغیب دیتے ہیں، وہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور آپ کی مرضی ومنشاء کے خلاف انہیں تعلیم دیتے ہیں اور غضب یہ ہے کہ اسے سنت بتاتے ہیں اور اپنے اس فعل کو احیائے سنت سمجھتے ہیں۔

اگر عورتوں کے لئے جماعتوں میں حاضر ہونا سنت ہوتا تو آنحضرت ﷺ اپنی مسجد کی نماز سے مسجد محلّہ کی نماز کو اور مسجد محلّہ کی نماز سے گھر کی نماز کو افضل کیوں فرماتے؟ کیونکہ اس صورت میں گھروں میں تنہا نماز پڑھنا عورتوں کے لئے ترک سنت ہوتا تو کیا ترک سنت میں ثواب زیادہ تھا اور سنت پر عمل کرنے میں کم؟ اور کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو گھر میں

نماز پڑھنے کی ترغیب دے کر گویا ترک سنت کی ترغیب دیتے تھے، شاید یہ لوگ اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ بزرگ اور اپنی مسجدوں کو مسجد نبوی ﷺ سے زیادہ افضل سمجھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۰۲﴾ عورتیں تبلیغ کے لئے سفر کرسکتی ہیں؟

سوال: الحمد للہ، فی الحال یہاں عورتوں میں بھی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، کچھ ذمہ دار عورتیں ایک گاڑی میں پانچ یا سات عورتیں مل کر اطراف کے چار، پانچ یا دس، پندرہ اور بعض اوقات چالیس سے پچاس میل تک کے علاقہ میں تعلیم کرنے کے لئے جاتی ہیں:

(۱) تو سوال یہ ہے کہ اس گاڑی کے ڈرائیور کی محرم عورت کے علاوہ دوسری نامحرم عورتیں بھی ہوتی ہیں تو اس میں کچھ حرج ہے؟

(۲) بعض اوقات تنہا عورتیں ہی دور دور تک تعلیم کرنے کے لئے جاتی ہیں اور گاڑی بھی خود چلاتی ہیں، تو اس میں کوئی حرج ہے؟ ہاں! تعلیم فقط عورتوں ہی میں اور گھر میں ہوتی ہے نہ کہ مسجد میں۔

(۳) اگر گاڑی کے بدلہ میں ایسی کوئی دوسری گاڑی استعمال کریں کہ عورتیں ڈرائیور کو نہ دیکھ سکیں تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بغیر محرم کے اڑتالیس میل سے زائد سفر کرنا عورت کے لئے جائز نہیں ہے، لہٰذا پچاس میل سے زائد دور کے علاقہ میں محرم کے بغیر یا غیر محرموں کے ساتھ اگر سفر کرے تو یہ ناجائز اور حرام ہے اور اڑتالیس میل کے اندر بھی احتیاطاً منع کرنا چاہئے، چوں کہ فتنہ کے دور میں دین کے نام پر بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں، بہتر

طریقہ یہ ہے کہ اپنے اپنے محلوں میں اس طرح تعلیم کا نظام بنائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۰۳﴾ بغیر محرم کے سفر کرنا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص ساؤتھ افریقہ کا رہنے والا ہے یہ شخص تبلیغِ جماعت کے ساتھ چار مہینہ کے لئے پاکستان یا ہندوستان جاتا ہے اور یہ سفر مکمل کر کے بمبئی آ جاتا ہے پھر مجبوراً اپنی بیوی کو ساؤتھ افریقہ (Saouth africa) سے بغیر محرم کے بمبئی بلاتا ہے، (اس لئے کہ اسے ساؤتھ افریقہ اور پھر وہاں سے حج کے لئے جانے میں زیادہ خرچ ہو جائے گا) پھر بمبئی سے حج کرنے جاتا ہے تو اس طرح محرم کے بغیر اور روپیہ خرچ ہونے کی مجبوری کی وجہ سے ایسا کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟

اور اگر ایسی نیت کر لے کہ یا اللہ! میں اس طرح کر رہا ہوں جو تو جانتا ہے بغیر محرم اور پیسہ کی لاچاری و مجبوری کی وجہ سے تھوڑی دیر گناہ سمجھ کر یہ کام کر رہا ہوں، اور اے باری تعالیٰ! میری ہر حالت اور حقیقت سے آپ واقف ہیں کہ ایک اچھا کام کرنے جا رہا ہوں، صرف جوہانسبرگ سے لیکر بمبئی تک اپنی بیوی کو بغیر محرم کے تنہا بلاتا ہوں لیکن ان شاء اللہ بمبئی سے اپنے ساتھ لیکر حج کے لئے جاؤں گا، تو اے اللہ آپ میرے اس گناہ کو معاف فرما دیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ نے عورتوں کو بغیر محرم کے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا، نیز توبہ کرنے کی نیت سے چھوٹا گناہ کرنا بھی گناہِ کبیرہ بن جاتا ہے، لہٰذا ایسے فساد والے زمانہ میں تو عورت کا بلا محرم سفر کرنا بطریق اولیٰ ناجائز ہوگا، اس کے باوجود اگر ایسا سفر کر کے حج کیا جائے تو حج کی فرضیت ادا ہو جائے گی اور حج صحیح ہو جائے گا۔

سوال میں مذکورہ حالت کے مطابق اس شخص کو تبلیغی سفر ترک کر کے عورت کے ساتھ حج کے لئے جانا چاہئے تھا، حضور ﷺ سے ایک صحابی نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنا نام فلاں جہاد میں لکھوایا ہے اور میری عورت حج کے لئے جانے والی ہے، تو میں کیا کروں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے ساتھ حج کے لئے جاؤ۔ (مشکوٰۃ شریف وموطا امام محمد)

﴿۲۷۰۴﴾ بغیر محرم کے سفر کرنا

سوال: کیا کوئی عورت کسی دوست کے محرم کے ساتھ گروپ میں حج کو جاسکتی ہے یا نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اڑتالیس میل کا سفر بغیر محرم کے نہیں کرنا چاہئے اور یہاں تک تقوی ہونا چاہئے کہ اگر برمنگھم اور ننیٹن جانا ہو وہاں بھی محرم کے ساتھ جاؤ۔

ایک عورت نے اس مسئلہ پر میرے ساتھ بحث کیا کہ بغیر محرم کے میں تمہارا محرم کے ساتھ اس گروپ میں جاسکتی ہوں حج میں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی عورت کو اڑتالیس میل اور اس سے زیادہ کا سفر کرنا بغیر محرم کے ناجائز اور حرام ہے۔ اور مدت سفر سے کم مقدار میں بغیر محرم کے جاسکتی ہے۔ مگر چونکہ یہ فتنہ کا زمانہ ہے اس لئے اتنی مسافت بھی بغیر محرم کے نہیں کرنی چاہئے۔ اور حج کا سفر بھی بغیر محرم کے کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

﴿۲۷۰۵﴾ بہنوئی کے ساتھ حج کے لئے جانا

سوال: عورت اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے کن کن رشتہ داروں کے ساتھ حج کے لئے جا سکتی ہے؟ ایک عورت حج کرنا چاہتی ہے تو وہ اپنی بہن اور بہنوئی جو حج کو جارہے ہیں ان کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟ یا بھانجی اور اس بھانجی کے شوہر جو حج میں جارہے ہیں

ان کے ساتھ حج میں جا سکتی ہے یا نہیں؟ بھانجی حج کو نہ جانے والی ہو صرف اس کا شوہر حج کو جا رہا ہو تو اس کے شوہر کے ساتھ جا سکتی ہے یا نہیں؟ بالتفصیل جواب دے کر کرم فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... عورت سفر میں جائے تو اس کے ساتھ ایسا محرم مرد ہونا ضروری ہے کہ جس کے ساتھ مستقبل میں کبھی بھی نکاح کرنا صحیح نہ ہو، بہنوئی کے ساتھ بہن کو طلاق دینے کے بعد یا بہن کے انتقال کے بعد نکاح کرنا صحیح ہے، لہٰذا بہنوئی کے ساتھ حج کے لئے نہیں جا سکتی۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۰۶﴾ عورتوں کا مسجد میں وعظ کی مجلس میں شرکت کرنا جائز ہے؟

سوال: ہمارے یہاں مسجد میں جماعت خانہ کے متصل اوپر اور نیچے کے حصہ میں دو تین صفوں کی مقدار میں جگہ خالی رکھی گئی ہے۔ تو وعظ اور نصیحت کے مواقع پر کبھی کبھی عورتوں کے لئے بھی مسجد کے ذمہ دار حضرات انتظام فرماتے ہیں۔ مسجد کے صدر دروازہ کے متصل ہی اور جانے کے لئے اندر سے سیڑھی لگی ہوئی ہے۔ یہ دروازہ صرف جمعہ، عیدین یا کسی بڑے پروگرام کے مواقع پر ہی کھولا جاتا ہے۔ تقریر کے مواقع پر عورتیں اس دروازہ سے پردہ کے اہتمام کے ساتھ اوپر کے خارج حصہ میں جمع ہو جاتی ہیں۔ مرد حضرات پیچھے کے دروازہ سے داخل ہو کر مسجد کے نیچے کے حصہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔ وعظ و نصیحت سنتے ہیں، مستورات اوپر کے حصہ میں جمع ہو کر سنتی ہیں۔ سال میں آٹھ دس مرتبہ عورتوں کے لئے پروگرام ہوتا ہے۔ اس طرح مسجد میں آنا جانا ہوتا ہے۔ مذکورہ تمام حالات کے پیش نظر عورتوں کے لئے وعظ کی مجلس میں شرکت کرنا اور آنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... سب سے اعلیٰ اور بہتر صورت جو مزاج شریعت کے موافق ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک عورت اپنے گھر میں اور اپنے محرم ہی سے دینی تہذیب و تعلیم حاصل کرے تاکہ موجودہ فتنہ اور فساد کے زمانہ میں برائیوں اور خرابیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ اور باہر نکلنے کی ضرورت نہ پڑے۔ لیکن اگر اس کی معقول صورت نہ ہو سکے اور سوال میں لکھی گئی تمام تدابیر کی رعایت ہو اور پردہ کا پورا انتظام ہو اور نامحرموں سے بالکل اختلاط نہ ہو، کبھی کبھی خاص مواقع پر وعظ اور نصیحت کے لئے عورتوں کو جمع کر کے دین کی طرف متوجہ کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

﴿۲۷۰﴾ عورتوں کا نماز پنجگانہ و جمعہ کے لئے مسجد جانا

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

سوال: (الف) میں گلوسٹر کے ایک اسلامی ادارے کا اعزازی سیکریٹری ہوں، اللہ کے فضل و کرم سے اس ادارہ کے ماتحت ایک مسجد جس کا نام جامع الکرم ہے تقریباً چھ لاکھ پاؤنڈ کی لاگت سے تیار ہوئی ہے۔ اس مسجد میں پنجگانہ نماز کے علاوہ روزانہ شام کو تقریباً ایک سو پچاس بچے اور بچیاں اسلامی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پانچ علماء کرام اور دو بہنیں بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید اور دیگر کتب کی تعلیم دیتے ہیں۔

یہاں کا ماحول ہندو پاک سے بہت مختلف ہے، ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں بازار میں ضروریات زندگی خریدنے جاتی ہیں، بس اور ریل گاڑی میں سفر کرتی ہیں۔ جہاں ہند و پاک کی طرح عورتوں کے لئے کوئی علیحدہ انتظام نہیں ہے، اور غیر مردوں کے ساتھ بیٹھنا پڑتا ہے۔ ہماری چند ایک نوجوان لڑکیاں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دفتروں میں کام

کرتی ہیں۔وہاں لامحالہ غیر مردوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی اور علماء کرام کو بھی روزانہ ضروریات کے لئے غیر عورتوں سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔اور تمام دفتروں میں اور بینکوں میں اور دوسرے اداروں میں بھی عموماً عورتوں سے ہی پہلے بات چیت کرنی پڑتی ہے۔

یہاں گرمیوں میں رات چھوٹی اور دن بڑا ہوتا ہے۔اور ۲۱ر جون کو طلوع چار بج کر انچاس منٹ پر اور غروب نو بج کر چونتیس منٹ ہوتا ہے۔اور کئی جگہوں پر شفق رات کو بھی رہتی ہے۔اس لئے مفتیان دین نے عشاء کی نماز غروب کے ایک گھنٹہ دس منٹ بعد پڑھنا جائز بتایا ہے۔

آگے چلئے! اللہ کا فضل وکرم ہے گلوسٹر اور اس کے اطراف میں ۱۳ر مردوں اور ۱۳ر عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔اور ان کی تربیت کے لئے ہر ماہ کے پہلے اتوار کو عورتوں کی خاص میٹنگ رکھی جاتی ہے اور دوسری اسلامی بہنیں ان کو اسلامی تعلیم دیتی ہیں۔جامع الکرم میں عورتوں کے لئے خاص انتظام ہے،ان کا مسجد کے ساتھ ہی علیحدہ کمرہ ہے،راستہ بھی الگ ہے اور وضو وغیرہ کا بھی انتظام ہے۔مردوں سے کسی قسم کا کوئی ٹکراؤ یا سامنا نہیں ہوتا۔فقط لاؤڈ سپیکر سے وہ امام صاحب کی آواز سن سکتی ہیں۔

یہ نومسلم عورتیں جمعہ کے دن مسجد میں نماز کے لئے آنا چاہتی ہیں مگر ہمارے امام صاحب اس کی مخالفت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ امامت سے الگ ہو جائیں گے۔

دوران جنگ آگرہ اور دہلی کی جامع مسجد میں میں نے بذات خود عورتوں کو نماز جمعہ میں

شریک ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔اور یہی حالت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی ہے۔
یہاں کا ماحول دیکھتے ہوئے اگر ان نومسلم بہنوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی تو ان کو ٹھیس پہنچے گی اور شاید اسلام کے لئے ان کے دل میں (خدانخواستہ) حقارت نہ پیدا ہو جائے۔
لندن میں سنٹرل مسجد، برمنگھم اور دیگر شہروں میں عورتیں باقاعدہ نماز جمعہ میں شریک ہوتی ہیں۔مؤرخہ ۲/دسمبر ۱۹۸۸ء کو دونومسلم بہنوں نے نماز جمعہ کے لئے مسجد آکر شرکت کی اجازت چاہی مگر امام صاحب کا ارادہ معلوم ہونے کے بعد میں نے ان سے بہانہ کیا اور گھر پر ہی نماز پڑھنے کی تاکید کی۔ جب کہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر عورتیں مسجد میں آکر نماز پڑھنا چاہیں تو ان کو روکنا بہت بڑا گناہ ہے۔مگر موقع و محل دیکھتے ہوئے بہانا بنایا۔
خدارا ہمارے مسئلہ پر دھیان دے کر اپنی فاضلانہ رائے اسلامی نقطہ نظر سے واضح فرمائیں۔فقط والسلام

سوال: (ب)اس تحریر کے ذریعہ مجھے آپ کی توجہ ایک اہم معاملہ کی جانب مبذول کرانی ہے۔ جمعہ کو دو مسلمان بہنیں جامع مسجد جمعہ کی نماز میں شرکت کے ارادہ سے آئیں، ایک بہن کے شوہر نے جناب ملا صاحب سے اس کا ذکر کیا تا کہ وہ امام صاحب کو مطلع کریں ۔لیکن بہن کے شوہر کو مطلع کیا گیا کہ دوخواتین کافی نہیں ہیں۔اور انہیں کسی قیمت پر بھی مسجد میں داخل نہ ہونے دیا جائے گا۔اس سے ان بہنوں کو سخت تکلیف پہنچی۔لیکن انہوں نے اپنے شوہر کی ہدایت پر عمل کیا اور مسجد کے باہر ہی رہیں۔
یہ معاملہ مقامی خواتین گروپ کی میٹنگ میں بھی زیر بحث آیا جو ہر ماہ کے پہلے اتوار کو چار

بجے شام منعقد ہوتی ہے۔اس میٹنگ کا سلسلہ شروع ستمبر سے ہی جاری ہے۔گروپ نے یہ فیصلہ کیا کہ تحریری طور پر وہ وجوہ دریافت کی جائیں جن کی بنیاد پر ان بہنوں کو داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ مسجد میں اس مقصد کے لئے سہولیات موجود ہیں۔اورانہیں فراہم کرنا چاہئے۔تاکہ باہر سے آنے والی خواتین اور مقامی خواتین دونوں جمعہ کی نماز میں شرکت کرسکیں۔بعض مقامی خواتین کا کہنا ہے کہ اگرانہیں اجازت مل جائے تو وہ جمعہ کی نماز میں شریک ہوا کریں گی۔

اس امر کی نشان دہی کی گئی کہ مہمان (غیر مقامی خواتین) خاتون لاعلمی میں مردوں کے دروازہ سے مسجد میں داخل ہوگئی ہو کیونکہ اس کو یہ پتہ نہ ہوگا کہ جمعہ کوخواتین کا سکشن بند رہتا ہے اوراسے اس کا علم نہ ہوگا کہ جمعہ کوخواتین کا مسجد میں داخلہ منع ہے۔خواتین اور خود ہماری قوم کے لئے یہ کوئی مناسب بات نہیں ہے کہ خواتین کے لئے مسجد کا دروازہ بند ہو۔ہمیں توقع ہے کہ آپ اس معاملہ میں ہماری رہنمائی کریں گے،اور ہماری درخواست کی حمایت کریں گے۔

سوال: (ج) بعد سلام مسنون: گذارش اینکہ حضرت والا کی خدمت میں ایک مسئلہ پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر تقریباً آٹھ نو عورتوں نے اسلام قبول کیا ہے۔اب ان عورتوں کی خواہش ہے کہ وہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز میں شریک ہوا کریں۔اوران عورتوں کی ہر ماہ کی پہلی اتوار کو میٹنگ ہوتی ہے۔اور مذہب کی اسلامی تعلیم کے بارے میں ایک معلّمہ سے وہ تعلیم حاصل کرتی ہیں۔اور جامع مسجد کے اوپر کے حصہ میں جہاں مردوں کا جماعت خانہ ہے ان کے متصل ہی ایک کمرہ ہے جہاں لڑکیوں کا مدرسہ چلتا ہے۔اور جب بھی کسی مولانا کی تقریر کا پروگرام ہوتا ہے تو عورتیں اسی کمرے میں وعظ اور نصیحت سننے کے

لئے جمع ہو جاتی ہیں۔اوراس کمرے میں آنے جانے کا راستہ بھی الگ ہی ہے۔جس میں مردوں کے ساتھ بالکل اختلاط نہیں ہوتا۔لہٰذا وہ اسی کمرہ میں جمعہ کی نماز امام صاحب کی اقتدا میں پڑھنا چاہتی ہیں۔نیز ان عورتوں نے نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے جو خط اردو اور انگریزی میں بھیجے ہیں وہ دونوں خط آپ کی خدمت میں روانہ کرر ہا ہوں۔نیز اس خط کے ساتھ ایک خط حاجی محمود ملاں صاحب جو مسجد کے ناظم اعلیٰ بھی ہیں' ان کا خط بھی اسی مسئلہ پر جوانہوں نے تحریر کیا ہے وہ بھی حضرت والا کی خدمت میں ارسال خدمت ہے۔لہٰذا ان عورتوں کے خط کا جواب انہی کے اردو خط کے پیچھے اردو میں اور انگریزی خط کا انگریزی کے خط کے پیچھے اور حاجی محمود ملاں صاحب کے مسئلہ کا جواب براہ کرم شریعت کی روشنی میں مفصل جواب دینے کی زحمت گوارا فرمائے گا بڑی عین نوازش ہوگی۔اوراب عورتوں کی میٹنگ چھ فروری ۸۹ کو ہوگی۔لہٰذا ان کی میٹنگ سے پہلے اگر حضرت والا کی جانب سے مسئلہ کا جواب موصول ہو جائے تو بہت ہی مہربانی ہوگی تاکہ ان کی میٹنگ میں آپ کا جواب سنا دیا جائے گا۔آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... جواب (مذکورہ بالا الف، ب اور ج کا)۔

نماز پڑھنا اور عبادت کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔اوراس میں کسی قسم کا کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے۔جس طرح مرد کے لئے پانچ نمازیں ہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی یہی حکم رکعات وغیرہ کا بھی ہے۔بعض مخصوص حالات میں عورتوں کی رعایت کی گئی ہے۔مثلاً: حیض کی حالت میں عورتوں پر نماز معاف ہے۔اوراس کی قضا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اسی طرح مردوں کے لئے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے میں ثواب کی زیادتی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ستائیس گنا زیادہ ثواب اور مرد کے لئے

جماعت کی نماز سنت مؤکدہ قریب الی الوجوب قرار دی گئی ہے۔اور عورتوں کی جماعت کو سنت مؤکدہ قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ تنہا اور گھر میں نماز پڑھنے کو افضل بتایا گیا ہے۔

حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتیں مسجد نبوی میں تشریف لا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں، اس وقت تقویٰ اور عفت کا دور تھا۔ مسلمانوں کو احکامات سیکھنا بھی ضروری تھے۔ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نیکی کا تھا لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ نے عورتوں کے لئے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا۔

حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد جب حالات میں تغیر شروع ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اگر یہ حال حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تو ان کو مسجد میں حاضری سے منع فرمادیتے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے دور میں اپنی زوجہ محترمہ کو مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونے سے منع فرمادیا تھا۔ جیسا کہ صحاح کی روایات اس پر شاہد ہیں۔ ان ساری روایتوں اور حقیقتوں کے پیش نظر فقہائے کرام نے عورتوں کو نماز کے لئے اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ **ولا یحضرن الجماعات لما فیہ من الفتنة والمخالفة**۔ طحطاوی میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے قولہ:

ولا یحضرن الجماعات لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة المرأة فی بیتھا افضل من صلوتھا فی حجرتھا وصلوتھا فی مخدعا افضل من صلوتھا فی بیتھا اہ۔ فالافضل لھا ماکان استر لھا۔ لافرق بین الفرائض وغیرھا من التراویح اہ۔

قولہ:**والمخالفة :ای لمخالفة الامر لان اللہ تعالیٰ امرھن بالقرار فی**

البیوت۔فقال تعالیٰ:وقرن فی بیوتکن وقال ﷺ بیوتھن خیر لھن لو کن یعلمن اہ طحطاوی علی المراقی ص۱۸۲۔یعنی عورتیں جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے شریک نہ ہوں، کیونکہ اس میں فتنہ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت ہے۔

مذکورہ بالا فقہاء کی تصریحات کے پیش نظر جن چیزوں کی وجہ سے فقہاء نے ممانعت فرمائی ہے آج کے دور میں یہ دونوں باتیں اپنی پوری زور سے پائی جاتی ہیں،عفت اور پاکدامنی بھی بہت ضعیف ہو چکی ہے ،اللہ کے کسی حکم کو توڑنے یا ٹوٹنے سے قلب میں افسوس یا ندامت کی لہر بھی بمشکل پیدا ہوتی ہے۔اس لئے عورتوں کی مسجد میں حاضری اور جماعت اور جمعہ کے لئے شرکت کی اجازت نہیں ہے۔

ان کے دلوں میں اسلامی احکامات کی توقیر پیدا کی جائے ،اور اسلامی تعلیمات کا الگ انتظام کیا جائے۔اس ملک میں عورتوں اور مردوں کا اختلاط بھی شرعی نقطہ نظر سے پسندیدہ نہیں ، بند ہونا چاہئے۔مگر اس پر ہمارا قابو نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے مقامات میں بھی اللہ کے حکم کو توڑ کر مساوات برتی جائے۔اس سلسلہ میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا مدلل اور مفصل فتوی جو کفایت المفتی میں ہے اس کو دیکھ لیا جائے۔فقط واللہ اعلم

﴿۲۷۰۸﴾ حجاج کو وداع کرنے کے لئے عورت کا اسٹیشن جانا

سوال: ایک جماعت نے یہ قاعدہ بنایا ہے کہ گاؤں میں سے کوئی بھی مرد یا عورت حج کرنے کے لئے جائے تو کوئی بھی عورت اسٹیشن پر چھوڑنے یا لینے نہ جائے ،لیکن ان میں سے بہت سوں کا کہنا ہے کہ حج کے لئے جانے والے کو وداع کرنے اور حج سے لوٹنے والوں کو لینے جانے کا ثواب بہت زیادہ ہے،تو اس ثواب سے عورتوں کو کیوں محروم رکھا

جائے؟ نیک کام کے لئے اسٹیشن تک جانے میں کیا حرج ہے؟
اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر عورت شرعی پردے میں رہ کر اپنے محرم کے ساتھ کسی کو اسٹیشن چھوڑنے یا لینے کے لئے جائے ایسا قانون بنانا چاہئے، لیکن زمانہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے یہ قانون بھی قابلِ ترک ہے، باجماعت مسجد میں نماز پڑھنا بھی ثوابِ عظیم اور دین کی بنیاد ہے لیکن فتنہ وفساد کی وجہ سے عورتوں کو اس سے روک دیا گیا، ایسا ہی یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

مایتعلق بالشعر

﴿۲۷۰۹﴾ دو چوٹی یا جوڑا باندھنا

سوال: مسلمان عورت کے لئے دو چوٹی یا جوڑا باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور چوٹی کس طرح باندھنی چاہیۓ؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دو چوٹی یا جوڑا باندھنا ممنوع نہیں ہے لیکن جس جگہ یہ غیر قوموں کا رواج وطریقہ ہو اس جگہ ایسا نہیں کرنا چاہیۓ۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۱۰﴾ بال گھنے بتانے کے لئے مصنوعی بال لگانا

سوال: کوئی عورت فقط شوہر کو خوش کرنے کی نیت سے بطورِ زینت بازار میں ملنے والے بناوٹی بالوں کا استعمال کرنا چاہے تو کر سکتی ہے یا نہیں؟ نیز کالی رِبَن (کالی پٹی) باندھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ نے حدیث شریف میں واصلات پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوٰۃ ص:۳۸۱) اور واصلات ایسی عورتوں کو کہتے ہیں جو اپنے بالوں کو گھنا دِکھانے کے لئے بناوٹی بال لگائیں، لہٰذا کسی بھی عورت کے لئے خود اپنے گرے ہوئے (ٹوٹے ہوئے) بالوں کو یا کسی دوسرے کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ لگانا اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، چاہے شوہر کی خوشی ہو یا نہ ہو، اور اگر اس طرح کرنے سے شوہر خوش ہوتا ہو یا ایسے بالوں کو لگانے کی اجازت دیتا ہو تو ایسے گناہ کی اجازت کو ماننا اور اس پر عمل کرنا بھی جائز نہیں ہے اور شوہر بھی گنہگار ہوگا، کالی ربن (کالی پٹی) باندھ سکتی ہیں۔

﴿۲۷۱۱﴾ انگلش بال کٹوانا

سوال: کیا انگلش بال کٹوانا جائز ہے؟ کس حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......انگلش بال کٹوانے سے سر کے تمام بال برابر نہیں رہتے بلکہ چھوٹے بڑے رہتے ہیں کہ بعض حصہ کے بال بڑے اور بعض حصہ کے بال بالکل چھوٹے ہوجاتے ہیں ایسے بالوں کو ''قزع'' کہتے ہیں، جس سے حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے، نیز یہ فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ہے اور اس سے بھی حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے، لہٰذا ایسے فیشن والے بال رکھنے سے بچنا چاہئے۔

﴿۲۷۱۲﴾ مانگ نکالنا

سوال: سر کی ایک جانب مانگ نکالنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ بہت سی عورتوں کا اعتقاد ہے کہ سر کی ایک جانب سے مانگ نکالنے کی وجہ سے مرنے کے بعد قبر ٹیڑھی ہو جاتی ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سر کے درمیان میں مانگ نکالنا سنت ہے جس کی وجہ سے بال دونوں جانب برابر سرابر رہیں، ایک طرف سے مانگ نکالنا سنت کے خلاف اور غیر قوم کی مشابہت ہے اس سے خوب پرہیز کرنا چاہئے، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص غیروں کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا حشر قیامت کے دن انہیں کے ساتھ ہوگا، مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی طریقہ اختیار کریں، اسی میں اسلام کی شان ہے اور اس سے ثواب بھی حاصل ہوتا ہے، قبر ٹیڑھی ہوجانے کا عقیدہ غلط اور بے اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱۳﴾ عورت کا استرہ سے بال صاف کرنا

سوال: کیا عورت ناف کے نیچے کے بالوں کو نکالنے کے لئے استرہ استعمال کر سکتی ہے یا نہیں؟ یا صرف دوا ہی استعمال کرنی چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ دوا، پاؤڈر وغیرہ سے اِن بالوں کو صاف کرے لیکن اگر کوئی عورت استرہ استعمال کرنے کا طریقہ جانتی ہو اور استعمال سے نقصان نہ ہو تو استرہ سے بھی بالوں کو صاف کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱۴﴾ عورت کا موئے زیر ناف دور کرنے کے لئے استرہ استعمال کرنا

سوال: عورتیں موئے زیر ناف دور کرنے کے لئے استرہ استعمال کرتی ہیں تو اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورتوں کی شرمگاہ کی جگہ بے حد نازک ہوتی ہے اور استرہ استعمال کرنے کا طریقہ نہ جاننے کی وجہ سے شریعت نے دوسری چیزوں کا استعمال کر کے آسانی کے ساتھ ان بالوں کو دور کرنے کو کہا ہے، لیکن اگر کوئی عورت استرہ استعمال کرنا جانتی ہو اور استرہ استعمال کرنے سے نقصان ہونے کا خطرہ نہ ہو تو جائز ہے۔ (شامی ج:۵،ص:۲۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱۵﴾ موئے زیر ناف دور کرنے کے متعلق تفصیل

سوال: ناخن کاٹنے کا طریقہ ماہنامہ میں پڑھا تو کیا اسی طرح پیشاب پاخانہ کے بالوں کے لئے بھی کوئی ترتیب اور کوئی طریقہ ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں پوچھے ہوئے بالوں کے متعلق شریعت میں کوئی خاص طریقہ نہیں ہے، عالمگیری میں مذکور ہے کہ ناف کے نیچے سے صفائی کرنے کی ابتداء کرے اور چالیس دن سے زیادہ رکھنا (نہ کاٹنا) ممنوع ہے، اور ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ ان بالوں کی صفائی کرنا بہتر ہے۔ (شامی ج:۵،ص:۳۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱۶﴾ عورت کا ریزر اور استرہ استعمال کرنا مکروہ ہے۔

سوال: موئے زیر ناف کو صاف کرنے کے لئے اسی طرح ناپا کی دور کرنے کے لئے عورت کا ریزر یا استرہ استعمال کرنا مکروہِ تحریمی ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیوں عورتیں اس کا استعمال نہیں کرسکتی ہیں؟ مذکورہ بالوں کو کس چیز کے ذریعہ صاف کرنا افضل ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی زیر ناف کی جگہ بہت ہی نازک ہوتی ہے نیز عورتیں استرہ اور ریزر استعمال کرنے کے طریقہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس کا اپنے آپ کو نقصان پہونچانے کا خطرہ واندیشہ رہتا ہے اسی وجہ سے اس کے لئے استرہ اور ریزر کے استعمال کو مکروہ کہا گیا ہے اور اس کی جگہ دواؤں کے ذریعہ بسہولت صفائی کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اگر کوئی عورت ہمت والی ہو یا دواؤں سے صفائی نہ جانتی ہو تو ریزر، استرہ کا استعمال کرسکتی ہے۔ (شامی ج:۵،ص:۳۵۸)

مایتعلق باللحیۃ

﴿۲۷۱۷﴾ داڑھی کی شرعی حد کتنی ہے؟

سوال: ہماری مسجد میں ایک امام صاحب کو نماز پڑھانے کے لئے متعین کیا گیا ہے، اب وہ نوکری سے اخراج کے ڈر سے داڑھی برابر رکھتے ہیں اس سے پہلے ایک مشت بھی نہ رکھتے تھے، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ نیز اگر ان کی داڑھی ایک مشت کے برابر نہ ہو یا فیشن کی وجہ سے داڑھی رکھی ہو یا موجودہ فیشن کی اوپن شرٹ (open shirt) پہن کر نماز پڑھائیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی یا تنہا پڑھیں؟ داڑھی کی اصل حد کتنی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایک مشت داڑھی رکھنا سنت ہے ایک مشت سے بال بڑھ جائیں تو اس بڑھی ہوئی مقدار کو کاٹ سکتے ہیں، ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا یا اس کو چھانٹنا دونوں ناجائز ہیں۔ (شامی جلد:۲)

امام صاحب نے جب توبہ کر کے داڑھی رکھی ہے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلاحرج صحیح اور درست ہے، موجودہ فیشن کی وجہ سے ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا یا اوپن شرٹ وغیرہ پہن کر نماز پڑھانا امام صاحب کی شان اور مرتبہ کے خلاف ہے اور اگر ان سے بہتر اور دیندار کوئی دوسرا شخص ملتا ہو تو مذکورہ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی شمار ہوگا لیکن اس کے باوجود تنہا نماز پڑھنے سے باجماعت نماز پڑھنا افضل ہے۔

﴿۲۷۱۸﴾ نکاح کے لئے داڑھی منڈوانا

سوال: میں نے چار سال قبل شادی کی تھی لیکن ایک سال پہلے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، اب مجھے دوبارہ نکاح کرنا ہے، میں نے چار پانچ جگہ پیغامِ نکاح بھیجا لیکن ہر جگہ

سے ''انکار کا'' جواب ملا اور اس کی اصل وجہ میری داڑھی ہے، میں نے داڑھی رکھی ہے اب میں کیا کروں؟ داڑھی نکال دوں یا بے نکاح رہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تمہارے شادی کے پیغام میں ''انکار'' کا جواب آنے کی اصل وجہ داڑھی ہے! یہ بہانا تم نے کہاں سے نکالا؟ کیا تمہاری اخلاقی اور مالی حالت تو خراب نہیں؟ جب کہ تم پہلی بیوی کو بھی طلاق دے چکے ہو، کیا داڑھی رکھنے والے سب لوگ کنوارے ہی ہیں؟ نکاح کے لئے داڑھی مونڈوانا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کو داڑھی مونڈوانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی بے نکاح رہنے کی، دعا اور کوشش کرتے رہیں، ان شاء اللہ ضرور کامیابی ہوگی، کسی دیندار خاندان میں پیغام بھیجو تو داڑھی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱۹﴾ داڑھی کی شرعی حد

سوال: یہاں سعودی عرب میں عرب لوگ داڑھی صرف نام کی رکھتے ہیں جیسے کہ لمبائی میں صرف ایک انچ (inch) اور چوڑائی میں چوتھائی حصہ جتنی رکھتے ہیں اور بہت سے لوگ تو اس سے کم رکھتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ داڑھی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ لمبائی اور چوڑائی میں داڑھی کی مقدار اور حد کیا ہے؟ ایک مشت سے کیا مراد ہے؟ اور اس طرح نام کی داڑھی رکھنے والوں کی شہادت اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مکمل داڑھی رکھنا سنت ہے، کنپٹی کے نیچے جو ابھری ہوئی ہڈی ہے وہاں سے داڑھی کی حد شروع ہوتی ہے، داڑھی ایک مشت ہونی چاہئے اس سے کم رکھنا یا کتروانا یا منڈوانا ناجائز اور گناہِ کبیرہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴ ص:۲۱۲) نام کی داڑھی رکھنا یا سوال میں مذکورہ فیشن کے مطابق داڑھی رکھنا گناہ ہے۔ اور ایسی داڑھی رکھنے

والا ''مخنثة الرجال'' میں شمار ہوگا، ان کی اس فاسقانہ حالت کی بناء پر ان کی گواہی بھی قابلِ رد ہوگی اور نماز میں ان کا امامت کرانا بھی مکروہِ تحریمی ہوگا۔ (شامی ج:۱)

﴿۲۷۲۰﴾ دکھلاوے کے لئے ڈاڑھی رکھنا

سوال: ایک شخص دکھلانے کے لئے داڑھی رکھتا ہے اب اسے ''اخلاص نیت'' سمجھ میں آئی تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ داڑھی نکلوا کر از سر نو داڑھی رکھے یا اسی داڑھی کو رہنے دے؟ ریاء کے خوف سے عمل کو چھوڑ دے؟ کیا یہ بھی ریاء ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پہلے دکھلاوے کے لئے داڑھی رکھی اب صحیح نیت کے ساتھ رکھ لی تو یہ اچھا کام ہے، لہٰذا پہلے نیت میں جو خرابی تھی اس کی معافی کے لئے استغفار کافی ہے اور مکمل سنت طریقہ پر رکھی جائے۔ اور اس داڑھی کو رہنے دیں۔ اسے کٹوا کر از سر نو رکھنے ضرورت نہیں۔

داڑھی اسلامی شعار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور مردوں کی زینت ہے، لہٰذا ہر ایک مسلمان کو رکھنی چاہئے، حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے اس بارے میں ایک رسالہ ''داڑھی کا وجوب'' لکھا ہے۔ اسے ضرور پڑھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۲۱﴾ داڑھی رکھنے سے بیوی ناراض ہوتی ہو تو کیا داڑھی نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

سوال: اگر عورت شوہر سے کہے کہ تو داڑھی مت رکھ! تو کیا شریعت اجازت دیتی ہے کہ وہ داڑھی نہ رکھے؟ کیا بیوی داڑھی رکھنے سے ناراض ہو تو داڑھی نہ رکھنا جائز ہے؟ میرا ایک دوست کہتا ہے کہ لکھنؤ میں ایک مولوی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ عورت ناراض ہو تو داڑھی نہیں رکھنی چاہئے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ مکمل تفصیل فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... داڑھی رکھنے کا ثبوت حدیث شریف سے ہے اور داڑھی نہ رکھنا یا کتروانا گناہ ہے، فقہاء ایسے شخص کو مخنث اور فاسق کہتے ہیں، لہٰذا عورت کے کہنے سے داڑھی نہ رکھنا جائز نہیں ہے، عورت بھی گنہگار ہوگی اور اس کی تابعداری کرنے والا بھی گنہگار ہوگا، ان پر توبہ کرنا لازم ہے۔

حدیث شریف ہے کہ ''لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق'' یعنی اللہ کی نافرمانی کے کاموں میں کسی بھی مخلوق کی تابعداری کرنا درست نہیں ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں عورت کے حکم کی تابعداری کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ عورت جسے اسلامی شعائر اور حضور اقدس ﷺ اور دیگر انبیاءِ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور شکل وشباہت پسند نہ ہو تو اسے زوجہ بنا کر رکھنا ہی مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فصل فی الخضاب

﴿۲۷۲۲﴾ سیاہ ودیگر الوان کا خضاب

سوال: سر یا داڑھی کے بال سفید ہوں یا سیاہ ان کو رنگنا کیسا ہے؟ شریعت میں بالوں کو رنگنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ تفصیلی جواب دے کر ممنون فرمائیں، فی الحال بالوں کو رنگنے کا رواج ہو چکا ہے، کئی طرح کے رنگوں سے سر یا داڑھی کے بالوں کو رنگا جاتا ہے لیکن ان رنگوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے بال سخت اور موٹے ہو جاتے ہیں اور بالوں پر رنگ کا جسم (cover) بن جاتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ سر اور داڑھی کے بال اگر اس طرح رنگے گئے ہوں تو وضو اور غسل میں کوئی حرج آئے گا یا نہیں؟ اگر وضو اور غسل میں حرج آنے کی وجہ سے وضوء و غسل ادا نہ ہوتا ہو تو آج تک اس حالت میں جو نماز پڑھی ہو اس کا کیا حکم ہے، اور مذکورہ تفصیل کے مطابق شرعاً وضو اور غسل کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اصطلاحِ شرع میں بالوں کے رنگنے کو خضاب کہتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور دیگر صحابہ سفید بالوں کو مہندی وغیرہ استعمال کر کے رنگین کرتے تھے، لہٰذا اس طرح بالوں کا خضاب کرنا جائز بلکہ مستحب ہے، اور بالکل گہرا سیاہ خضاب کرنا کہ جس سے بال اصلی سیاہ جیسے ہو جائیں اور فرق معلوم نہ ہو سکے تو مکروہِ تحریمی ہے، صرف لڑائی کے لئے مجاہدین کو اجازت ہے کہ کافر دشمن پر رعب جمانے کے لئے ایسا گہرہ سیاہ خضاب کر سکتے ہیں، اور اگر سیاہ رنگ کے ساتھ دوسرا کوئی رنگ ملا دیا جائے کہ جس کی وجہ سے بال سرخی مائل ہو جائیں تو جائز ہے۔

آپ کے بتلانے کے مطابق کیمکلس (Chemicals) سے اگر خضاب کیا جائے تو بالوں

پر پرت بن جاتی ہے اوراس جسم دار رنگ کی وجہ سے بالوں کی جڑ تک پانی نہیں پہنچتا تو غسل نہیں ہوگا، لیکن تحقیق کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس سے جسم نہیں بنتا، فقط مہندی کا رنگ ہی لگتا ہے، لہٰذا وضوء و غسل میں کوئی حرج نہیں۔ (شامی ج:۵ اور امداد الفتاویٰ)

﴿۲۷۲۲﴾ بالوں میں خضاب کرنا

سوال: بہت سے لوگ اپنی عمر چھپانے کے لئے یا اپنے آپ کو جوان دکھانے کے لئے یا دیگر وجوہات کی بنا پر خضاب استعمال کرتے ہیں، بالوں کو سیاہ کرتے ہیں اور بہت سی عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں تو کیا شرعاً اس طرح کرنا درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سیاہ خضاب مردوں کے لئے مکروہِ تحریمی ہے، مہندی یا سرخی مائل سیاہ یا سبز رنگ کے خضاب سب کے لئے جائز ہے، لہٰذا بالکل سیاہ خضاب نہ کرنا چاہئے، حدیث شریف میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔ (عالمگیری، شامی، امداد الفتاویٰ، مشکوۃ شریف، فتاویٰ رشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۲۳﴾ کون سے رنگ کا خضاب جائز ہے؟

سوال: ایک مسلمان کے لئے سر اور داڑھی میں کس رنگ کا خضاب لگانا جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سیاہ رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ مثلاً: براؤن، سنہری وغیرہ رنگوں کا خضاب لگانا جائز ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خالص سیاہ رنگ کہ جس سے بال قدرتی کالے نظر آتے ہوں ایسا خضاب لگانا مکروہ تحریمی ہے، اس کے علاوہ دوسرے رنگوں مثلاً مٹیالا، براؤن، سنہری رنگ کا خضاب جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۲۴﴾ تیس سال کے نوجوان کے لئے سیاہ خضاب کا استعمال

سوال: ایک تیس سالہ نوجوان نے شادی کی پھر داڑھی رکھ لی، داڑھی کے اکثر بال سفید ہو چکے ہیں کیا وہ سیاہ خضاب استعمال کرسکتا ہے اور کس عمر تک سیاہ خضاب استعمال کرسکتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: داڑھی یا سر کے سفید بال کو خضاب لگانا سنت ہے، لیکن بالکل کالا خضاب لگانا کہ جس کی وجہ سے اصل اور نقل میں کچھ فرق محسوس نہ ہو، فقہائے کرام اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں۔ یستحب للرجل خضاب شعره و لحيته، و كره بالسواد۔ الخ (الدر:۹/۶۰۵، امداد الفتاویٰ:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب الختان

﴿٢٧٢٥﴾ لڑکے اور لڑکی کا ختنہ

سوال: لڑکوں کا ختنہ کرنا کیسا ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟ کیا اس طرح عورتوں کا ختنہ بھی ہوسکتا ہے؟ شیعہ مذہب کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ عورتوں کا ختنہ بھی کرنا چاہئے اس سے شہوت گھٹتی ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن کریم اور حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرد کے ذکر کی ابتداء میں جو حصہ ہے (حشفہ) اس کے اوپر کی چمڑی کاٹ کر نکال ڈالنے کا نام ختنہ ہے۔ اور مردوں کے لئے یہ طریقہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے چلا آرہا ہے، لہٰذا حضور ﷺ کی آمد سے پہلے بھی عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا اس میں دیگر دنیوی اور دینی بے شمار فائدے ہیں، نیز حضور ﷺ نے اسے فطرت اور سنت طریقہ میں سے شمار کیا ہے اسی بناء پر مسلمان مردوں کے لئے ختنہ کرانا سنتِ مؤکدہ اور اسلامی شعار میں سے ہے۔ عورتوں کے لئے ختنہ کرانا مستحب ہے لیکن اس سے شہوت گھٹ جاتی ہے ایسا نہیں ہے، نیز اس میں دیگر بھی بہت سے موانع ہیں جس کی وجہ سے آج اس مستحب پر عمل نہیں رہا۔ (عالمگیری ج:۵ اور او جز) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿٢٧٢٦﴾ بڑے عمر کے نومسلم کے لئے ختنہ کا حکم

سوال: ایک غیر مسلم شخص ۳۰ سال کی عمر میں صدق دل کے ساتھ مسلمان ہوا ہے تو اس عمر میں اسے ختنہ کروانی ہوگی یا نہیں؟ اگر ختنہ نہ کروائے تو کیا گنہگار رہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: اس شخص کے لئے بھی ختنہ کروانا سنت تو ہے ہی؛ اس لئے

تکلیف برداشت کرنے کی طاقت ہو اور بے پردگی نہ ہوتی ہو تو ختنہ کروالینا چاہئے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴)

مایتعلق بالاسماء

﴿۲۷۲۷﴾ دوسرے کی سرنیم رکھنا کیسا ہے؟

سوال: میرا نام ''عبدالرحمٰن'' ہے، میں پچیس سال قبل مسلمان ہوا تھا، میں وریاؤ گاؤں کے مقیم مرحوم ''یعقوب حسن کاکا'' کے گھرانے میں مسلمان ہونے سے پہلے رہتا تھا اور وہیں پر مسلمان بھی ہوا جس وقت میں مسلمان ہوا اس وقت مرحوم نے میرا نام عبدالرحمٰن اور ساتھ میں ان ہی کی جو سرنیم چلتی تھی اسے گاؤں پنچایت کے دفتر وغیرہ میں ''عبدالرحمٰن کاکا'' کے نام سے درج کرادی، میری شادی بھی یہیں کی سنی وہورا جماعت کے مسلمان کی لڑکی سے ہوئی اور میری اس سے چار اولاد ہے، دو لڑکے اور دو لڑکیاں، لڑکے پڑھتے ہیں اور لڑکیوں کی شادی ہوگئی ہے، اللہ کے فضل سے میں اور میری عورت اور اولاد اسلام پر ہیں، آخری دم تک اللہ تعالیٰ اسلام پر قائم رکھے۔ آمین

اب ''مرحوم یعقوب کاکا'' کے انتقال کے بعد ان کا ایک لڑکا کہتا ہے کہ تم ہماری سرنیم ''کاکا'' نکال کر دوسری رکھ لو، تو میں کیسے سرنیم بدل سکتا ہوں؟ حالاں کہ تمام سرکاری جگہوں میں تجارت میں شادی وغیرہ میں میرے نام اور میری اولاد کے ناموں کے ساتھ یہ ''کاکا'' سرنیم چلتی ہے، تقریباً ۲۵ سال ہوگئے ہیں اور میں نے اپنا نام ایفیڈ ویٹ کروایا ہے، جس میں میں نے مکمل خلاصہ کیا ہے، اب مرحوم کا لڑکا مذکورہ بالا حقیقت کے مطابق مجھے حیران و پریشان کرتا ہے تو کیا شریعت کا اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ ہے کہ مذکورہ سرنیم

رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ میں نے بذاتِ خود یہ سرنیم نہیں رکھی بلکہ ''مرحوم یعقوب حسن کا کا'' نے رکھی تھی ان کے انتقال کو تین سال ہو گئے ہیں مجھے سوال یہ ہے کہ شریعت کی جانب سے یہ سرنیم رکھنا منع ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... آپ نے فقط نسبت کے لئے سرنیم رکھی ہے اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہیں اور آپ کو اس سرنیم سے ان کے نسب میں شمار نہیں کیا جاتا، لہٰذا بغیر کسی حرج کے آپ سرنیم رکھ سکتے ہیں اور ان کی طرف سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، پہلے زمانے میں کوئی مسلمان ہوتا تو جس کے ہاتھ پر یا جن کی کوشش سے مسلمان ہوتا ان کی طرف اس کی نسبت کرتے تھے جیسا جعفی وغیرہ، لہٰذا آپ کی نسبت صحیح ہے اسے بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فقط فتاوی دارالعلوم) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۲۸﴾ نسیم نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال: ساؤتھ افریقہ میں لڑکی پیدا ہو تو اس کا نام ''نسیم بانو'' رکھتے ہیں اور لڑکا ہوتا ہے تو ''نسیم'' رکھتے ہیں تو اس طرح نام رکھ سکتے ہیں اور نسیم کا معنی کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... لڑکے کا نام نسیم اور لڑکی کا نام ''نسیمہ بانو'' یا ''نسیم بانو'' رکھنا جائز ہے، نسیم اس ہواء کو کہتے ہیں جو صبح کے وقت ہلکی اور ٹھنڈی مغرب کی سمت سے چلتی ہے اور روح کے لئے فرحت بخش ہوتی ہے اور لغۃً اس کا مطلب ''روح'' بیان کیا گیا ہے، خلاصہ یہ کہ جس کا مطلب ومعنی اچھا اور مناسب ہو ایسا نام رکھنا جائز ہے۔

﴿۲۷۲۹﴾ فضلِ حق نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال: میرے لڑکے کا نام ''فضلِ حق'' ہے، کیا وہ اچھا نام ہے؟ اس کا معنی ''اللہ کا فضل''

ہوتا ہے یہ صحیح ہے؟ فضل کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ ہمارے خاندان میں میرے دادا پر دادا کے نام ''رحمۃ اللہ، احمد اللہ'' تھے، لڑکے کے باپ کا نام (یعنی میرا نام) ''نذیر اللہ'' ہے اور ماں کا نام فریدا بی بی ہے اس کے بھائی کا نام ''ہدایۃ اللہ'' ہے پیدائش تین ماہِ صفر پیر کے دن کی ہے، لہٰذا یہ نام صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... نام ایسا رکھنا چاہئے جس کا معنی اچھا اور بہتر ہو اور اس میں اللہ کی عبدیت ظاہر ہوتی ہو اس کے بعد انبیاء علیہم السلام پھر اولیاءِ کرامؒ کے ناموں پر نام رکھنا زیادہ بہتر ہے، فضلِ حق نام رکھنا بھی جائز ہے، فضل کا معنی ہے ''مہربانی'' یعنی ''اللہ کی مہربانی'' لہٰذا ایسا نام رکھنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۰﴾ عادلہ نام رکھنا

سوال: لڑکی کا نام عادلہ رکھ سکتے ہیں؟ اس کا مطلب کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عادلہ مطلب ''انصاف کرنے والی'' یہ معنی ومطلب اچھا ہے، لہٰذا عادلہ نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احکام التسلیم

﴿۲۷۳۱﴾ جو سلام کا جواب نہ دے اسے سلام کرنا

سوال: زید اور عمر کی آپس میں نہیں بنتی زید سلام کرتا ہے تو بھی عمر جواب نہیں دیتا، زید سمجھدار ہے لہذا وہ یہ کہتا ہے کہ عمر جواب نہیں دیتا اس لئے وہ گنہگار رہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ عمر گنہگار رہو، اس لئے اب زید اسے سلام نہیں کرتا لہذا سوال یہ ہے کہ زید صحیح راستہ پر ہے یا غلط؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سلام کرنا تو سنت ہے لیکن سلام کا جواب دینا واجب ہے لہذا کوئی مسلمان سلام کرے چاہے دوست ہو یا نہ ہو، پہچان والا ہو یا نہ ہو، اس کے سلام کا جواب وہ سن سکے اس طرح دینا واجب ہے، جواب نہ دینے سے عمر گنہگار رہوگا۔ (شامی ج:۵) اور جن وجوہات کی بناء پر سلام نہ کرنا چاہئے ان تمام کو علامہ شامی نے جلد اول میں بیان کیا ہے اس میں ایسی کوئی بھی وجہ مذکور نہیں ہے کہ جواب نہ دینے والے کے گناہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے اسے سلام نہ کرنا چاہئے، بلکہ اس صورت میں شیطانی دھوکہ میں پڑ کر سلام کرنے کی نیت کو ترک کرنے کا گناہ ہوگا، لہذا مذکورہ بہانے کی بنا پر زید بھی غلطی پر ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۳۲﴾ عید کے دن مصافحہ کرنا

سوال: عید کے دن مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ میں انکار کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ رواج تو پہلے ہی سے چلتا آرہا ہے اور عید کے دن ملاقات کرنی ہی چاہئے یعنی کہ یہ مسجد میں کرنی چاہئے، تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عید کے دن ایسے عقیدے یا رواج کے مطابق مصافحہ یا معانقہ کرنا کہ یہ رواج تو پہلے ہی سے چلتا آرہا ہے اور ملاقات کرنی ہی چاہیئے، تو یہ سنت اور حضور ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔ (شامی ج:۵، ص:۳۳۶)

عیدگاہ اور مسجد میں عید کی نماز کے بعد فوراً مصافحہ کرنے کو منع کیا جاتا ہے، بعد میں دوستوں کے گھر جا کر عید مبارک کہنا، مصافحہ کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۳﴾ سلام کے بعد مصافحہ کرنا

سوال: سلام کرنے کے بعد مصافحہ کرنا چاہیئے؟ سنت طریقہ کیا ہے؟ مصافحہ ایک ہاتھ سے ملانا بہتر ہے یا نہیں؟ دونوں شخص ہاتھ ملاتے وقت فقط دایاں ہاتھ ملائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس میں گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سلام کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ ''یغفر اللہ لنا ولکم'' پڑھنا درست ہے، اور اگر دو ہاتھوں سے مصافحہ نہ کرے بلکہ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے تو یہ طریقہ بھی جائز ہے، اس میں گناہ نہیں ہے، لیکن دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا سنت ہے۔ (عالمگیری ج:۵، ص:۳۶۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۴﴾ سلام میں ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہنا

سوال: ایک شخص نے سلام کیا اور دوسرے شخص نے جواب دیا اور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا تو سلام کرنے والے بھائی نے کہا کہ ''ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

حضور ﷺ نے نہیں کہا ہے اور اگر و رحمة الله و بر کاته پڑھو گے تو بدعت شمار ہوگا، لہٰذا اوپر کے سوال کا جواب دے کر مہربانی فرمائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کے ساتھ ورحمة الله وبركاته پڑھنا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے اور اس کا ثبوت قرآن کریم کی آیت نیز حدیث شریف اور فقہ کی کتابوں سے ہے اسے بدعت کہنا صحیح نہیں ہے۔ (درمختار اور شامی ج:۵،ص:۲۶۶)۔

مشکوٰۃ شریف ص: ۳۹۷ پر عمران بن حصینؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور السلام علیکم کہا تو آپ ﷺ نے جواب دیا اور وہ شخص مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دس نیکیاں، اس کے بعد دوسرا شخص آیا اس نے سلام کے ساتھ ورحمة الله بھی کہا تو آپ ﷺ نے اس کا جواب بھی دیا اور وہ شخص بھی مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیس نیکیاں، پھر تیسرا شخص آیا اس نے السلام علیکم کے ساتھ ساتھ ''ورحمة الله وبركاته'' بھی کہا تو آپ ﷺ نے اس کا جواب بھی دیا اور وہ شخص بھی مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیس نیکیاں۔ (ترمذی شریف)۔ لہٰذا سلام کرنے والے اور جواب دینے والے کے لئے مذکورہ کلمات بدعت نہیں ہیں بلکہ بہتر ہیں، اور زیادتی ثواب کا باعث ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۵﴾ غیر مسلم کے سلام کا جواب

سوال: اگر کسی جگہ ایسا رواج ہے کہ مسلم اور غیر مسلم آپس میں سلام کرتے ہیں تو اس طرح ایک دوسرے کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو سلام کا جواب کس طرح

دینا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غیر مسلم کوسلام کرنا منع ہے اگر وہ سلام کرے تو جواب میں "هداك الله" یا "سلام" کہنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۶﴾ غیر مسلم کو نمسکار کرنا

سوال: ہمارے ایک دوست غیر مسلم ہے ہم روزانہ اس کے پاس جاتے ہیں، ہمارے جاتے ہی وہ سلام کرتا ہے تو ہم اس کے جواب میں "وعلیکم" کہتے ہیں، تو اس نے ایک دن ہم سے کہا کہ ہم تمہیں سلام کرتے ہیں تو کیا تم ہمیں نمسکار نہیں کر سکتے؟ تو سوال یہ ہے کہ کیا ہم اس کو "نمسکار" یا "نمستے" کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ غیر مسلم کو اس کے طریقہ کے مطابق نمستے یا نمسکار کرے، اسلام نے ملاقات اور سلام کے وقت جو بہترین طریقہ بتلایا ہے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معاملۃ مع الروافض

﴿۲۷۳۷﴾ شیعوں کو سلام کرنا

سوال: شیعہ داؤدی وہوراؤں کو سلام یعنی ''السلام علیکم'' کہنا کیسا ہے؟ اور وہ سلام کریں تو جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... انہیں ہم اپنی جانب سے سلام کرنے میں پہل نہ کریں اور اگر وہ سلام کریں تو اس کا جواب دے دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۸﴾ شیعوں کے وعظ اور عذاب حسین کے فیڈریشن میں شرکت کا حکم

سوال: ہمارے گاؤں سے دس کلومیٹر دور شیعہ لوگوں کا ایک گاؤں ہے وہاں عذاب حسین کے نام سے چار دن فیڈریشن منعقد کیا جاتا ہے، اور اس میں شیعہ لوگ وعظ فرماتے ہیں اور آخری دن آگ جلا کر ماتم ہوتا ہے اور اس وعظ میں سنی حضرات بھی شرکت کرتے ہیں، اس مجلس میں شیعہ لوگ سنیوں کے خلاف مشکوٰۃ شریف اور بخاری شریف کی حدیثوں سے اپنا شیعہ مذہب ثابت کرتے ہیں، اور ماتم میں وہ لوگ پیروں پر کوئی مسالہ لگا کر آگ پر چلتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ عقیدت کی وجہ سے وہ جلتے نہیں ہیں، جو سنی حضرات وعظ میں جاتے ہیں وہ وہاں جانچ اور معائنہ کرنے نہیں جاتے، اور نہ ہی مناظرہ کرنے جاتے ہیں، لہٰذا جو سنی حضرات جاتے ہیں اور شرکت کرتے ہیں وہ لوگ گنہگار ہونگے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جن مجلسوں میں صحابۂ کرام پر تنقید اور ان کی توہین کی جاتی ہو اور عقل قبول نہ کرے ایسے ایسے کرتب دکھائے جاتے ہوں تو اس سے ہمارے ایمان اور عقائد میں بھی خرابی اور کمزوری آنے کا خطرہ ہے، لہٰذا ایسی مجلس میں شریک نہیں

ہونا چاہئے، فتاویٰ دار العلوم میں ان کی مجلسوں میں شرکت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم: ۳۱۸/۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۳۹﴾ رافضی وہورا کا چندہ لے سکتے ہیں؟

سوال: مسجد کے تعمیری کام میں نقد رقم رافضی وہورا کی جانب سے آئی ہو تو کیا کریں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسجد میں ثواب کی نیت سے کوئی شخص (چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ہو) کوئی چیز چندہ کے طور پر دے اور مستقبل میں اس کی جانب سے مسجد کے معاملات میں دخل اندازی کا اندیشہ نہ ہو تو اس امداد کا لینا اور استعمال کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معاملة المسلمین مع المسلمین

﴿۲۷۴۰﴾ دوسرے کے کھیت سے پانی کے لئے پائپ لائن ڈالنا

سوال: میرے گاؤں میں میرا ذاتی ایک کھیت ہے، اس کے پڑوس میں ایک دوسرے مؤمن بھائی کا کھیت ہے، میرے کھیت کے مشرقی حصّے میں سرکاری کنواں ہے، جہاں اس شخص نے الیکٹرک موٹر لگائی ہے، اور وہاں سے اس شخص نے ایک پائپ لائن کھینچی ہے جو زمین کا رقبہ دیکھتے ہوئے برابر ہے، اب اس شخص نے میرے کھیت کے بیچ میں سے پائپ لائن ڈالنے کے لئے میری رضامندی یا اجازت کے بغیر کھود کام کیا ہے، اور اس کام میں مجھے رکاوٹ ڈالنی پڑی، جس پر اس شخص نے کچہری کی اجازت مانگی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

کچہری اگر قاعدے کے مطابق میرے خلاف اجازت دیتی ہے اور وہ شخص پائپ لائن ڈالتا ہے تو شریعت کی رو سے کیا اسے اس کا حق ہے؟ یا کوئی حرج آئے گا یا نہیں؟

دوسرا یہ کہ میری اجازت کے بغیر میرے کھیت میں کئے ہوئے کھدائی کے کام کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... صورتِ مسئولہ میں کنواں سرکاری ملکیت کا ہے، اور پائپ لائن ڈالنے سے زمین کے مالک کو کوئی نقصان بھی نہیں پہونچتا ہے، اور پانی لینے کے لئے اس کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں ہے تو اس طریقہ سے پائپ لائن سے پانی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ہدایہ: ۴۷۰، عالمگیری ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۴۱﴾ دوسرے کی زمین میں اُگے ہوئے درخت کاٹنا؟

سوال: میری زمین کے پڑوس میں دوسرے شخص کی زمین ہے، اور اس کے زمین میں ایسے

درخت اگتے ہیں جو میری زمین کے لئے نقصان دہ ہیں مثلاً: ان درختوں کی وجہ سے میری زمین میں بوئے ہوئے اناج کے دانے کما حقہ اگتے نہیں ہیں یا کانٹے وغیرہ گرنے کی وجہ سے کام کرنے والے شخص کو تکلیف پہونچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ تو ایسے درختوں کو چھوٹے ہوں اس وقت ہی اکھاڑ پھینکنا درست ہے یا نہیں؟ ان کے اکھاڑنے پر مالک راضی نہ ہوں اور وہ آم کے پودے ہوں تو بڑے ہو جانے کے بعد ان کے سائے سے نقصان ہوتا ہے تو اس طرح لگائے ہوئے درختوں اور پودوں کو اکھاڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دوسرے کی زمین میں اُگے ہوئے درخت ان کے مالک کی اجازت سے کاٹ سکتے ہیں، اور بغیر اجازت کے صرف اسی صورت میں کاٹ سکتے ہیں جب کہ ان کی وجہ سے اپنا ظاھراً نقصان ہوتا ہو، مثلاً: بالکل غلہ نہ پکتا ہو یا اتنی زمین بنجر رہ جاتی ہو۔ (شامی ج:۵،ص:۲۳۷-عالمگیری ج:۵،ص:۳۹)

﴿۲۷۴۲﴾ فاسق سے قطع تعلق

سوال: آپ نے گہری نظر اختیار کر کے سوال نمبر:۲ کا جواب دیا ہے ماشاء اللہ لیکن جب تک وہ آدمی مذکورہ حرکتوں سے باز نہ آئے وہاں تک ایسے شخص کے ساتھ کلام و طعام نہ کرنے میں کیا میں گنہگار رہوں گا؟

مذکورہ..... شخص پر بارہ ہزار روپے کا قرض ہے وہ اپنے داماد کو بطور وصیت اس شرط کے ساتھ اپنا گھر نمبر:۱ اور پانچ بیگہ زمین دیتا ہے کہ آپ کو میں گھر اور زمین دیتا ہوں اس کے عوض میں آپ میرا قرض ادا کر دیں لیکن شبہ یہ ہے کہ داماد وصیت کے مطابق نہیں کرے گا، اور مذکور آدمی زمین بیچ کر اپنی زندگی میں قرض ادا کر کے اس سے بری ہونا بھی نہیں چاہتا، اسی

کے ساتھ قنوت نازلہ کو بھی منسوخ بتلاتا ہے اور بہنوں کو بھی حصّہ نہیں دیتا ان تمام قبیح اور کبیرہ حرکتوں کی بناء پر اس سے ملنا جلنا اور سلام وکلام اور طعام کے قطع کرنے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص شریعت کی اصطلاح میں فاسق فاجر شمار ہوتا ہے ایسے شخص کے ساتھ اس کے شریعت کے خلاف کاموں کی وجہ سے جب تک وہ توبہ نہ کرلے، اور شریعت کے احکامات پر عمل پیرا نہ ہوجائے وہاں تک اس سے بات چیت سلام کلام اور اس کے علاوہ دیگر تعلقات نہ رکھے تو شرعاً کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ ایسا شخص اسی کے لائق ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۴۳﴾ پاک دامن عورت پر تہمت لگانا جائز نہیں حرام ہے

سوال: اگر کوئی شخص کسی پاک دامن نیک مسلمان عورت پر بہتان لگائے اور ایسی افواہ عام کردے کہ جن کا کوئی وجود ہی نہ ہو، ایسے شخص کے لئے قرآن وحدیث میں کیا حکم ہے؟ اس طرح بہتان لگا کر افواہیں پھیلانے والے کے لئے جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں اس سلسلہ کی کچھ حدیثیں باحوالہ بتلائیں۔ جن میں پاکدامن خاتون پر تہمت لگانے والے اور جھوٹی افواہ پھیلانے والے کی مذمّت بیان کی گئی ہو، مذکورہ سوال کا جواب جلد از جلد دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلام بہت ہی عمدہ اور پاکیزہ مذہب ہے اس کی تعلیم اور اس کے احکام بھی اونچے درجہ کے ہیں اور اس کے احکام بہت ہی اچھے اور بھلائی والے ہیں: جھوٹ، بدگمانی، زنا، تہمت، غیبت وغیرہ دوسری برائیوں سے اسلام سختی کے ساتھ منع

کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس کی دنیوی اور اخروی سزائیں بھی بتلائی گئی ہیں، اسی وجہ سے کسی بھی پاکدامن مسلم عورت پر بہتان لگانا یا افواہ پھیلانا جائز نہیں ہے حرام ہے، اور ایسی برائیوں کو گناہِ کبیرہ شمار کیا گیا ہے، قرآنِ پاک کی سورۂ نور میں اس سلسلہ کی بہت سی آیات بیان کی گئی ہیں جو پارہ ۱۸ میں ہیں اس کو دیکھ لینا چاہئے، بطورِ نمونہ فقط تین آیتوں کا خلاصہ ذکر کیا گیا ہے:

(۱) جو شخص پاکدامن عورت پر تہمت لگائے پھر اس کے ثبوت کے لئے چار گواہ نہ لا سکے تو ایسے شخص کو اسّی کوڑے مارے جائیں اور ایسے (جھوٹ بولنے والے) لوگوں کی مستقبل میں کبھی بھی گواہی قبول مت کرو اور یہ لوگ فاسق ہیں۔

(۲) جو شخص یہ چاہے کہ فواحش و بے شرمی کی باتیں مسلمانوں میں پھیلے (عام ہو) تو اس کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک سزا ہے۔

(۳) جو شخص کسی ایسی عورت پر تہمت لگائے کہ جو پاکدامن ہوں اور ایسی باتوں سے بے خبر ہے ایمان والی ہے، تو ایسے شخص پر دنیا و آخرت میں لعنت بھیجی گئی ہے اور اسے بڑے سے بڑا عذاب ہوگا۔

حدیث شریف میں بھی اس سلسلہ کی بہت تفصیل موجود ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو تو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ یارسول اللہ! وہ سات چیزیں کون سی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

(۱) شرک کرنا۔ (۲) جادو۔ (۳) ناحق کسی کا خون کرنا۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیموں کے مال کو ہڑپ کر لینا۔ (۶) لڑائی کے موقع پر پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ (۷) نیک پاکدامن

مسلمان عورت پر تہمت لگانا۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۱۷ بخاری شریف اور مسلم شریف وغیرہ) فقہاءِ کرام نے اس سلسلہ میں باب حد القذف نامی ایک باب قائم کیا ہے اس میں ہر چھوٹی بڑی صورت کو شامل کرلیا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ایسا شخص فاسق اور گنہگار رہے۔ (شامی ج:۳، ص۱۶۶ اور ہدایہ ج:۲، ص:۵۰۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۴۴﴾ بہتان تراشی کبیرہ گناہ ہے

سوال: ایک شخص کسی بے گناہ پر بہتان لگائے اور اس پر لگائے ہوئے بہتان کو ثابت نہ کر سکے تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کسی پر بہتان لگانا گناہِ کبیرہ ہے جس سے قرآن وحدیث میں بالکل صاف منع کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں سخت سزا وارد ہوئی ہے، لہٰذا جس کے اوپر بہتان لگایا گیا ہے اس سے معافی مانگیں، اور اللہ کے روبرو سچّی توبہ کرنا بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۴۵﴾ کسی کے نام سے غلط مضمون شائع کرکے اسے پریشان کرنا

سوال: ایک شخص نے شرارت کر کے ....نامی گاؤں کے ڈاکٹر ....کے نام کا ایک مضمون ''یودرشن'' بمبئی پر بھیجا جو یودرشن ہفت روزہ کے ۱۹۷۶/۵/۱۵ کے شمارہ میں شائع ہوا، یہ مضمون بھائی بہن کے درمیان کے ناجائز تعلقات کو فروغ دینے کی حقیقت کو اجاگر کر رہا تھا۔ اس مضمون کے چھپنے کے پانچ ماہ بعد ....نامی گاؤں کے جناب .... نے اس مضمون کو ''مجاہد نامی ہفت روزہ سورت'' میں تاریخ ....کو چھپوایا، اس میں اس مضمون کی مذمت کی گئی اور مزید یہ

کہ ’’یودرشن‘‘ کا مضمون .... نامی گاؤں کے .... ڈاکٹر ہی کا ہے ایسا اشارہ اس مضمون میں کیا گیا ہے اس کے جواب میں ڈاکٹر .... صاحب نے تاریخ .... کو ’’امید نامی ہفت روزہ سورت‘‘ میں اس کا خلاصہ چھپوا کر ظاہر کیا کہ یودرشن کے مضمون کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے اس کے باوجود تاریخ ۱۹۷۷/۱/۱ کے شمارہ میں دوبارہ جناب .... صاحب نے اس بہتان کے ساتھ لکھا کہ یودرشن کا مضمون جناب .... کا ہی ہے۔ تاریخ .... کے ’’مجاہد نامی ہفت روزہ‘‘ کے مدیر جناب .... صاحب نے جناب .... صاحب کے مضمون کی تائید کرتے ہوئے ایک اور مضمون لکھ کر شائع کیا اور دوسرے لوگوں کو یودرشن کے مضمون کے سلسلہ میں اپنی رائے لکھ بھیجنے کی دعوت دی جس کے جواب میں دوسرے لوگوں نے اپنے مضامین بھیجے اور وہ ’’مجاہد‘‘ میں شائع کئے گئے، درجِ ذیل تفصیل کے متعلق شریعتِ مطہرہ ومفتیانِ کرام شریعت کی روشنی میں کیا فرماتے ہیں؟ بالتفصیل جواب مرحمت فرمائیں:

(۱) اگر کوئی شرارتی شخص دوسرے کو بدنام کرنے کے لئے اس دوسرے شخص کے نام سے کوئی مضمون لکھے تو اس شخص کے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں جو اس میں شامل ہیں شریعت کی جانب سے کیا حکم ہے؟

(۲) کسی شخص پر بہتان لگا کر اس کو بدنام کرنے کے ارادے سے اگر کوئی مضمون نگار اس شخص کے صاف انکار کے باوجود اس پر مضامین لکھتا رہے اور بہتان لگاتا رہے تو اس شخص کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

(۳) ایسے بہتانوں کو فروغ دے کر کسی کی آبروریزی کرنے میں مدد کرنے یا کرانے

والے اخبار کے مدیر کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتے ہیں کہ: ﴿والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا وإثما مبینا﴾ (الأحزاب: ۵۸)۔ ترجمہ: اور جو لوگ مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کو جو کام انہوں نے نہیں کیا پھر بھی اس سے تکلیف پہونچاتے ہیں تو یہ لوگ ایسے ہیں جو بہتان اور کھلم کھلا گناہ کے کام کرتے ہیں۔ (سورۂ احزاب)۔

نیز ایک حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ حضور ﷺ کا پاک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس پر ظلم نہیں کرتا اور اس کو ذلیل نہیں کرتا۔ (مشکوٰۃ ص: ۴۲۲) اور دوسری ایک حدیث شریف میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جو کسی مؤمن کو تکلیف پہونچائے یا اس کے ساتھ دھوکہ بازی کرے۔ (مشکوٰۃ ص: ۴۲۸) مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں حضرت فضیلؒ کا ایک قول ''تفسیر مدارک'' میں ہے وہ فرماتے تھے کہ بغیر ضرورتِ شدیدہ کے تیرے لئے سوروں اور کتوں کو بھی تکلیف پہونچانا جائز نہیں ہے تو پھر مسلمان مرد اور عورتوں کو تکلیف پہونچانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ (جلد: ۲ ص: ۴۷۸)۔ خلاصہ یہ ہے کہ سوال میں جو تفصیل مذکور ہے وہ اسلامی تعلیمات واخلاق اور اسلامی شان کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

معاملة المسلمين مع غير المسلمين

﴿۲۷۴۶﴾ غیر مسلم کی تعزیت اور کفن اور دفن میں اعانت

سوال: کسی غیر مسلم گھرانے کے ساتھ گھر جیسا تعلق ہو اور ان کے یہاں کسی کا انتقال ہو جائے تو ان کے یہاں جانا اور کفن اور دفن میں اعانت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تعلقات والے غیر مسلم کے انتقال پر ان کے یہاں جا کر ان کی اولاد اور ان کے رشتہ داروں کی شریعت کی حد میں رہ کر تعزیت کرنا جائز ہے، تعزیت میں یوں کہا جائے کہ ہمارے ساتھ بہت زیادہ محبت اور تعلقات رکھتے تھے اچھے ملنسار، مزاج کے تاجر تھے، آپ صبر کریں اور ہمارے لائق کوئی خدمت ہو تو ضرور بتائیں، آپ کے ساتھ ہمیں ہمدردی ہے یعنی ایسے الفاظ کہے جائیں، تو درست ہے۔

کسی مسلم میت کے لئے جس طرح دعا کے الفاظ کہے جاتے ہیں اس طرح دعائیہ کلمات نہ کہے جائیں، اور ان کے مذہبی رسوم میں ساتھ نہ دیں، ان کے جنازہ کو کندھا نہ دیں، ان کی مالی مدد کر سکتے ہیں۔ (درمختار، نصاب الاحتساب) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۴۷﴾ ہنود کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا

سوال: مجھے بہت دنوں سے ایسا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو ہنود کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہیں کھانا چاہئے، میرے اندازے کے مطابق یہ کھانا حلال نہیں ہے، کیوں کہ وہ لوگ غسل نہیں کرتے، اور ان کا غسل بھی صحیح نہیں ہوتا تو ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کفر و شرک کی جو بدی اور نجاست ہے وہ عقائد میں ہونے کی وجہ سے جسم کے اعضاء پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا، لہٰذا ان کے غسل نہ کرنے کی وجہ

سے یا غسل ادا نہ ہونے کی وجہ سے جو نجاست باقی رہتی ہے وہ بھی حکمی نجاست ہے جو ان کے ہاتھ میں یا برتنوں میں یا پکانے میں نہیں آتی، اور جس طرح مسلم حائضہ و نفساء کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے، اسی طرح کسی کافر یا مشرک کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۴۸﴾ غیر مسلم کی جانب سے خوشی کے موقع پر آنے والی اشیاء کا کھانا

سوال: غیر مسلم کی جانب سے ان کی خوشی اور تہوار کے موقعہ پر ہدیہ میں آنے والی چیزوں کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اگر وہ چیز چڑھاوے (پَرساد) کی نہ ہو، ہدیہ کے طور پر ہو اسی طرح اس میں کوئی حرام چیز ملائی گئی نہ ہو تو کھانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۴۹﴾ مندِر کا چڑھاوا (پرساد)؟

سوال: ہندو لوگ بعض مرتبہ مندر میں سے چڑھاوے کے نام پر آنے والی چیزیں ہر ایک کو تقسیم کرتے ہیں، تو مسلمانوں کے لئے ان کا کھانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ناجائز و حرام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۵۰﴾ مسلمان کا غیر مسلم کو اپنے یہاں دعوت میں شراب پلانا

سوال: کوئی مسلمان کسی ایسے غیر مسلم کو جس کے ساتھ کاروباری تعلق ہو دعوت کے موقعہ پر یا کسی اور موقع سے شراب پلا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کو شراب پلائے، حدیث شریف میں ایسے شخص پر لعنت وارد ہوئی ہے جو شراب پیئے اور

پلائے لہٰذا مسلمانوں کو ایسے ملعون کاموں سے بچنا چاہئے، مشکوٰۃ شریف (فقط واللہ اعلم)

﴿۲۷۵۱﴾ بھنگی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھانا، اسے اچھوت سمجھنا

سوال: ہندو مذہب میں بھنگی کو ادنیٰ طبقے میں شمار کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاتے اور ہاتھ کا پانی بھی نہیں پیتے، اور اس کو ''اچھوت'' شمار کرتے ہیں، لیکن حکومت نے اس کے برعکس قانون بنایا ہے اسی وجہ سے ہوٹل وغیرہ دیگر عام جگہوں پر قریب بٹھاتے ہیں تو کیا اسلام بھی ایسے بھنگی لوگوں کو ایسا ہی شمار کرتا ہے؟ میری سوچ کے مطابق اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ اور فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ مشرک ہیں اور ہم مسلمان۔

دوسرا یہ کہ ان کے ہاتھ کا کھانا پینا یا ان کے ہاتھ کا ان کے ہی گھر میں بنایا ہوا کھانا کھانا کیسا ہے؟ ہندوستان میں ہندو وغیرہ اقوام کے ساتھ ہمیں رہنا ہے، ان کے ساتھ کھانا پینا ہے جس کی بناء پر احتیاط نہ کرسکیں تو کچھ گناہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اسلام میں چھوت اچھوت کچھ نہیں ہے، لہٰذا ان کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا کھانا درست ہے۔ اور ان کے ساتھ بیٹھ کر بھی کھا سکتے ہیں، لیکن یہ لوگ خدا کے ساتھ دوسری مخلوق کو شریک ٹھہراتے ہیں لہٰذا یہ اللہ کے دشمن ہیں تو جتنا ہو سکے اتنا دور رہنا بہتر ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۵۲﴾ ہریجن کے ہاتھ کا پانی پینا

سوال: ہریجن کے ہاتھ کا پانی پینے سے شریعت نے کیوں منع کیا ہے؟ اور بھنگی کے ہاتھ کا پانی پینے کی اجازت کیوں دی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہریجن کے ہاتھ کا پانی پینے کا عدم جواز شریعت کی

کس دلیل سے ثابت ہے؟ شریعت پاکیزگی کو تسلیم کرتی ہے، لہٰذا کسی بھی انسان کا ہاتھ، برتن وغیرہ پاک ہو تو اس کے ہاتھ کا پانی پینا یا دوسرے کسی استعمال میں لینا منع نہیں ہے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۵۳﴾ غیر مسلمان سے اچھا برتاؤ

سوال: غیر مسلمان سے کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو تو ہم کو کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ غیر مسلمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، گھومنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: غیر مسلمان سے حسن سلوک کرنا جب کہ وہ بھی ہم سے حسن سلوک کرتا ہو جائز ہے، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور گھومنے پھرنے میں خلاف شریعت کوئی کام نہ ہوتا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یا ان کے شر اور برائی سے بچنے کے لئے ان سے دوستی کا اظہار کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن بغیر ضرورت کے اتنی زیادہ دوستی نہ کر لی جائے کہ آیت شریفہ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاء "ترجمہ: کفار کو اپنا دوست نہ بناؤ" کی ممانعت میں داخل ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۵۴﴾ کفار کے ساتھ دوستی

سوال: کفار کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھنا چاہئے؟ اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں تو ہمیں ان کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئے؟ اس بارے میں شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے؟ کفار کے ساتھ بیٹھنا، کھانا پینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کفار کے ساتھ حسن سلوک کرنا جب کہ وہ بھی ہمارے

ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں تو ممنوع نہیں ہے، انکے ساتھ بیٹھنے، کھانے پینے میں کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو تو جائز ہے، یا انکے شر و برائی سے بچنے کے لئے ان سے اچھا تعلق ظاہر کیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، لیکن ان سے اتنا گہرا تعلق بھی نہیں ہونا چاہئے کہ آیت شریفہ **لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین** (مؤمنین کو چاہئے کہ وہ کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں) کی ممانعت میں داخل ہو جائے۔

﴿۲۷۵۵﴾ کافر کو کافر کہنا

سوال: کیا کافر کو کافر کہنا گناہ ہے؟ اگر یہ گناہ ہے تو کس آیت یا کس حدیث سے یہ گناہ ہے اس کی وضاحت فرمائیں؟ کیا غیر مسلمان کو کافر کہا جا سکتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... کفر کا معنیٰ چھپانا، انکار کرنا اور ناشکری کرنے کے آتے ہیں، اور شرعی اصطلاح میں جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے کسی ایک بات کو بھی نہ ماننا کفر ہے، اور ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں، اور اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ماننا یا ساجھے دار سمجھنا شرک ہے، اور ایسا شخص شرعی اصطلاح میں مشرک کہلاتا ہے، اس لئے جو شخص اسلام کے بنیادی عقائد کو دل سے نہ مانتا ہو اور زبان سے ان کا اقرار نہ کرتا ہو وہ کافر کہلائے گا اور کافر کو کافر کہنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ (معارف القرآن: ۱/۱۴۶) البتہ کسی مسلمان اور مؤمن شخص کو کسی مضبوط دلیل یا ثبوت کے بغیر کافر یا مشرک کہنا گناہ ہے۔

﴿۲۷۵۶﴾ ہنود کا تہوار کے موقع پر ہدیہ دینا

سوال: دیوالی کے موقع پر ہندو شخص مٹھائی یا کوئی چیز ہدیہ میں دے تو اسکا لینا اور استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......ہم جس جگہ رہتے ہیں وہاں غیر مسلمان بھی آباد ہیں، اور غیروں سے تجارت اور پڑوس وغیرہ کا بھی تعلق رہتا ہے، اور رشتہ اچھا رکھنے اور قائم رکھنے کا حدیث شریف میں حکم دیا گیا ہے، لہذا انکے تہوار یا موت اور میت کے وقت مذہبی رسم و رواج میں شرکت کرنا تو جائز نہیں ہے لیکن ہماری طرف سے یا ان کی طرف سے ہدایا، تحائف یا خوشی کے موقعہ پر مٹھائی یا قربانی کے وقت گوشت وغیرہ دینا لینا جائز اور درست ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۵۷﴾ ہنود کو دینی کتابیں پڑھنے کے لئے دینا

سوال: میں نے گھر کے آگے کے حصہ میں دُکان بنائی ہے دکان میں مسلمان غیر مسلمان دونوں طرح کے گاہک آتے ہیں، میرے گھر میں دکان کے قریب ایک ٹیبل ہے ٹیبل پر دینی کتابیں رکھی رہتی ہیں تو ہندو گاہک کبھی کبھی وہ دینی کتابیں بھی پڑھتے ہیں تو کسی ہندو شخص کو دینی کتابیں پڑھنے دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہنود دینی کتابیں پڑھتے ہوں اور اس کی بے ادبی نہ کرتے ہوں تو انہیں پڑھنے دینے میں حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۵۸﴾ کرسمس کے تحفوں کا حکم

سوال: یہاں عیسائی حضرات پچیس دسمبر کے روز کرسمس کا تحفہ دوستوں اور برادری والوں کو دیتے ہیں، اسی طرح ہائی اسکول اور کالجوں میں بھی ٹیچر وغیرہ طلباء کو تحفے دیتے ہیں اور طلباء بھی ٹیچروں کو دیتے ہیں اور عیسائی اس دن کو عید کا دن مانتے ہیں تو کیا مسلمانوں کو دئے ہوئے تحفے اور نقد روپے وغیرہ مسلمان اپنے کام میں لا سکتے ہیں؟ اور مسلمان بھی اس

دن عیسائی قوم کو کوئی چیز دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......خوشی کے موقع پر ہدایا وتحائف وغیرہ غیر مسلموں کو دینا یا ان کی طرف سے لینا درست اور جائز ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۵۹﴾ کرسمس ڈے کے دن ٹرکی کھانا اور تفریحی مقامات کی سیر کرنا

سوال: بندہ جزیرہ باربے دوز (BARBADOS) کا رہنے والا ہے،اس ملک کی اکثریت نصاری کی ہے یہاں کے مسلمان انکے ساتھ رہنے سہنے کی وجہ سے انکے بعض اعمال،افعال و حرکات میں یا تو تشبہ اختیار کرتے ہیں یا مشابہت ہو جاتی ہے اس میں بعض چیزوں کی وضاحت مطلوب ہے۔

ا......۲۵ دسمبر نصاری کا خاص جشن ہے جس میں وہ میلا د عیسیٰ علیہ السلام مناتے ہیں اس دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ لوگ گرجا گھر سے واپس آکر کھانا کھاتے ہیں اور اس وقت اہتمام سے ٹرکی پکا کر سب مل کر کھاتے ہیں؟

(الف) سوال یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس دن ترکی مرغی پکا کر کھائے تو کیا حکم ہوگا؟ اگر یہ دعویٰ ہو کہ تشبہ کی نیت سے نہیں صرف ترکی مرغی کھانے کی رغبت میں کھا رہا ہو تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

(ب) اگر ۲۵ دسمبر کو نہیں بلکہ کسی دوسرے دن جو اس تاریخ سے قریب ہے ترکی مرغی کھایا جائے تو کیا حکم ہے؟ یہ بات واضح رہے کہ گو بازاروں میں پورا سال غیر مسلمان کا ذبح شدہ دستیاب ہوتا ہے لیکن جاندار ترکی مرغی کو مسلمان ذبح کر سکے ایسا انہیں ایام میں دستیاب ہوتا ہے،لوگ پال کر اس موقع پر بیچتے ہیں۔

۲......اسی دن (کرسمس ڈے ۲۵ دسمبر) کو نصاری گھر سے بہت کم نکلتے ہیں اور پورا دن مکمل یا اکثر تفریحی جگہیں خالی ہوتی ہیں جسکی وجہ سے کسی تفریحی جگہ پر ہجوم نہیں ہوتا اس کو غنیمت سمجھ کر بہت سے مسلمان خاندان تفریح کے لئے نکلتے ہیں، اگر کوئی اور منکر نہ ہو مثلاً بے پردگی اختلاط وغیرہ تو کیا حکم ہے؟ یہ سلسلہ ہر سال ہوتا ہے اور بعض خاندانوں کے بچے اسکے عادی ہیں کہ اسی دن تفریح ہوگی۔

۳......اس دن اور اس سے قبل ایام میں ہدیہ دینے لینے کا رواج ہے جن لوگوں کا غیر مسلمان کے ساتھ ناجائز تعلق ہے وہ بعض مسلمان کو ہدیہ دیتے ہیں نیز بعض کمپنیاں بطور عموم ان سے تجارت کرنے والوں کو کچھ قلم، گلاس وغیرہ دیتے ہیں۔

(الف) اس دن ان ہدایا کا لینا کیسا ہے؟

(ب) بعض کام کرنے والے یہ توقع رکھتے ہیں کہ اس موقع پر ان کو کچھ دیا جاوے تو ان کو دینا کیسا ہے؟ اگر نہ دیا جائے تو ان کو صدمہ ہوتا ہے اور پھر پورا سال ان سے کام لینا مشکل ہوتا ہے۔

۴......انہی ایام میں نصاریٰ کا ایک معمول یہ ہے کہ بازاروں اور گھروں کو خوب مزین کرتے ہیں عام طریقہ اس کا یہ ہے کہ مختلف رنگ کی لائٹیں جلائی جاتی ہیں، بعض مسلمان خود یا اپنے بچوں کو تماشہ دکھانے کے لئے بازاروں میں اور انہیں خاص علاقوں میں لے جاتے ہیں، جہاں لائٹیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں اس کو دیکھنے کے لئے جانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......۲۵ دسمبر کو عیسائی حضرات ٹرکی مرغی کھاتے ہیں اور یہ مرغیاں عامۃً انہیں ایام میں ملتی بھی ہیں، اس لئے اگر کوئی مسلمان اس دن یا آگے پیچھے

اس کو کھائے تو یہ شرعاً ممنوع یا تشابہ نہیں ہے، کھا سکتے ہیں، اور اسی طرح ہوٹلوں میں چھٹی گزارنے کا مسئلہ بھی ہے پردہ اور دوسرے احکام کی رعایت کی جاتی ہے دل میں کافروں کے شعار سے نفرت بھی ہے ان کے امور میں شرکت بھی نہیں ہے تو اس میں شرعا ممانعت نہ ہوگی۔

تجارت یا ملازمت یا مصاحبت کی وجہ سے اس دن ہدیہ تحفہ تحائف کا ایک دوسرے سے لین دین کیا جائے تو یہ بھی درست ہے، اپنے گھر میں لائٹنگ کرنا یا کرسمس ٹری لگانا تو جائز نہیں ہوگا۔ (کمافی العالمگیری) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۶۰﴾ کرسمس ڈے اور کرسمس پارٹی میں شرکت کا حکم

سوال: (۱) کرسمس کسے کہتے ہیں؟ یہ مذہبی تقریب ہے یا ملکی تقریب ہے؟ یا سالانہ تقریب ہے؟ شریعت مطہرہ میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

(۲) کرسمس ڈے کے دن دیکھا جاتا ہے کہ کچھ مسلمان برادر بھی اپنے گھروں کو سجاتے ہیں، جیسا کہ عیسائی اپنے گھروں کو خاص کر کرسمس ٹری، لائٹیں اور گولے وغیرہ سے سجاتے ہیں، اور کرسمس کی خوشی مناتے ہیں، تحفے تحائف تقسیم کئے جاتے ہیں، نیز ان دنوں کرسمس پارٹی کے نام سے دفتروں، اسکولوں اور کارخانوں میں دعوت رکھی جاتی ہے، جس میں انواع واقسام کے پرتکلف کھانے پینے کی اشیاء، شراب، ناچ، گانے وغیرہ ہوتے ہیں، جس میں مرد اور عورتیں ایک ہوکر خوشیاں مناتے ہیں اور حصہ لیتے ہیں، اسکولوں میں لڑکے اور لڑکیاں اسی نام سے پارٹی کرتے ہیں اور اپنے مذہبی رواج کو فروغ دیتے ہیں، کچھ اسکولوں میں صرف کھانا پینا ہوتا ہے اور کچھ اسکولوں میں شراب کے علاوہ ہر طرح کے خرافات ہوتے

ہیں، حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریم کا ڈراما کیا جاتا ہے، جس میں مسلمان لڑکے لڑکیاں بھی حصہ لیتے ہیں، اسی طرح اور بھی عیسائی مذہب کے رواج ہوتے ہیں۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ

۱......ان حالات میں جبکہ مذہبی اور قومی رسموں کو فروغ دیا جارہا ہو اور اسکی اہمیت مسلمانوں اور مسلمانوں کے بچوں کے دلوں میں پیوست کی جارہی ہو (اگر چہ اس میں دوسرے خرافات نہ بھی ہوں) پھر بھی ان پارٹیوں میں شرکت کرنا مسلمان اور ان کے بچوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

۲......ایسی اسکول جسکے ذمہ دار مسلمان اکثریت میں ہوں اور اس رسم کو بند کرانے پر قادر ہوں، ایسی اسکول میں مسلمان منتظمین کا پارٹی کی اجازت دینا کیسا ہے؟ اور ان پارٹیوں میں مسلمان بچے بچیوں کا شرکت کرنا اور حصہ لینا کیسا ہے؟

۳......مخصوص شرائط کے ساتھ کرسمس پارٹی کی اگر اجازت دیدی جائے تو اس اجازت کو دلیل بنا کر عوام ہر طرح کی کرسمس پارٹی میں حصہ لینے کو جائز سمجھیں گے، اور حدود سے تجاوز کا پورا امکان ہونے کی وجہ سے مخصوص شرائط کے ساتھ کرسمس پارٹی میں حصہ لینے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہر قوم و ملت میں کچھ خاص ایام عید و تقریب کے ہوتے ہیں، اسی طرح کرسمس بھی عیسائیوں کی عید اور تقریب کا دن ہے، حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی خوشی میں یہ دن منایا جاتا ہے، انسائکلو پیڈیا آف بریٹانیکا میں ہے: چوتھی صدی عیسوی میں اس کی ابتداء ہوئی اور رومن تہذیب سے یہ آئی ہے۔ (صفحہ: ۷۰۴/۵) اور عیسائی

تہذیب کی اشاعت، طبع کی سہولت اور غلبہ کی وجہ سے اس خالص مذہبی تقریب میں دوسرے خرافات کے ساتھ دوسری قوم میں بھی مقبول ہو کر ایک جشن کی صورت اختیار کر لی ہے، کچھ چیزیں اس میں ایسی ہیں جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے صرف عیاشی اور خواہش پرستی ہے۔

اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے، زندگی کے ہر گوشے اور موقعہ کے لئے اس میں مکمل رہنمائی موجود ہے، مسلمان اور غیر مسلمان کے ساتھ سلوک کرنے کے طریقوں کو اسلام نے مفصل طور پر بیان کیا ہے، آپ ﷺ کے صحابہؓ نے حبشہ میں قیام کر کے اور دوسرے ملکوں اور قوموں میں رہ کر علمی اور عملی رہنمائی فراہم کی ہے، دوسروں کی تہذیب اور اخلاق سے متاثر نہیں ہونا چاہئے بلکہ نیک عمل و اخلاق حسنہ سے دوسروں کو متاثر کرنا چاہئے، اس لئے کہ اسلامی تہذیب وتمدن دوسرے تمام مذاہب کے مقابلہ میں اعلیٰ وافضل ہے، آج مسلمانوں کی بڑی تعداد دوسرے ملکوں میں اور دوسری اقوام کے درمیان رہ رہی ہے انہیں روزانہ کے معاملات میں ان سے سابقہ پڑتا ہے، غیروں سے تعلقات میں تفصیل یہ ہے کہ:

۱...... اگر کوئی شخص اپنے مذہب کا تخصص و وقار باقی رکھتے ہوئے غیروں کے مذہبی رسم و رواج میں بالکل حصہ نہ لے اور ایسا کرنے سے اس کے مرتبہ اور مال میں نقصان آتا ہو تو بھی اس کو برداشت کرے تو یہ شخص دین کا مجاہد، متقی اور اللہ کا برگزیدہ بندہ اور سچا امتی کہلائے گا۔

۲...... اور جو مسلمان اس دن کو عظمت والا سمجھ کر ان کی موافقت میں عیسائیوں کی تقریب میں حصہ لیتا ہے اور خوشی مناتا ہے گھر کو سجاتا ہے، روشنی کرتا ہے یا انکے مذہبی رسم و رواج

میں شرکت کرتا ہے تو فقہاء اس عمل کو کفریہ عمل گردانتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ شخص ایمان کی دولت سے محروم ہو جاتا ہے، فتاویٰ بزازیہ میں ہے: مجوسیوں کی تقریب نیروز میں جانا اوران کی اتباع کرنا کفر ہے۔

۳...... جو شخص ان کی تقریبات میں حصہ نہیں لیتا، اوران کی تقریبات کی خوشی بھی دل میں محسوس نہیں کرتا، بلکہ دل سے اس سے نفرت کرتا ہے اور معاملات اور دنیوی فائدہ کی غرض سے یا نقصان یا تکلیف کے ڈر سے تحفہ تحائف یا مبارکبادی کے کارڈ بھیجتا ہے تو اس سے کفر تو لازم نہیں آتا لیکن تشبہ ضرور ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے اور چونکہ یہ مذہبی تقریب کا مسئلہ ہے اس لئے عدم جواز کو ترجیح دی جائیگی اور تعلقات برقرار رکھنے کے لئے تحفہ تحائف کی گنجائش ہے۔

مخصوص شرائط وحدود کی رعایت کے ساتھ پارٹی کی جائے تو اسے دوسرے لوگ جواز کی دلیل بنا کر ناجائز پارٹی کو بھی جائز سمجھنے لگیں گے جیسا کہ آج کل عوام کا یہی حال ہے تو اس صورت میں حدود کی رعایت کے ساتھ کی جانے والی پارٹی سے بھی روکا جائیگا، جیسا کہ قرآن پاک میں صحابہ کرام کو راعنا کے بجائے انظرنا کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نابالغ لڑکے لڑکیوں کو، اسکول اور مدرسہ اور گھر کے ماحول میں عیسائی اور دوسری تہذیبوں اور تمدنوں سے دور رکھا جائے تب ہی ان کے ایمان اور اعمال کی حفاظت ہوسکتی ہے، ورنہ مستقبل میں خطرہ ہے کہ مسلمان کہیں صرف نام کے مسلمان نہ رہ جائے، اس لئے ہر وہ چیز جس میں عیسائیت یا عیسائی تہذیب کی جھلک ہو اس سے ہر مسلمان کو بچانا لازم اور ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ما یتعلق بالغرامات

﴿۲۷۶۱﴾ جائز حق کی وصول یابی کے لئے مقدمہ کرنا

سوال: ایک گھر ہے اس کے پیچھے ایک باڑا ہے اس میں ایک گھوڑے کا اصطبل ہے لیکن وہ اصطبل پرانا ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے اسی وجہ سے گھوڑے والے کو اصطبل چھوڑ دینا پڑا ہے اور یہ جگہ میونسی پالیٹی میں درج ہے اس لئے اگر ہم اسے پھر سے بنانا چاہیں تو ٹاؤن پلاننگ (Town planning) کے قاعدے کے مطابق ہمیں جرمانہ بھرنا پڑے گا اس لئے ہمیں رکنا پڑا، لیکن گھوڑے والے ادنیٰ قسم کے لوگ ہونے کی وجہ سے اسے تعمیر کرنے کے لئے آئے، اور لڑائی جھگڑا اور ہاتھا پائی کر کے ہماری ماں بہن اور چھوٹے بھائی کو مار کر چلے گئے۔ ہم نے وہ اصطبل ''از راہ احسان'' سے دیا ہوا تھا لیکن وہ لوگ غاصبانہ قبضہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ ہماری یہ جائداد ہمارے والد کے نام پر ہے لیکن وہ ممبئی میں ملازمت کرتے ہیں۔ اور جس وقت یہ اصطبل ٹوٹ گیا اس وقت ہمارے والد آفس کے کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ تو ایسے حالات میں بڑے لڑکے کو کورٹ میں دعویٰ درج کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ ماں بہن کی عزت اور والد کی غیر حاضری میں ان کے حق کی پامالی کی کوشش کرنے والوں کے خلاف بڑے لڑکے کو دعویٰ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ پورے گھر کی ذمہ داری بڑے لڑکے پر ہی ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ''از راہ احسان'' استعمال کرنے کے لئے دی گئی چیز کو شریعت کی اصطلاح میں ''عاریت'' کہا جاتا ہے، اس میں دونوں فریقوں کی رضامندی ضروری ہے۔ زبردستی کرنا غصب میں شمار ہوگا، جس کا سخت گناہ ہے، اس لئے مسلمانوں کو

ایسے کاموں سے بچنا چاہئے، اپنے جائز حق کو حاصل کرنے کے لئے کورٹ میں جانا اور دعویٰ کرنا جائز ہے۔

نوٹ: کورٹ میں جا کر روپئے اور وقت برباد کرنے سے بہتر اسلامی اصولوں کے مطابق فیصلہ کروانا مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۶۲﴾ ایکسیڈنٹ میں خرچ لے سکتے ہیں؟

سوال: میرا اچانک ایکسیڈنٹ ہوا تھا جس میں مجھے بہت سے زخم لگے تھے ایکسیڈنٹ میں میرے دونوں پیر فیکچر ہو گئے تھے اور سر اور آنکھ میں بھی لگا تھا اور اس وقت میری ایسی حالت ہوگئی تھی کہ بچنے کی کوئی امید نہ تھی چار مہینے علاج کروانے کے بعد اب جب میں چلتا ہوں تو پیر لنگڑاتا ہے، آنکھ بھی بھینگی ہوگئی ہے جسم میں پہلے جیسی طاقت بھی نہیں رہی، اسپتال میں چار سے پانچ ہزار روپے کا خرچ ہو گیا یہ پورا خرچ خود میں نے ہی برداشت کیا، اور میں نے کورٹ میں دعویٰ دائر کیا ہے، اور دعوے میں گواہ پیش کئے اور روپے پچیس ہزار کا دعویٰ کیا ہے، اگر میں مقدمہ میں کامیاب ہو گیا تو میرے علاج کے خرچ کے علاوہ جو زائد روپے بچتے ہیں ان کا لینا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ اگر شریعت کی رو سے یہ زائد پیسہ لینا جائز ہو تو یہ پیسہ کسی مدرسہ میں یا مسجد میں یا اسپتال میں دے سکتا ہوں یا نہیں؟ یا میں خود استعمال کر سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... ایکسیڈنٹ میں اپنی غلطی نہ ہو اور سامنے والے کی غلطی ہو تو نقصان کا ہرجانہ لے سکتے ہیں اور یہ روپے خود اپنے کام میں اور دینی کام میں استعمال کرنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۶۳﴾ گناہ پر مالی جرمانہ لازم کرنا

سوال: ایک شخص سے کوئی گناہ ہوا ہے اور گاؤں کی جماعت اس پر کوئی اقدام کرنا چاہتی ہے اور بطور سزا کے ۵۰۰/روپئے جرمانہ عائد کرتی ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ کیا گنہگار کو وہ روپئے دینے ضروری ہیں؟ اور اس جرمانے کی رقم جماعت استعمال کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضورﷺ نے کسی بھی مسلمان پر گناہ کی وجہ سے مالی جرمانہ عائد کر کے رقم وصول کرنے سے منع فرمایا ہے اور کسی مسلمان سے مالی جرمانہ لینے کو حرام قرار دیا ہے، لہٰذا مسلم جماعت کے لئے بھی مالی جرمانہ عائد کرنا ناجائز کہلائے گا۔ (شامی اور ھدایہ) اس کے باوجود اگر کوئی جماعت خلاف شریعت کارروائی کرے تو جرمانہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے، اسی طرح جرمانے میں دی جانے والی رقم پر سے رقم ادا کرنے والے کا حق ختم نہیں ہوتا، لہٰذا اس کو استعمال کرنے کا جماعت کو حق نہیں، رقم ادا کرنے والے کو یا وہ نہ ہو تو اس کے ورثاء کو واپس کر دینی چاہئے۔ (مسلم گجرات فتاویٰ سنگرہ اور کتب فقہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۶۴﴾ ٹی وی دیکھنے یا دکھانے والے پر جرمانہ لازم کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کے چند گھروں میں ٹی وی ہے اس میں فلمیں وغیرہ آتی ہیں، گھر والے اور باہر کے لوگ سب ہی آکر دیکھتے ہیں تو گاؤں کے ذمہ داروں نے دیکھنے والوں اور دکھانے والوں پر جرمانہ لازم کیا ہے، تو اس طرح جرمانہ لازم کرنا شرعاً جائز ہے؟ جرمانہ لے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر اس پر عمل نہ کریں تو بائیکاٹ کرنے کی باتیں کرتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ٹی وی پر آنے والے پروگرام جس میں فلمی گانے اور فلم وغیرہ ہوتی ہیں، نیز اجنبی عورتیں بھی ان فلموں میں ہوتی ہیں جس کی بناء پر یہ ناجائز وحرام کام ہیں، ان سے مسلمانوں کو ضرور بچنا چاہئے، اور دوسرے لوگوں کو دکھانا ان کے گناہ کے کام میں سبب بننے کی وجہ سے یہ دہرا گناہ ہے، نیز اس کی وجہ سے گھر میں نحوست اور شیطانی اثر بھی ہوتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو خصوصاً ایسے گناہ کے کاموں سے بچنا ضروری ہے جن میں دینی ودنیوی دونوں خرابیاں ہیں، لوگوں کو گناہوں کی برائیاں اور قرآن وحدیث کی وعیدیں بتلا کر اور سمجھا کر ان برائیوں سے روکنا چاہئے، مالی جرمانہ عائد کرنا اور لینا جائز نہیں ہے، جو شخص شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو تو اس کو حکمت وحسن تدبیر سے سمجھانا چاہئے، اس کے باوجود بھی اگر نہ مانے تو قوت وطاقت سے اصلاح کی امید ہو تو اس طرح اصلاح کرنی چاہئے اور اسی میں سے بائیکاٹ کرنا اور تعلقات ختم کرنا ہے، لہٰذا تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے عمل کرنا چاہئے، موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی حالت کو دیکھتے ہوئے کسی کا بائیکاٹ کرنے سے دوسرے فتنوں اور باہمی تعلقات میں خرابیاں پیدا ہونے کا امکان ہے، نیز جماعت کے ذمہ داروں کا بھی حد سے تجاوز کرنے کا امکان ہونے کی وجہ سے ایسے فیصلوں پر خوب غور وفکر کر کے عمل کرنا چاہئے، ہم لوگ دل کا آپریشن کراتے ہیں لیکن اس کے لئے ہم انتہائی غور وفکر کرنے کے بعد مجبوراً عمل کرتے ہیں اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۶۵﴾ ڈاکٹر کے علاج کے نتیجہ میں نقصان ہوا تو کیا اس سے جرمانہ لیا جا سکتا ہے

بخدمت گرامی قدر جناب مولانا مفتی صاحب دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں :

سوال: (الف) عرصہ تین سال سے **زید** یہاں ایک اسپتال کے ڈاکٹر سے اپنے پیٹ کی ایک بیماری کے لئے زیر علاج ہے۔ یہ مرض بقول ڈاکٹر کے لاعلاج ہونے کی وجہ سے دوا سے تھوڑا بہت کنٹرول ہوسکتا ہے مکمل شفاء یاب نہیں ہوسکتا۔ اثنائے علاج ایک مرتبہ شدت تکلیف کی وجہ سے زید کو ایک اور دوا دی گئی جس سے اس کو بطور ضمنی اثر (Side Effect) ذیابیطس کا مرض لاحق ہوگیا۔ ڈاکٹر کے علم میں جب یہ بات لائی گئی تو اس نے بغیر کسی اظہار تعجب کے کہا کہ یہ دوا کا ضمنی اثر ہے۔ بعد میں اس نے بتدریج وہ دوا کم کر کے بند کردی۔ اور دوسری دوا تجویز کی جو سابق دوا کے مقابلہ میں بے ضرر یا کم ضرر ضرور تھی۔ کیا ڈاکٹر کو دیگر متبادل اور بے ضرر دوا کے ہوتے ہوئے اول وہلہ میں سخت اور دیگر مفضی امراض دوا کے استعمال پر، نیز مریض کی صحت سے غفلت برتنے پر، اوراس کو ذیابیطس جیسے خطرناک دائمی مرض میں مبتلا کرنے پر ضامن یا قصور وار قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

ڈاکٹروں کی رائے میں مرض ذیابیطس ام الامراض ہے۔ بقول ان کے اس بیماری سے جوڑوں کا درد، بینائی کی کمزوری، زخموں کا بدیر مندیل ہونا، گردش خون میں رکاوٹ، جگر و گردوں کا متاثر ہونا، یہانتک کہ عارضہ قلب بھی اس کا مرہون منت ہے۔ اور مریض دائمی طور پر اس کا شکار ہوکر پوری زندگی سلب آزادی، خورد و نوش سے مکمل پرہیز اور پابندی سے دوا اور انجکشن لینے پر مجبور ہوجاتا ہے۔

سوال (ب) ڈاکٹر کی غفلت اور بے پرواہی کے ثابت ہونے پر مریض کی عمر، مرض کی

کیفیت اور باقی زندگی میں اس کی جزوی یا کلی معذوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے عدالت بطور تاوان یا جرمانہ کے کچھ رقم مریض کو ڈاکٹر سے دلواتی ہے۔ کیا زید کے لئے اس رقم کو لے کر اپنے تصرف میں لانا شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟ عام طور پر یہ تاوان ڈاکٹر کی انشورنس کمپنی ادا کرتی ہے۔

امید واثق ہے کہ مذکورہ بالا دونوں شقوں کا تسلی بخش جواب جلد از جلد مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ڈاکٹر یا معالج فن طبابت سے واقف اور سند یافتہ ہو اور دوائی کے انتخاب میں جان بوجھ کر تعدی یا غلطی نہ کی ہو اور دیانتداری سے کام لیا ہو پھر بھی اس کے علاج سے مریض اچھا نہ ہو یا بیماری بڑھ جائے یا کچھ نقصان ہو جائے تو اس کی وجہ سے اس پر دعویٰ کرنا یا مالی ضمان یا معاوضہ یا جرمانہ عائد نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو قصوروار ٹھہرانا درست نہیں ہے۔ فتاوی عالمگیری ج ۶ ص ۳۴ پر لکھا ہے کہ **الحجام والفصاد والبزاغ والختان اذا حجم او فصد او بزغ او ختن باذن صاحبها فسری الی النفس ومات لم یضمن کذا فی السراجیة** اھ۔

جب ڈاکٹر پر اس صورت میں جرمانہ نہیں ہوتا تو حکومت سے مطالبہ کر کے لینا بھی درست نہیں۔ اور اس رقم کا استعمال کرنا بھی درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

﴿۲۷۶۶﴾ جرمانہ کے نام سے نہیں صلح کے نام سے کوئی رقم لینا

سوال: گاؤں میں ایک کام جماعت کے پاس آیا، اور اس کا فیصلہ مناسب نہیں تھا اس وجہ سے گاؤں میں طوفان برپا ہونے کے قریب تھا، لہٰذا جس دن میٹنگ تھی اس دن جماعت

کے ذمہ دار افراد میں سے ایک ذمہ دار شخص نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ ہم جرمانہ نہیں لے سکتے؛ کیوں کہ یہ شریعت کے خلاف ہے، اس لئے ہم ایک رقم طے کریں کہ جس سے طرفین کے جھگڑے مٹ جائیں، اس اعتبار سے کچھ رقم لی جائے جو جرمانہ کے طور پر نہ ہو بلکہ صلح اور امن کے لئے ہو تو کیا یہ جائز ہے؟ یہ وصول کی ہوئی رقم کہاں استعمال کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فریقین میں صلح کی نیت سے اور پہلے سے یہ بتا کر جرمانہ عائد کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک رقم مقرر کر کے لی جائے تو انشاء اللہ اس میں گناہ نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید کو جاننے والے ہیں، لیکن صلح ہو جائے اور امن قائم ہو جانے کے بعد وہ رقم اصل مالک کو یا اس کے ورثاء کو لوٹانی ضروری ہے۔

﴿۲۷۶﴾ جرمانہ کے طور پر پیسہ لینا

سوال: جرمانہ کے طور پر پیسہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اگر پیسہ جمع رہے اور چند سال رکھ کر اس شخص کو تنہائی میں لوٹا دیا جائے تو اس صورت میں لینا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... شریعت نے کسی کے پاس سے جرمانہ وصول کرنے کو جائز قرار نہیں دیا ہے لہٰذا اس طرح جرمانہ وصول کرنا جائز نہیں ہے، نیز اس پیسہ کو استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اور اگر پیسہ لوٹانا ہو تو اصل مالک کو اور اگر مالک نہ ہو تو اس کے ورثاء کو کر دینا چاہیئے، دھمکانے کے لئے جرمانہ لے کر تنہائی میں لوٹا دیا جائے تو درست ہے۔ (درمختار اور امداد الفتاویٰ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب اللعب

﴿۲۷۶۸﴾ کرکٹ کھیلنا اور کامنٹری سننا

سوال: کرکٹ کھیلنا جائز ہے کہ ناجائز؟ دور دور ملکوں میں میچ کھیلی جاتی ہے تو اس کی کامنٹری سننا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلامی کھیل اسی طرح جن کھیلوں سے دینی کاموں میں مدد ملتی ہو اور اسلام کی شان باقی رہتی ہو ایسے کھیل کھیلنے چاہئے، کرکٹ یہ انگریزوں کا ایجاد کردہ کھیل ہے اسی طرح فاسق و فاجر کے ساتھ اس کی مشابہت ہے اس لئے اس کھیل کو مکروہ کہا جاتا ہے۔ اور اس کھیل کے کھیلنے میں نماز قضا ہوتی ہو یا دوسرے کوئی ناجائز کام کرنے پڑتے ہوں تو اسے حرام ہی کہا جائے گا۔

اسی طرح کامنٹری کا سننا بھی فعل عبث ہے اور حدیث شریف کے فرمان کے مطابق ''**من حسن إسلام المرء تركهٗ مالايعنيه**'' انسان کی اسلام کی خوبی میں سے لایعنی باتوں کو ترک کرنا ہے۔ اس لئے ایسے فضول کاموں میں اپنا قیمتی وقت برباد نہ کرنا چاہئے۔ (امداد الفتاویٰ ص: ۲۴۸)۔

جنت میں کسی بھی چیز کا غم نہ ہوگا جس کا کچھ وقت بھی فضول گذرا ہو تو وہ شخص اپنے وقت کو فضول گذارنے کی وجہ سے وہاں افسوس کرے گا اس لئے عقلمند اور سمجھدار مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔

ع ''چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی''

ترجمہ: عقلمند آدمی ایسا کام کیوں کرے کہ بعد میں اسے افسوس کرنا پڑے؟

﴿۲۷۶۹﴾ کرکٹ اور والی بال کے کھیل کے مفسدات

سوال: آج کا مسلمان جاہل ہو یا عالم، کرکٹ اور والی بال اتنی دل چسپی اور شوق سے کھیلتا ہے کہ اس میں جھگڑے اور فساد پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے، تو یہ کھیل کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ ان کھیلوں میں مائک کے استعمال کے لئے چندہ کر کے رقم لاتے ہیں، اور چندہ کر کے باہر کے مہمانوں کے لئے (چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم) کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے، ان کھیلوں میں شکست و فتح پر شرطیں لگائی جاتی ہیں اور جو گاؤں والے کامیاب ہوتے ہیں انکا نام لے کر پکارا جاتا ہے کہ فلاں گاؤں والے فتح یاب ہوئے زندہ باد، اور فلاں گاؤں کی ہار ہوئی مردہ باد، اس طرح خوشی کے جوش میں نعرے لگائے جاتے ہیں، کیا یہ حرکتیں ایک مسلمان کے لئے مناسب ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر مسلمان کو اپنی عبادت و معرفت کے لئے پیدا کیا ہے، اور حدیث شریف میں ہر ایسے فعل سے منع کیا گیا ہے جو مقصد تخلیق کے خلاف ہو اور جو دشمنان اسلام کے عمل سے مشابہت رکھتا ہو اور جو عبادت سے غفلت میں ڈالنے والا ہو، اور جو اعمال اخروی ترقی کے باعث ہوں اور جو آخرت میں نجات دلانے والے ہوں اور دنیا میں سکون و راحت کے حامل ہوں ان اعمال کی ترغیب دی گئی ہے۔

دوسرے درجہ میں ان کاموں کے کرنے کی بھی اجازت ہے جن سے آخرت کا کوئی نقصان نہ ہوتا ہو لیکن دنیوی فائدہ حاصل ہوتا ہو لیکن جس کام سے آخرت یا دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ ضیاع وقت اور جان و مال کا نقصان ہو تو ایسا کرنا کسی بھی عقلمند کے نزدیک پسندیدہ نہیں کہلائیگا، اور وہ کام کرنا گناہ کہلائیگا، سوال میں لکھنے کے مطابق کرکٹ یا والی بال کھیلنے میں

شرعی حدود سے تجاوز کیا جائے، فساد کیا جائے، جبراً چندہ کر کے شکست کھانے والوں کی توہین کی جائے، شکست و فتح پر شرط لگا کر جوا کھیلا جائے، نماز اور شرعی احکام سے لا پرواہی برتی جائے تو ان برائیوں کے مدنظر ایسے کھیل کھیلنا اور کھیلنے کی ترغیب دینا ناجائز اور ممنوع ہے۔

﴿۲۷۰﴾ تاش، سٹّہ، کیرم بورد اور گوٹیاں کھیلنا کیسا ہے؟

سوال: بغیر شرط کے تاش کھیلنا یا کیرم بورڈ یا گوٹیوں جیسا کھیل جو دو چار آدمی مل کر کھیلتے ہیں جائز ہے یا ناجائز ہے؟ یا حرام ہے؟ اگر ہے تو کس حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: تاش و کیرم بورڈ یا گوٹیاں یا اس طرح کے دیگر ایسے کھیل جن میں شرط یا ہار جیت ہو ناجائز اور حرام اور جوا ہے، اور صرف وقت گذاری کے لئے کھیلنا لغو بے کار اور غیر اسلامی ہونے کی وجہ سے ایسے کاموں میں مشغول ہونا لایعنی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کی اسلامی خوبیوں (اچھائیوں) میں سے لایعنی کاموں کو ترک کرنا ہے اور جب اس میں قیمتی وقت برباد ہوتا ہو یا قیمتی دین میں خرابیاں پیدا ہوتی ہو تو ضرور بچنا چاہئے۔ (امداد الفتاویٰ ج:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۱﴾ کیرم بورڈ کھیلنا جائز ہے یا ناجائز؟

سوال: ہمارے محلّہ کے ایک گھر میں چند نوجوان کیرم بورڈ کھیل کر وقت گذاری کرتے ہیں اور نماز کی پابندی نہیں کرتے تو کیرم بورڈ کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ حرام تو نہیں؟ یہ لوگ کہتے ہیں کہ فضولیات یا غیبت اور طعن وتشنیع کے بجائے کیرم بورڈ کھیلنا کیا غلط ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کیرم بورڈ غیر اسلامی کھیل ہے اور ساتھ ساتھ اس سے کسی بھی طرح کا نہ دینی فائدہ ہے نہ دنیوی، لہٰذا مکروہ ہے وقت گذاری کے علاوہ اس میں

کچھ نہیں ہے اور اگر اس کھیل میں مشغولی کی وجہ سے نماز ہی فوت ہو جائے یا قضا ہو جائے تو ایسا کھیل کھیلنا ناجائز اور حرام ہوگا، رہی بات غیبت اور ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے بچنے کی تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے لیکن اسی طرح حرام کاموں سے بچنا بھی انتہائی ضروری ہے، لہٰذا مذکورہ کھیلوں میں اپنے وقت کو ضائع کئے بغیر آخرت میں فائدہ دینے والی چیزوں میں اپنے وقت کو لگانا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۷۲﴾ دو طرفہ شرط لگانا

سوال: شرط لگانا جائز ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک طرفہ شرط لگانے میں مضائقہ نہیں، یہ جائز ہے تو اسکی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دو طرفہ شرط لگانا کہ اگر یہ شخص فتحیاب ہوا تو شکست خردہ اس شخص کو اتنے روپے دیگا اور اگر وہ کامیاب ہوا تو سامنے والا اسے اتنے روپے دیگا، یہ ایک طرح کا جوا ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔ (قاضی خان، عالمگیری، مظاہر حق: ۱۷۶/۳، شامی: ۲۵۸/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۷۳﴾ شرط لگانا

سوال: کیا شرط لگانا جائز ہے؟ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ایک طرفہ شرط جائز ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... دو طرفہ شرط لگانا کہ تو جیت جائے تو میں اتنے روپے دوں گا اور اگر میں جیت جاؤں تو اتنے روپے تو دے گا، قمار کی قسم میں سے ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری، مظاہرِ حق ج:۳ ص:۱۷۶ - شامی ج:۵ ص:۲۵۸) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب التصویر و الافلام

﴿۲۷۴﴾ حضرت عائشہؓ کی تصویر والی حدیث سے فوٹو کے جواز پر استدلال اور اس کا جواب

سوال: فوٹو کھینچنا اور کھینچوانا گناہ کے کام ہیں، افریقہ کے مسلمانوں نے اخبار میں لکھا ہے کہ فوٹو کھینچنے اور کھینچوانے کو شریعت گناہ بتاتی ہے، لیکن خود اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حضرت عائشہؓ کی تصویر لے کر آپ نامدار سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر تصویر دکھائی اور کہا کہ ''یا رسول اللہ'' آپ کا نکاح اس تصویر والی عورت کے ساتھ ہوگا، اور لکھا تھا کہ یہ واقعہ صحیح و درست ہے تو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی تصویر حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر دکھلائی، تو اگر ہم تصویر کھینچے اور رہنے دیں یا تصویر کھینچ کر دکھائیں تو یہ کیوں ناجائز ہے؟ اور کس طرح گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فوٹو کھینچنا یا کھینچوانا ہماری شریعت میں جائز نہیں حرام ہے، بخاری شریف کی حدیث میں اس کے متعلق سخت وعید جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور اس سے روکا گیا ہے، ایسا کرنے والوں کو سخت عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ اس میں حیات یعنی جان ڈالو۔ اس لئے کہ تم نے تصویر بنا کر اللہ جل جلالہ کے ساتھ مشابہت و مقابلہ کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کی رائے کے مطابق فوٹو کھینچنا یا بنانا بُت بنانے کے برابر ہے، نیز اسے فوٹو کھینچنے یا بنانے کی جو سزا دی جائے گی اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ تم نے خدا کی برابری کرنی چاہی، لہٰذا تمہارے کھینچے ہوئے یا بنائے ہوئے فوٹو، تصویر میں حیات یعنی جان ڈالو اور وہ لوگ حیات نہیں ڈال سکیں گے اور اس

کے بدلہ میں عذاب ہوگا۔

سوال میں مذکورہ حضرت عائشہؓ کی تصویر والی حدیث سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے؛ اس لئے کہ خالق اور مخلوق دونوں کے کاموں کی حیثیت الگ الگ ہے اور حکم بھی مختلف ہے، اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی چاہتے ہیں کر سکتے ہیں، اس لئے کہ وہ پیدا کرنے والا ہے، اور مخلوق ایسا نہیں کر سکتی، اور اگر اس حدیث میں ایسا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کی تصویر خود جبرئیلؑ بنا کر آپ کو دکھاتے تو یہ استدلال صحیح ہوتا لیکن کسی بھی کتاب سے ایسا ثابت نہیں ہے لیکن خود اللہ جل جلالہ نے حضرت جبرئیلؑ کو وہ تصویر لے کر دکھانے کے لئے بھیجا تھا؛ اس لئے استدلال غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۷۵﴾ بزرگوں کی تصویر برکت کے لئے رکھنا

سوال: (۱) زید کے پاس کچھ بزرگوں کی تصویریں ہیں، جسے وہ گوَر میں یاد کے لئے رکھتا ہے، کیا بزرگوں کی تصویریں یاد کے لئے کور میں رکھی جائیں تو اس میں شرعاً کوئی حرج ہے؟

(۲) نیز موبائل میں تصویر یا ویڈیو رکھنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......

(۱) اسلام میں تصویر بنانے والوں، بنوانے والوں اور یہ کام کرنے والوں کے لئے حدیث شریف میں سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں اور تصویر بنانے، بنوانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے، تصویر بنانا آگے چل کر شرک کا دروازہ کھولتا ہے، اس لئے بغیر سخت مجبوری کے مثلاً: پاس پورٹ یا آئی ڈی وغیرہ کے لئے مجبوری کے طور پر گنجائش نکل سکتی ہے، لیکن تبرک یا یاد کے لئے رکھنا گناہ سے خالی نہیں ہے، اس لئے جائز نہیں ہے۔

(۲) ڈیجیٹل موبائل یا ڈیجیٹل کیمرہ میں تصویر یا ویڈیو ڈیجیٹل یعنی شعاؤں کی شکل میں ہوتی ہے اس پر تصویر کا تحقق نہیں ہوتا، اس لئے اس میں تصویر بنانے کا گناہ نہیں ہوگا، موبائل میں تصویر عکس کے حکم میں ہے۔ (فقہی مقالات، از: حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم)

و ظاهر كلام النووى فى شرح مسلم: الاجماع على تحريم تصوير الحيوان۔

(شامی: ۴۱۶/۳، فتاویٰ محمودیہ: ۴۹۷/۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۷۶﴾ ذی روح کی تصویر بنانا

سوال: کیا جاندار کی تصویر بنانا یا بنوانا حرام ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی بھی جاندار چیز کی تصویر فوٹو، پُتلا بنانا شریعتِ مطہرہ کے مطابق جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ حدیث شریف میں اس کے متعلق سخت ممانعت وارد ہوئی ہے۔ (دیکھئے بخاری شریف) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۷۷﴾ حج فارم اور پاسپورٹ کے لئے فوٹو کھینچوانا

سوال: : سرکاری کاموں نیز حج کے لئے جانے والے لوگوں کے پاس فارم کے ساتھ ساتھ فوٹو بھی مانگا جاتا ہے تو کیا اس کام اور ضرورت کے لئے فوٹو کھینچانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... :حج کے فارم کے لئے یا پاس پورٹ کے لئے مجبوری کی بناء پر فوٹو کھینچوانا گناہ شمار نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۷۸﴾ اسکول میں ڈرائنگ کلاس میں جاندار کی تصویر بنانا

سوال: میں ایک گجراتی اسکول میں پڑھتا ہوں اسکول میں ''ڈرائنگ'' کا فن

(subject) بھی ہے، جس میں جاندار چیزوں کی تصویریں بنائی جاتی ہیں، اور جاندار کی تصویر بنانی پڑتی ہیں اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو سالانہ امتحان میں وہ ناکام کردیتے ہیں اور پورا سال بگڑتا ہے۔ تو کیا میرے لئے اس مجبوری کی صورت میں جاندار کی تصویر کھینچنا یا بنانا جائز ہے یا نہیں؟ چند لوگوں کا کہنا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟ کیا فوٹو بنانے میں گناہ ہوتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جاندار چیزوں کی ڈرائنگ یا تصویر بنانا یا بنوانا یا کھینچوانا جائز نہیں، حرام ہے، بخاری شریف کی حدیث میں اس پر سخت وعید وارد ہوئی ہے، لہٰذا جو لوگ اسے جائز کہتے ہیں وہ سخت گنہگار ہوں گے۔ (شامی و بخاری)

اور غیر جاندار چیزیں جیسے درخت وغیرہ کی تصویر بنانا جائز ہے اور اگر جاندار اشیاء کی تصویر بنانی ضروری ہو تو سر کو چھوڑ کر صرف دھڑ کی تصویر بنا سکتے ہیں یہ جائز ہے، گردن کے اوپر والے حصہ کی تصویر نہیں بنانی چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۹﴾ کپڑوں پر تصویر کشی کا پیشہ

سوال: ہم یہاں ''کچھ'' (kutch) میں نیز احمد آباد اور سورت وغیرہ بہت سی جگہوں پر کپڑوں کے اوپر چھاپ کام (تصویر بنانے کا کام) کرتے ہیں اس میں چند ڈیزائنوں میں چڑیا، جانور، مورتی وغیرہ کی تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ وہ تصویریں بھی زیادہ تر ہم ہی بناتے ہیں وہ تصویر نہیں ہوتی بلکہ لکیریں ہوتی ہیں، اور گاہک غیر مسلم ہوتے ہیں ان کی مرضی کے مطابق ہمیں کام کرنا پڑتا ہے، ہزاروں مسلمانوں کی روزی کا یہی ذریعہ اور پیشہ ہے۔

(۱) تو ایسے بلوک (block) بنانا یا چھاپنا کیسا ہے؟

(۲) ان کی چھپائی والا کپڑا خریدنا یا بیچنا کیسا ہے؟

(۳) نیز ایسی چھپائی اور نشاندہی کے ذریعہ جاندار اشیاء کی ناقص تصویریں چھپتی ہیں اس طرح کاریگری کرنا اور ایسے کپڑوں کی بیع وشراء کرنا کیسا ہے؟ یہاں اس کے جائز اور ناجائز ہونے کے مابین اختلاف ہے دونوں فریق معقول دلائل پیش کرتے ہیں، جواز کے قائلین اسے شرعاً تصویر شمار نہیں کرتے، اس کا استعمال، مزدوری اور ہنر کو جائز کہتے ہیں۔

اگر یہ ناجائز ہو تو سگریٹ، ماچس، بسکٹ، اگربتّی، برتن اور کاغذ وغیرہ کے پیکٹ پر بھی ایسی تصویریں ہوتی ہیں، اور ظاہر ہے کہ ان کا استعمال کرنا ہی پڑتا ہے تو اس کا جواب کیا ہے؟ بنانا، کاروبار اور استعمال تو ان چیزوں ہی کا ہوتا ہے نہ کہ ان کے اوپر کی تصویر اور عکس کا، جس کو اس طرح بھی ثابت کر سکتے ہیں کہ ایسی بہت سی ڈزائن، کاپی رائٹ، رجسٹرڈ اور جملہ حقوق محفوظہ بھی ہوتے ہیں جس سے ''ٹریڈ مارک'' ہونے کی حالت سمجھ میں آجاتی ہے اور ان میں سے بہت سی تصویریں جاندار کی ہوتی ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ آپ کی سندی اور باحوالہ رہبری کی ضرورت ہے ہزاروں کی روزی کا مسئلہ ہے، لہٰذا آپ کا فتویٰ ایک انقلابی صورت پیدا کر سکتا ہے، بینوا توجروا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں دو تین مختلف مسئلوں کو ایک بنا کر پیش کیا گیا ہے جس سے پیچیدگی بڑھ گئی۔ ایک مسئلہ تو جاندار کی تصویر بنانا یا چھاپنا ہے اور دوسرا مسئلہ یہ کہ تصویر والی اشیاء کو بیچنا یا خریدنا اور تیسرا ان کے جواز وعدمِ جواز کا سوال؟

جاندار کی تصویر بنانا یا چھاپنا تو جائز نہیں ہے، لکیروں کے ذریعہ ہو یا نشان دہی کے طریقہ پر، جب چھاپنے میں مکمل تصویر بن جاتی ہو اور دیکھنے والے کو تصویر کی شکل مکمل نظر آتی ہو یا سمجھ میں آتی ہو تو ایسا چھاپ کام اور ایسی تصویر بنانا بالکل جائز نہیں ہے، ہاں! بدن کے ہر

ایک عضوا لگ الگ ہوں یا سر اور چہرہ کا حصہ تصویر میں نہ آتا ہو تو اس میں گنجائش ہے۔

رہا جاندار کی تصویر والی چیزوں کو خریدنا یا بیچنا تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) ایک تو یہ کہ ایسی اشیاء کے خریدنے یا بیچنے سے مقصود ہی جاندار کی تصویریں یا پینٹنگ (painting) ہوں تو ایسی اشیاء اور تصویروں کو خریدنا یا بیچنا جائز نہیں ہے، لیکن جن تصویروں کو بیچنا یا خریدنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ تصویریں ان اشیاء پر ہوتی ہیں، اور اصلاً ان اشیاء ہی کو بیچنا یا خریدنا مقصود ہوتا ہے تو یہ جائز ہے، مثلاً بہت سے کپڑوں کے کاغذوں پر چھپی ہوئی تصویریں ٹریڈ مارک کے طور پر ہوتی ہیں، نیز سگریٹ یا ماچس کے ڈبّے اور پیکٹ (packet) پر تصویریں ہوتی ہیں تو اس میں ان تصویروں کو بیچنا یا خریدنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ ٹریڈ مارک والی ماچس یا سگریٹ یا کپڑا بیچنا اور خریدنا مقصود ہوتا ہے، لہٰذا ایسی اشیاء کو خریدنا یا بیچنا تصویر کو بیچنا یا خریدنا نہیں کہلائے گا، لہٰذا یہ جائز ہے۔

اب اس دوسری صورت والی اشیاء کو استعمال کرنے کے چند احکام ہیں کہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے تصویر کو الگ اور جدا کر دیا جائے تو اس کا استعمال غیر قانونی ہو جاتا ہے، مثلاً پوسٹ کے اسٹامپ (stamp) یا رائج پیسوں میں جو جاندار کی تصویر ہوتی ہے تو ان اشیاء کو ان تصاویر کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے، لہٰذا ایسی اشیاء کو جیب یا گھر میں رکھنا جائز ہے، اس کے باوجود ان چیزوں کا استعمال آرائش کے طور پر کرنا، مثلاً کپڑوں یا گھر میں دیواروں پر چپکانا یا لگانا ناجائز ہوگا؟ مطلب یہ ہے کہ جس کام کے لئے وہ چیزیں بنائی گئی ہیں اسی کام میں استعمال کرنا جائز ہے۔

(کتب فقہ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۸۰﴾ فلم دیکھنے کی ممانعت کی شرعی وجوہات

سوال: مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے دلائل وحوالوں کے ساتھ رہنمائی کی گذارش ہے۔

میں ایک کالج کا طالب علم ہوں اس میں ایک پروفیسر ہے جن کے ساتھ ہماری بات چیت ہوتی رہتی ہے اوراس بات چیت کے درمیان ایک مرتبہ فلم کے متعلق بحث ہوئی، وہ بھی سنّی مسلمان ہیں، لیکن ان کے خیالات بالکل ماڈرن زمانے کے ہیں وہ ہمیشہ ماڑن زمانہ کو ترجیح دیتے ہیں، انہوں نے دعویٰ کے ساتھ کہا کہ فلم نہ دیکھنا کسی صحیح حدیث اورقرآن سے ثابت نہیں ہے، اگر کوئی حوالہ کے ساتھ ثابت کردے تو میں اسی وقت فلم دیکھنا چھوڑ دوں گا، مزید یہ کہا کہ فلم کے ذریعہ اگر پڑھایا جائے تو تم کہاں جاؤ گے؟ جب ہم ہمارے کسی کام سے بازار جاتے ہیں تو موسیقی، تبلا، ڈھول وغیرہ کی آواز نیز بازار میں گھومتی پھرتی عورتوں کے ساتھ ٹکرانا وغیرہ وغیرہ ہوتا ہی رہتا ہے، ان تمام حالات میں ہم ہماری ضروریات پورا کر کے لوٹ آتے ہیں، اس وقت کوئی حرج نہیں! لہٰذا اب ہمارے لئے بازار میں جانا کیسا ہے؟

سنیما کے ذریعہ سے اصلاح اورترقی نیز بدعقیدگی وغیرہ کے دور ہونے کا ہندو معاشرے میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جو ہمارے یہاں نہیں ہے، نیز وہ کہتے ہیں کہ فلم تو دیکھنی ہی چاہئے؛ کیوں کہ اس کے ڈایلاگ (Dialogue)، ایکشن وغیرہ طعن وتشنیع دیکھ کر صحیح وغلط کے مابین امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جو انسانی تربیت کے لئے ضروری ہے. یہ خیال اسلامی نظریہ وعقائد کے مطابق کیسا ہے؟ اس کے خلاف کوئی دلیل لا کر شریعت کے احکام ہم جیسوں کو سمجھ میں آجائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت کے احکام کی بنیاد چار چیزوں پر ہے، (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔ ان چاروں میں سے کسی بھی ایک کے ذریعہ سے جو حکم ثابت ہو جائے اس کا ماننا تمام مسلمانوں پر ضروری اور اس کے خلاف کرنا گناہ ہے اس وجہ سے کسی بھی حکم کو جاننے کے لئے فقط قرآنِ پاک اور حدیث ہی پر مدار رکھنا صحیح نہیں ہے، دوسری یہ بات بھی ضروری ہے کہ شریعت اور مذہبِ اسلام کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کے عقائد، فکر وعمل اور اعمال واخلاق اعلیٰ درجہ کے ہو جائیں، اور خود بھی پرسکون زندگی گذارے اور دوسروں کے لئے بھی زندگی پرسکون ہو اور ان مقاصد کے لئے جو اشیاء آڑے آتی ہو یا اس صحیح راستہ سے دور کرنے والی ہو تو ان چیزوں سے اتنی ہی سختی سے اصولی طور پر منع کیا گیا ہے۔

سورۂ لقمان میں ہے: **ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله** (سورۂ لقمان:٦) ترجمہ: بعض انسان ایسے بھی ہیں جو ایسی باتوں کو خریدتے ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے گانے والی باندی کو خریدا جب بھی وہ کسی شخص کو اسلام کی طرف مائل ہوتے ہوئے دیکھتا تو اس باندی کو اس کے پاس لے جا کر کہتا کہ اس کو کھلا، پلا اور بہترین عمدہ گانا سنا اور اس شخص کو کہتا کہ محمد ﷺ جس چیز کی طرف بلاتے ہیں اس سے تو یہ بہتر ہے۔ (دیکھئے بیان القرآن مذکورہ آیت کی تفسیر) آگے اسی آیت میں فرمایا گیا ہے ''ایسے شخصوں کے لئے ذلت بھرا عذاب ہے'' اس آیت میں لہو ولعب نیز اللہ سے غافل کرنے والی اشیاء سے اور عقائد واعمال کو خراب کرنے والی اشیاء سے منع کیا گیا ہے، نیز ذخیرۂ احادیث میں غور وفکر کریں تو ایسی چیزوں کو دیکھنے اور کرنے سے وجود میں آنے والی برائیوں کے سلسلہ میں بہت سی احادیث

وارد ہوئی ہیں جیسا کہ تصویر بنانا اس کے ذریعہ فائدہ اٹھانا۔
ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے مبارک منھ سے میں نے سنا کہ اللہ کے یہاں سب سے سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۳۸) ایک مرتبہ ایک کپڑے پر جاندار کی تصویر تھی تو آپ ﷺ نے اس کپڑے کو ناپسند فرمایا اور اسے فوراً ہٹا دینے کا حکم فرمایا، اور فقہاء لکھتے ہیں کہ ناجائز تصویریں دیکھنا اور اس سے لذت حاصل کرنا ناجائز و حرام ہے تو اب عشقیہ اور بے حیائی والی فلمیں دیکھنا کیوں حرام نہ ہوگا؟

دوسری چیز اس میں آنے والے ڈائلاگ (گفتگو، مکالمہ، Dialogue) اور زنانہ آواز، گانے اور رقص بھی ناجائز و حرام ہی کہلائیں گے، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک شخص ملا جو کچھ گانا گا رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان کو پکڑ و یا یہ فرمایا کہ شیطان کو روکو، کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ اس کا پیٹ گانے سے بھرے۔ (مشکوٰۃ ص:۴۱۱) نیز ایک حدیث میں فرمایا میں آلات موسیقی کو مٹانے کے لئے آیا ہوں، ایک مرتبہ راستہ میں ایک دف کی آواز کان میں پڑی تو آپ ﷺ نے دونوں انگلیاں کانوں میں ڈال دیں کہ اس کی آواز سنائی نہ دے، درمختار ج:۵، ص:۲۲۲ پر حضرت ابن مسعودؓ کا یہ فرمان ہے کہ گانے سننے کی وجہ سے منافقت دل میں اس طرح پیدا ہوتی ہے جس طرح پانی کی وجہ سے گھاس نکل آتی ہے، فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ موسیقی والے گانے سننا حرام ہے۔ نیز درمختار میں ہے کہ اسی لئے ہر ایک شخص پر اپنی کامل ہمت و طاقت کے مطابق اس سے بچنا اور اسے نہ سننا ضروری ہے۔

شامی جلد: ۵ میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے فرمان کی بناء پر ہر ایک مسلمان پر لہو ولعب اور گانا بجانا حرام ہے نیز سننے اور سنانے کا بھی یہی حکم ہے۔ ڈانس، مذاق، کومیڈی (comedy) تالیاں بجانا، ستار، تاشہ (ایک قسم کا ڈھول) وغیرہ تمام اشیاء ناجائز اور مکروہ ہیں، نیز خدا کے دشمنوں اور نافرمانوں کی عادت ہے اور ڈھول اور موسیقی سننا حرام ہے، اور اگر نہ چاہتے ہوئے اچانک سن لے تو معذور ہے لیکن سننے سے پرہیز کرنے اور اس سے بچنے کی کوشش کرنا واجب ہے۔ (ص: ۲۵۳)

اس کے بعد تیسری خرابی یہ ہے کہ اس میں ادا کئے جانے والے ڈرامہ وغیرہ تو ان میں ایک طرح کی نقل کرنا ہے تو اس سلسلہ میں امام غزالیؒ نے، نیز درمختار اور شامی میں لکھا ہے کہ جس طرح زبان سے غیبت کی جاتی ہے اسی طرح کسی کی نقل اتارنے سے غیبت کرنے کا گناہ ہوگا اور یہ بات تو ہر مسلمان جانتا ہی ہے، غیبت کے متعلق قرآن شریف میں کتنے سخت الفاظ میں اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

اس کے علاوہ فلموں وغیرہ سے شہوت، بے شرمی، بد معاشی اور گنڈا گری نیز غلط اعمال وخیالات کا پیدا ہونا روز بروز کے حالات سے واقف اور اخباروں کو پڑھنے والوں سے مخفی نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی چیز میں اتنی ساری خرابیاں ہوں تو اسلام جیسا پاکیزہ مذہب اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ نیز کسی چیز میں ایک بیماری کا اکسیر علاج ہو لیکن دوسری جانب اس چیز سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ بھی ہو تو کوئی بھی عقلمند شخص اس چیز کو استعمال کرنے کا مشورہ نہیں دے گا جب کہ یہاں تو کسی بھی طرح کے فائدہ کے بغیر دینی، اخلاقی، مالی ہر طرح کا نقصان ہی نقصان ہے، تھوڑی بہت عقل رکھنے والا شخص بھی ایسا کام کرنے کو سوچ بھی نہیں سکتا۔ اب آپ نے جو مثال دی ہے کہ بازار کی آمد ورفت کی بناء پر بھی ہمیں

مذکورہ خرابیوں سے واسطہ اور سابقہ پڑتا ہے، اور ہم اسے برداشت کر لیتے ہیں، تو اس بارے میں گذارش یہ ہے کہ ایک حدیث شریف میں حضورﷺ نے اس کا علاج بتایا ہے کہ بازاروں اور راستوں پر مجلس جمانے سے بچو، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا کہ کاروبار وغیرہ ضروریات کے لئے ہمارے لئے بیٹھنا ضروری ہے تو آپﷺ نے فرمایا کہ اگر بیٹھنا ضروری ہی ہو تو راستوں کا حق ادا کرو، تو صحابہ نے پھر پوچھا کہ ''یا رسول اللہ'' راستوں کا حق کیا ہے؟ تو جواباً فرمایا کہ نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے اپنی نظروں کی حفاظت کرو، تکلیف دہ اشیاء کو ہٹانا، سلام کا جواب دینا، بھلی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا، گمشدہ کو راستہ بتا کر رہنمائی کرنا، مظلوم کی مدد کرنا وغیرہ۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۳۹۸) لہٰذا ایسی جگہوں پر مذکورہ طریقہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے اور اس کے باوجود اگر اچانک موسیقی کی آواز یا نامحرم عورت پر نظر پڑ جائے اور بچنے کی کوشش کے باوجود نہ بچ سکے تو اللہ سے معافی کی امید رکھنی چاہئے، لیکن ان وجوہات کی بناء پر سینما دیکھنے کی رخصت سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ جب بھی ہم استنجاء یا پیشاب کے لئے جائیں اس وقت پورا احتیاط رکھنے کے باوجود کہ ناپاکی کے چھینٹے بدن یا کپڑوں پر نہ لگیں اس کے باوجود اگر اچانک چھینٹے لگ جائیں تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایسے موقعہ پر کوئی یہ نہیں کہتا کہ ناپاکی تو اب لگ ہی چکی ہے تو اب پورے بدن یا کپڑے پر اسے لگا لو اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو اسے بے وقوف سمجھا جائے گا، یہاں بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔

فلموں سے نہ تو اصلاح ہوئی ہے اور نہ ہی مستقبل میں اصلاح ہونے کی امید ہے۔ نیز اس سے صحیح اور غلط میں امتیاز کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، یہ ایسی چیز ہے جس کے خلاف آج کل معاشرے کے نیک لوگ برسرِ عام اخبارات وغیرہ میں لکھ رہے ہیں، لہٰذا اس کے متعلق

کچھ لکھنا یا کہنا مناسب نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۸۱﴾ سنیما بینی کی ممانعت کی وجوہِ شرعیہ

سوال: مولوی حضرات سنیما، ناٹک، سرکس وغیرہ حصولِ لذت کی اشیاء کو حرام کہتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی فرمان ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حصولِ لذت کی اشیاء یا جن سے ذہنی سکون یا آرام حاصل ہوتا ہے ان سے شریعت منع نہیں کرتی، بلکہ حدیث شریف سے معصوم مزاح و مذاق کرنا ثابت ہے یعنی ایسا مذاق جس میں کوئی خرابی اور گناہ نہ ہو، اور تمام ایسے حصولِ لذت والے کام کرنا جائز ہے جس سے شریعت کے کسی اصول کی مخالفت نہ ہوتی ہو، جیسے شکار کرنا، ورزش، نشان بازی وغیرہ۔

سوال میں مذکورہ اشیاء ایسی ہیں کہ جن میں ہر طرح سے اصولِ شرع کی خلاف ورزی ہوتی ہے، نیز اخلاقی و معاشرتی اور روحانی بیماریوں کی جڑ ہیں، جن سے فقط مولوی حضرات ہی نہیں بلکہ خود حضور ﷺ نے ہی منع فرمایا ہے، جیسا کہ تصویر کھینچنا، عشق و محبت کے کردار ادا کرنا، نامحرم عورتوں کو دیکھنا، گانے موسیقی وغیرہ سننا، نیز یہ اشیاء لہو و لعب میں شمار ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہیں، اور ایسی ناجائز چیزوں سے لذت حاصل کرنا بھی ناجائز وحرام ہے۔ (ہدایہ امداد الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۸۲﴾ خانۂ خدا فلم کا دیکھنا

سوال: ہمارے گاؤں میں خانۂ خدا نامی فلم چل رہی ہے اس میں ناچ گانا نہیں ہے، محض افعال حج کو بتاتے ہیں تو ایسی فلم دیکھنا شرعاً جائز ہے؟ اس میں مکہ اور مدینہ کی جو ویڈیو اور

تصویر دکھائی جاتی ہے وہ صحیح ہیں یا جھوٹی؟ اگر صحیح ہیں تو، ابن سعود جیسے پابند شریعت حاکم نے وہاں کیسے فلم بنانے کی اجازت دیدی؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خانۂ خدا فلم دیکھنا جائز نہیں ہے سخت گناہ کا کام ہے؛ اس لئے کہ یہ پاکیزہ مقامات اور مبارک کاموں کی بے حرمتی ہے اور ایسے گناہ کے کاموں کو ثواب اور نیکی سمجھنا بھی سخت برائی اور گناہ کا سبب ہے۔ اس میں ناچ گانے نہیں ہیں لیکن فوٹو کھینچنا اور دیکھنا نیز عورتوں کی فوٹو دیکھنا کہاں جائز ہوگا؟ ابن سعود ہو یا فیصل یا کوئی دوسری بڑی ہستی ہو؟ ان کا کوئی بھی قول و فعل یا فیصلہ شرعی حجت نہیں بن سکتا۔

﴿۲۷۸۳﴾ کیا تین فلم دیکھنے سے بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے؟

سوال: شادی شدہ شخص اپنی بیوی کے ساتھ تین فلم دیکھنے جائے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے؟ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فلم دیکھنا بہت ہی بے حیائی و بے شرمی اور گناہ کا کام ہے، ہر ایک مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے تو سخت گناہ ہوگا لیکن ان وجوہات کی بناء پر بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے، یہ بات بالکل غلط اور خلاف حقیقت ہے۔

﴿۲۷۸۴﴾ شوہر نے بیوی سے کہا اگر تو میرے ساتھ سنیما دیکھنے نہیں آئے گی تو تجھے تین طلاق، تو اب بیوی کیا کرے؟

سوال: اگر کوئی شوہر یہ کہے کہ اگر تو میرے ساتھ سنیما (film) دیکھنے نہیں آئے گی تو تجھے تین طلاق یا اسی طرح کے دوسرے الفاظ کہے تو اس صورت میں عورت کونسی راہ اختیار

کرے؟ اگر شوہر ''تین طلاق'' نہ کہے بلکہ صرف یوں کہے کہ ''اگر تو سنیما دیکھنے نہ آئی تو تجھے طلاق!'' تو ایسی صورتِ حال میں عورت کیا کرے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گناہ کے کاموں سے بچنے کے تمام راستے اختیار کرنے کے باوجود بھی اگر سخت مجبوری یا دباؤ (اکراہ کی وجہ سے چاہے وہ طلاق کی دھمکی ہو) سنیما دیکھنا پڑے تو مجبور کرنے کی وجہ سے شوہر سخت گنہگار ہوگا، سنیما یا طلاق اگر یہ دو ہی راستے ہوں تو عورت سنیما نہ دیکھتے ہوئے طلاق کو پسند کرے تو یہ قابلِ تعریف کام شمار ہوگا۔

﴿۲۷۸۵﴾ بیوی کے ساتھ سنیما دیکھنے جانا

سوال: میں اپنی بیوی کو اپنے ساتھ اس کی رضامندی سے فلم دیکھنے لے جاتا ہوں تو میرا یہ کام مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... فلم دیکھنا بے شمار فتنوں اور گناہوں کا مجموعہ ہے، لہٰذا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے غضب سے ڈرتا ہو اسے وہاں جانا ہی نہیں چاہئے، اور اپنے ساتھ دوسروں کو لے جانا اور دکھانا یہ دہرا گناہ ہے، بے حیائی، بے پردگی، بد اخلاقی، نماز کا چھوٹ جانا، لہو و لعب، غلط عقائد و ارادے اور اس کی خواہش وغیرہ وغیرہ تمام برائیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں، لہٰذا خود بھی نہیں جانا چاہئے اور گھر والوں کو بھی نہیں لے جانا چاہئے اور اگر ایسا کام کرلیا ہو تو توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۸۶﴾ جس عورت کا شوہر سنیما بینی کے لئے اسے مجبور کرتا ہو تو وہ کیا کرے؟

سوال: اگر کسی عورت کو اس کا شوہر سنیما دیکھنے کے لئے زبردستی کرتا ہو اور عورت کے انکار کرنے کے باوجود شوہر اصرار کرتا ہو تو عورت کب تک انکار کرے؟ کیا عورت اپنے شوہر

سے کہہ سکتی ہے کہ اگر آپ چاہیں تو مجھے طلاق دے دو لیکن میں سنیما دیکھنے نہیں جاؤں گی، یا اس طرح کے دوسرے الفاظ کہہ سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عورت کے لئے شوہر کی فرمانبرداری اور تابعداری ضروری ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ناجائز اور حرام کاموں میں بھی تابعداری کرے، بلکہ جائز کاموں میں ہی کرے؛ اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خالق (اللہ) کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی تابعداری نہیں کر سکتے، لہٰذا سنیما دیکھنے سے عورت کا منع وانکار کرنا بہت ہی اچھا کام ہے اور مرد کا زبردستی کرنا بہت ہی غلط اور قابلِ تردید کام ہے، اس گناہ کے کام سے بچنے کا طلاق کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو تو عورت طلاق مانگ سکتی ہے۔

﴿۲۷۸۷﴾ سنیما اور ٹاکز کی کمائی

سوال: سنیما اور ٹاکز کی کمائی جائز ہے؟ اگر اس کی آمدنی کسی دوسرے شخص کو بخشش کے طور پر دیدیں اور وہ شخص اس رقم کو واپس دیدیں تو وہ رقم جائز اور حلال ہو جائے گی؟ سنیما کی کمائی کسی دوسرے کاروبار میں صرف وخرچ کرنا اور اس دوسرے کاروبار سے نفع وآمدنی آئے تو یہ نفع وآمدنی جائز وحلال شمار ہوگی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سنیما نیز اس جیسے دیگر ناجائز کاموں کی آمدنی جائز نہیں ہے اس سے بچنا اور کوئی دوسری حلال اور جائز کمائی کی کوشش کرنا ضروری ہے اور ایسے پیسے کسی مسلمان کو دینا بھی درست نہیں ہیں۔

اور اگر ایسی آمدنی کسی کو ہدیۃً یا بخشش کے طور پر دیں اور وہی پیسہ وہ شخص واپس دے تو ایسے حیلہ سے وہ پاک اور حلال نہیں ہو جاتا، نیز ایسی حرام کمائی سے ہونے والا نفع اور آمدنی بھی

پاک وحلال شمار نہ ہوگی ۔(امداد الفتاویٰ ج:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۸۸﴾ گھر میں ٹی۔وی (T.V) رکھنا کیسا ہے؟

سوال: گھر میں ٹی وی، ریڈیو، ویڈیو رکھنے کی شرعاً اجازت ہے؟ بے دینی کے عالم میں بغیر سوچے سمجھے گھر میں ٹی وی رکھ لیا، اب جب دعوت وتبلیغ میں لگنے کے بعد حلال وحرام سمجھ میں آنے لگا اور ٹی وی نکالنے کا ارادہ کیا لیکن اہل وعیال ٹی وی نہیں نکالنا چاہتے تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے، اس کا گناہ کس پر ہوگا؟ یا یہ کہ ٹی وی جہیز میں آیا تھا اس کا کیا کروں ؟اور اگر ایک مرتبہ بیچ ڈالنے کے بعد پھر سے لے آئیں گے تو گنہگار کون ہوگا؟ اولاً بیچنے والا بھی میں خود تھا اب اہل وعیال تنہا ہو جاتے ہیں ٹائم پاس کرنے کے لئے واپس لانے والا بھی میں خود ہوں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... گھر میں ٹی وی، ویڈیو یا اسی طرح کی دوسری موسیقی کی اشیاء رکھنا ناجائز وحرام ہے اس کی وجہ سے جو لوگ گناہ یا گمراہی میں مبتلا ہوں گے تو اس کا گناہ بھی لانے والے کو ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ مرد اپنے اہل وعیال اور عورت پر حاکم ہے قیامت کے دن اس کے بارے میں اس سے باز پرس ہوگی، اور قرآنِ کریم میں بھی ہے کہ اے مؤمنوں! اپنی ذات کو اور اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

﴿۲۷۸۹﴾ جس گھر میں ٹی وی ہو کیا اس گھر میں فرشتے نہیں آتے؟ اس گھر میں ختم قرآن کے لئے نہ جانا کیسا ہے؟

سوال: انگلینڈ میں گھر گھر ریڈیو، ٹی وی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے، تو ٹی وی تو اس سے بھی بدتر ہے، اسی طرح

ریڈیو بھی موسیقی اور گانوں کی وجہ سے بدتر ہوگا ایسے گھروں میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز کسی کی موت کے بعد ختم قرآن ہوتا ہے تو وہاں جب فرشتے آتے نہیں تو ختم قرآن کا کیا فائدہ؟ میں ایسی ختم قرآن کی مجلس میں نہیں جاتا ایسے گھر میں جمعہ کی نماز باجماعت ہو سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ریڈیو اور ٹی وی کے متعلق آپکے خیال میں کچھ مبالغہ ہے اگرچہ ان دونوں چیزوں کا استعمال بکثرت گناہ کے کاموں میں ہوتا ہے، لیکن اس وجہ سے ان چیزوں کو برا کہنا صحیح نہیں ہے یہ تو ایسا ہوا کہ بندوق کا استعمال بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے میں کیا جائے تو اس کی وجہ سے بندوق خراب شئی ہے ایسا نہیں کہا جاتا، بیشک جو لوگ اس کا غلط استعمال کرتے ہیں اس کا گناہ و الزام استعمال کرنے والوں پر ہوگا ان دونوں چیزوں کا استعمال اچھے کاموں میں بھی ہوتا ہے اور بہت سے لوگ انہیں اچھے کاموں میں بھی استعمال کرتے ہیں۔

اور آپ کا ٹی وی کو فوٹو کے مانند قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ٹی وی کو آئینہ کے مشابہ و مانند قرار دیا جا سکتا ہے اور گھر میں ٹی وی کا ہونا ایسا ہے جیسے آئینہ کا ہونا ہے کوئی شخص آئینہ کے سامنے کھڑا ہو تو اس کا عکس اس میں نظر آتا ہے، اسی طرح ٹی وی میں بھی اصل تقریر کرنے والا یا جلسہ جلوس وغیرہ جہاں سے ٹیلی وائز کیا جاتا ہے اسی جگہ ہو تو اس کا عکس دوسری جگہ کے ٹی وی سیٹ میں پڑتا ہے اور جب وہ اس جگہ سے ہٹ جائے تو اس کا عکس سیٹ میں بھی نہیں رہتا اور فوٹو میں تو آدمی ایک مرتبہ کھڑا ہو کر فوٹو کھینچوا لیتا ہے تو اس کے بعد آدمی کے ہٹ جانے کے باوجود بھی فوٹو ویسا ہی رہتا ہے جس کی بناء پر فوٹو تصویر کا حکم لے لیتی ہے اور ٹی وی آئینہ کے حکم میں ہے، لہذا کسی گھر میں ٹی وی سیٹ ہو اور وہ چلنے کی حالت میں نمازی کے

سامنے نہ ہوتو نماز میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

ہاں !اس ٹی وی میں کوئی ڈرامہ یا سینما کا کوئی پروگرام دکھایا جاتا ہواوراس میں موسیقی وغیرہ بجتا ہوتو اس سے نماز میں خلل آنے کی وجہ سے نماز مکروہ ہوگی نیز نمازی کے سامنے ٹی وی چل رہا ہوتو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔اوراگر نماز کے وقت ٹی وی چلنے کی حالت میں نہ ہوتو محض اس سیٹ کے گھر میں ہونے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی، نیز جس گھر میں ریڈیواورٹی وی ہواور یہ چیزیں بند ہوں تو وہاں ختم قرآن کی مجلس میں شرکت کرنا بھی ناجا ئزنہیں ہے، نیز اس حالت میں اس گھر میں فرشتوں کے نہ آنے کا عقیدہ بھی ٹھیک نہیں ہے ،جس طرح آئینہ ہونے کی وجہ سے فرشتوں کے آنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی اسی کے مطابق یہ حکم ٹی وی کے لئے بھی ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۰﴾ ٹی وی پر محض ایڈ (اشتہار) دیکھنا

سوال: ٹی وی گھر میں رکھ سکتے ہیں یانہیں؟ اور ہمارے یہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو محض ایڈورٹائز (ad) اورخریدی جانے والی اشیاء کی قیمت اور نیوز (news) دیکھتے ہیں،تو کیا گھر میں ٹی وی رکھ کرایسی چیزیں دیکھنا جائز ہے یاناجائز؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ٹی وی اگر جائز کام کے استعمال کے لئے ہوتو ممنوع نہیں ہے لیکن یہ ایسا چسکا (لت) ہے کہ قلب کی نگرانی اور حفاظت نہیں رہتی، لہٰذا ایسی چیزوں سے بھی بچنا چاہئے جوآگے چل کر گناہ کے کاموں میں مبتلا کردیں۔

﴿۲۷۱﴾ ٹی وی میں کرکٹ میچ دیکھنا

سوال: فی الحال تمام جگہوں پرٹی وی شروع ہوگیا ہے اوراس میں دوسری چیزیں بھی

دکھائی جاتی ہیں، اسی طرح اگر ہندوستان کسی بھی ملک کے ساتھ کرکٹ میچ کھیلتا ہے تو اسے لائیو (live) یعنی ہو بہو اس طرح دکھاتے ہیں جس طرح کہ میچ کھیلی جارہی ہے اور جس وقت کھیلی جارہی ہے اسی وقت دکھائی جاتی ہے اور اس طرح دکھائی جاتی ہے کہ جیسے ہمارے سامنے ہی کھیلی جارہی ہے تو سوال یہ ہے کہ کرکٹ میچ ٹی وی پر دیکھنا کیسا ہے؟ اور دیکھنے والے ایسے ہیں جو پنج گانہ نماز کے پابند ہیں اور ٹی وی پر میچ دیکھنے کے باوجود نماز کے وقت وہاں سے چلے جاتے ہیں اور نماز کو باجماعت ادا کرتے ہیں اور سنتیں بھی ادا کرتے ہیں تو نماز وغیرہ کی پابندی کے ساتھ اسے دیکھنا کیسا ہے؟ گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمان اور کامل ایمان کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ جس مقصد کے لئے ہم دنیا میں تشریف لائے ہیں اسی میں مشغول رہیں، اور لایعنی اور لہو ولعب سے اپنے آپ کو بچا کر آپ ﷺ کی حدیث "من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه" پر عمل کریں۔

ٹی وی بھی من وجہٍ سنیما ہی کی ایک قسم ہے، لہٰذا دوسری ناجائز چیزیں اس میں دکھائی نہ جاتی ہوں ہو تب بھی اس سے بچنا بہتر ہے، خصوصاً وہ شخص جو دیندار اور امامت جیسے بڑے مرتبہ کا ذمہ دار بھی ہو تو اسے خصوصاً بچنا چاہئے کہ جس سے دوسرے لوگ دلیل نہ پکڑیں، اس کے باوجود اس میں موسیقی، نامحرم عورتیں وغیرہ کو دکھلایا نہ جاتا ہو، صرف مردوں ہی کی میچ ہو اور نماز کی پابندی کا خیال بھی رکھا جاتا ہو اور دوسری ناجائز اشیاء سے بچنے کا بھی انتظام کرلیا جائے، تو دیکھنے کی وجہ سے گناہ نہ ہوگا۔ (شامی ج:۵، ص:۲۵۳) رہا ٹی وی پر ناچ گانے اور فلمیں وغیرہ دیکھنا تو یہ سنیما بینی کے برابر ہے، اور یہ ناجائز و حرام ہے۔

﴿۲۷۹۲﴾ ٹی وی پر رامائن دیکھنا

سوال: آج کل ٹی وی پر رامائن نامی ایک پروگرام چلتا ہے اس میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ رام ایسے تھے سیتا ایسی تھی مطلب یہ ہے کہ اس وقت رام، راون، سیتا کی جو کہانی بنی تھی وہ کہانی اور قصہ دکھایا جاتا ہے، کوئی رام بنتا ہے کوئی راون اور کوئی سیتا اور یہ پروگرام مسلمان بھی دیکھتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اسے دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس سے ایمان باقی رہتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... حضرت اقدس تھانویؒ نے **تسهیل العلم فی تقبیح الفلم** نامی ایک رسالہ لکھا ہے اس میں بالتفصیل سنیما دیکھنے کی برائی اور اس کے ناجائز ہونے کے دلائل بیان کئے ہیں ہر مسلمان کو اسے پڑھ لینا چاہئے (امداد الفتاوی۔ جلد ۴)

لہذا صورت مسئولہ میں ٹی وی پر آنے والے ایسے پروگرام ناجائز اور حرام ہیں۔ مذکورہ ہندو مذہبی پروگراموں کو دیکھنے سے جاہل مسلمانوں کے عقائد خراب ہونے کا اندیشہ ہے لہذا اس میں مزید قباحت اور گناہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۷۹۳﴾ اسٹوڈیو میں کمپیوٹر پر جاندار کی تصویر میں رنگ بھرنے اور بیک گراؤنڈ تبدیل کرنے کی ملازمت کرنا

سوال: مسئلہ: میں اسٹوڈیو میں کمپیوٹر پر جاندار کی تصاویر میں خوبصورتی، بیک گراؤنڈ (back ground) میں کلر کا نبینشین (colour combination) یا قدرتی منظر کے ذریعہ تزیین کا کام، نیز بگڑی ہوئی تصاویر کو سدھارنا اور فوٹو کی سی، ڈی (c.d) بنانے کا کام کرتا ہوں، تو میرے لئے ایسی نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......سوال میں یہ تو مذکور ہے کہ اسٹوڈیو (studio) میں کمپیوٹر پر بگڑی ہوئی تصاویر سدھارنے کا کام، کلر کا نیبنیشن یا دوسرے فوٹو کی سی، ڈی (c.d) بنانے کا کام آپ کرتے ہیں لیکن اس کا طریقۂ کار مذکور نہیں ہے جس کی وجہ سے صریح حکم نہیں بتا سکتے۔

اسلامی شریعت میں جاندار اشیاء کی تصاویر کھینچنے یا بنانے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے بارے میں سخت وعید بیان کی گئی ہے، لہٰذا احتیاط کرنی چاہیئے، اور اگر مکمل تصویر نہ بنائی جاتی ہو بلکہ ''الیکٹرانک'' (electronic) طریقہ سے فقط پائنٹ (point) اور نقطہ ہی بنتے ہوں اور وہ دیکھنے میں تصویر جیسے نہ ہو تو تصویر بنانے کا گناہ نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۹۴﴾ موبائل میں تصویر والا بیان سننا

سوال: بندہ کو ایک مسئلہ کے سلسلہ میں تحقیق مطلوب ہے وہ یہ کہ موبائل کے ذریعہ بیان سننا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو بعض مرتبہ اسکرین پر مع تصویر کے بیان سنا جاتا ہے تو اس طرح موبائل میں بزرگوں اور اللہ والوں کی تصویر رکھنا اور مع تصویر کے بیان سننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جدید ٹیکنولوجی سے جب تک فتنہ فساد یا شرعی حکم کی خلاف ورزی نہ ہو وہاں تک استفادہ کرنا جائز اور درست ہے اس لئے ریڈیو، ٹی وی یا موبائل کے ذریعہ بیان سننا جائز ہے، تصویر دیکھنے سے جو گناہ ہوتا ہے اسکا تحقق ہوگا تو گناہ ہوگا، ضرورت اور مجبوری کے بغیر تصویر رکھنا، بنانا گناہ ہے۔

موبائل میں بزرگوں کی تصویر رکھنا گناہ ہے، تقریر میں تو صرف سننا مقصود ہے، دیکھنا نہ

ضروری ہے اور نہ مفید پھر اس میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے، بچنا چاہئے۔

﴿۲۷۹۵﴾ موبائل سے تصویر کھینچنا

سوال: کیا موبائل سے تصویر کھینچنا خواص کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... تصویر کھینچنا ناجائز ہے اور اس میں گناہ کبیرہ ہے، البتہ موبائل میں ڈیجیٹل طریقہ پر تصویر کھینچی جاتی ہے اس میں تصویر نہیں بنتی اس لئے گناہ نہیں ہوگا، اس مسئلہ میں خواص اور عوام کا حکم ایک ہی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۷۹٦﴾ موبائل فون کی آواز کیسی رکھنی چاہئے؟

سوال: بعد سلام مسنون کیا فرماتے ہیں علماء دین اور مفیان شرع متین کہ آج کل موبائیل کا استعمال عام ہوگیا ہے، لوگ اس کو مسجد میں لیکر آتے ہیں اور بعض مرتبہ عین نماز میں بجنا شروع ہوجاتا ہے جس سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اسی طرح موبائیل میں مختلف قسم کی گھنٹی ہوتی ہے، بعض تو میوزک اور موسیقی کی طرز کی ہوتی ہے۔ کیا اس قسم کا ٹون رکھنا شرعا جائز ہے؟ بعض لوگ بجائے میوزک کے ٹون کے یا عام ٹون کے قرآن پاک کی کوئی آیت یا بسم اللہ یا کوئی دعا وغیرہ رکھتے ہیں جب فون آتا ہے تو تلاوت یا دعا شروع ہوجاتی ہے بعض مرتبہ بیت الخلاء میں بھی فوں ساتھ میں ہوتا ہے اور وہاں پر کسی کا فوں آیا تو یہی تلاوت یا دعا وغیرہ شروع ہوجاتی ہے تو کیا اس طرح کی تلاوت یا دعا وغیرہ فون کی آمد کی اطلاع کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ بعض لوگ موبائیل فون کو تصویر کشی یا ویڈیو کے لئے استعمال کرتے ہیں شرعا اس کا کیا حکم ہے۔ آج کل بعض ایسے موبائیل ہے کہ اس میں پورا قرآن محفوظ ہوجاتا ہے اور اس میں تلاوت بھی کر سکتے ہیں کیا اس طرح کے موبائیل فون کا

بلا وضوء چھونا جائز ہے؟

اس مسئلہ کو حدیث اور فقہ کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ لکھکر ہماری مشکل کو حل فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......انٹرنیٹ، موبائیل یا اسی طرح دوسری نئی مصنوعات اپنے اندر فوائد اور نقصانات دونوں رکھتی ہیں اس کے فوائد سے شریعت کی حد میں رہتے ہوئے فائدہ اٹھانا جائز اور درست ہے اور غلط اور ناجائز امور میں استعمال کرنا ناجائز اور بعض مرتبہ حرام کے حدود میں بھی داخل ہوجاتا ہے۔

موبائیل کے سلسلہ میں اس کی رینگ جو بجتی ہے اس میں تفصیل یہ ہے کہ رینگ کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ کوئی آدمی آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اس کی اطلاع ہوجائے۔ اس لئے جس سے اس کی اطلاع ہوجائے ویسی رینگ رکھنا درست ہے۔ بعض لوگ مختلف قسم کے میوزک کے ٹون رکھتے ہیں اور میوزک مسجد میں اور دیگر مقامات متبرکہ میں بھی بجتے ہیں، یہ گناہ ہے اور ایسی رینگ رکھنے والا اس کا گنہگار بنتا ہے اور دوسرے حضرات جو اس کو سنے یا نماز وغیرہ میں خلل واقع ہو تو اس کا بھی سبب بنتا ہے اس لئے ایسے وقت میں صرف حرکت سے پتہ چل جائے وہ صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ جس طرح ہوائی جہاز یا ہسپتال میں بند رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے ہی بند کرنیکا اہتمام کرلینا چاہیئے۔

بعض حضرات میوزک سے اجتناب کرتے ہوئے اس میں اذان، تلاوت، دعاءِ قنوت یا سلام وغیرہ کوئی متبرک چیز رکھتے ہیں اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ان حضرات کا جزبہ تو بہت مبارک اور قابل قدر ہے مگر جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ ناجائز اور قابل ترک ہے اس میں ان مبارک اشیاء کا غلط استعمال ہوتا ہے قدر کی جگہ ناقدری ہوتی ہے۔ اور اس ٹون کے

اصل سبب ہم ہی ہے اس لئے گنہگار بھی ہوتے ہیں۔

بعض مرتبہ بیت الخلاء میں بھی فون ساتھ ہوتا ہے اور اس وقت بھی یہی آواز وہاں بجنی شروع ہوجاتی ہے۔ اچھی حالت میں بھی ان الفاظ کے شروع ہوتے ہی فون چالو کر کے اس کی آواز بند کردی جاتی ہے اس میں اعراض کرنیکا گناہ ہوتا ہے۔ یہ الفاظ اللہ کے نزدیکی اور رضامندی حاصل ہونیکا ذریعہ ہونے چاہئے اس کی جگہ ناراضگی اور بعد اور دوری کا سبب بنتے ہیں، اس لئے یہ طریقہ قابل اصلاح ہے۔ درود شریف پڑھنا بہت ہی خیر و برکت اور ثواب کا کام ہے مگر کوئی اپنی تجارت یا کاروبار کے اعلان کے لئے اس وقت درود شریف پڑھتا ہے تو فقہاء نے لکھا ہے: ویکرہ عند فتح التاجر متاعہ (مراقی الفلاح) یعنی اپنا کاروبار شروع کرتا ہے اور اس کی اطلاع کے لئے وہ اس وقت درود پڑھتا ہے تو مکروہ تحریمی ہے۔ یعنی ایک مبارک چیز کو دنیوی فائدہ کے لئے استعمال کرتا ہے یہ ممنوع اور مبارک چیز کی بے ادبی ہے اس لئے ایسی ٹون کو رکھنا مکروہ تحریمی ہوگا۔

نماز کی حالت میں رنگ بجنے لگے اور ایک ہاتھ سے کسی طرح بھی بٹن دبا کر بند کردیں تو یہ اچھا ہے نماز بھی فاسد نہیں ہوگی اور لوگوں کو پریشانی بھی نہیں ہوگی۔

بعض حضرات موبائیل فون کو تصویر کشی یا ویڈیو میں استعمال کرتے ہیں یعنی اس میں تصویر یا ویڈیو کو موبائیل پر محفوظ کرلیا جائے یا کمپیوٹر پر منتقل کیا جائے تو گناہ ہے اسی طرح قرآن پاک کی تحریر کو موبائیل میں پروگرام کے ذریعہ محفوظ کیا جاتا ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ جس وقت اسکرین پر قرآن کی آیت لکھی ہوئی دکھائی دے اس وقت بغیر وضو یا حالت جنابت یا حالت حیض میں پورے موبائل کو چھونا بھی جائز نہیں۔

باب ما یتعلق بالغنا

﴿۲۷۹۷﴾ ناچ گانے کے جواز پر ایک دلیل اور اس کا جواب

سوال: یہاں امریکہ میں بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شادی بیاہ جیسے خوشی کے موقعہ پر گانا گانا اور بجانا وغیرہ جائز ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ شادی بیاہ کا موقعہ تھا اور لوگ گانے گاتے اور باجا بجارہے تھے اور محفل جمی تھی، اس وقت حضور ﷺ وہاں تشریف لائے تو لوگوں نے گانا گانا اور باجا بجانا بند کردیا، تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ گانا، بجانا کیوں بند کردیا؟ گاؤ اور بجاؤ خوشی کے موقعہ پر گانا جائز ہے، ہم نے آج تک ایسا مسئلہ سنا نہیں ہے، لہٰذا قرآن شریف واحادیث مبارکہ کے حوالوں کے ساتھ جواب دینے کی گذارش ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شادی یا دوسرے کسی خوشی کے موقعہ پر گانا یا میوزک (موسیقی) بجانا ناجائز اور حرام ہے، احادیث میں ایسی چیزوں کو سننے یا دیکھنے وغیرہ کی سخت ممانعت ہے، خود حضور ﷺ اس سے اتنا بچتے تھے کہ ایک مرتبہ اچانک کان میں آواز پڑی تو آپ ﷺ نے کانوں میں انگلی ڈال دی کہ جس کی بناء پر آواز نہ سنائی دے، نیز ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ میں تو موسیقی کو ختم کرنے کے لئے آیا ہوں، اور گانے میوزک وغیرہ کا زیادہ استعمال قرب قیامت کی علامات میں سے بتایا گیا ہے، لہٰذا گانا بجانا یا سننا اور باجا بجانا بلا کسی شک وشبہ کے ناجائز اور حرام ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری ج:۵ شامی وغیرہ) آپ نے بطورِ دلیل کے جو حدیث پیش فرمائی ہے اس سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے، مشکوٰۃ شریف ج:۱، ص:۱۲۶ پر یہ حدیث اس تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ بقرعید کے ایام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اس کے پاس تشریف لائے تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس دو نابالغ لڑکیاں دُف بجا کر انصار کی ''جنگِ بعاث'' کے متعلق اشعار گُنگنا رہی تھیں اور اس جگہ حضور ﷺ کپڑا اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ ان لڑکیوں کو منع کر کے ڈانٹنے لگے تو حضور ﷺ نے چہرۂ مبارک باہر نکال کر فرمایا کہ اے ابوبکر! چھوڑ دو، یہ تو عید کا موقع ہے۔ (بخاری و مسلم شریف) اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ گانے والی لڑکیاں نابالغ تھیں اور عید کا دن تھا، نیز وہ لڑائی اور بہادری اور شجاعت کے متعلق اشعار پڑھ رہی تھیں جب کہ فی زمانا تو گانوں میں عشق، عاشق، معشوق وغیرہ کی فحش باتیں ہوتی ہیں، نیز بالغہ عورتیں میوزک اور مختلف طرز وراگ کے ساتھ خاص قانون ومقصد کے تحت گاتی ہیں، لہٰذا اسے جائز سمجھنا غلط ہے، بلکہ فقہاء کے نزدیک یہ ناجائز اور حرام ومعصیت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۷۹۸﴾ حضور ﷺ کی شان میں گائی جانے والی قوالی سننا؟

سوال: حضور ﷺ کی شان میں قوالی ٹیپ ریکارڈ کی جاتی ہے تو اس قوالی کو سننا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضور ﷺ کی تعریف میں جو نعتیں اور اشعار بنائے جاتے ہیں ان کو خود پڑھنا یا سننا جائز ہے، نورانیت کا ذریعہ ہے، حضور ﷺ کے ساتھ محبت کی مضبوطی کا سبب ہے، لیکن غلط وکمزور روایتوں سے اشعار بنانا یا پرائی عورتیں یا موسیقی جیسے کہ طبلہ یا سارنگی وغیرہ کے ساتھ سننا جائز نہیں بلکہ حرام ہے، اس میں سخت گناہ ہے، آج کل جو قوال گاتے ہیں جن میں موسیقی کا استعمال ہوتا ہے، نیز روایات کی حدود میں نہیں رہتے جس کی بناء پر نا جائز کہلائے گا، اور حضور ﷺ کے ساتھ محبت پیدا ہونے کے بجائے منافقت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب الزینة

﴿۲۷۹۹﴾ سرمہ لگانے کا طریقہ

سوال: سرمہ کب لگانا چاہیے؟ دن میں یا رات کو سوتے وقت؟ سرمہ لگانے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کتنی سلائی کس آنکھ میں کس جگہ سے شروع کر کے کہاں تک لے جا کر ختم کرے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آنکھ کی حفاظت یا سنت کی ادائیگی کی نیت سے سرمہ لگانا چاہیے، نبی کریم ﷺ رات کو سونے سے پہلے دونوں آنکھوں میں تین تین بار تین سلائی لگاتے تھے، لہٰذا دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی پہلے دائیں آنکھ میں پھر بائیں آنکھ میں لگانا سنت ہے۔

نیز ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ داہنی آنکھ میں تین سلائی اور بائیں آنکھ میں دو سلائی بھی لگاتے تھے، لہٰذا دونوں طریقے سنت کہلائیں گے، بوقتِ ضرورت دن میں سرمہ لگانا بھی جائز ہے، رات کو سرمہ لگانا بہت مفید ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ رات کے وقت سرمہ لگاتے تھے اس لئے کہ رات کو آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے سرمہ زیادہ اثر کرتا ہے۔ (خصائلِ نبوی ص:۳۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۰۰﴾ سرمہ اور عطر لگانا

سوال: : سرمہ لگانا سنت ہے یا مستحب؟ حضور ﷺ کالا سرمہ لگاتے تھے یا سفید؟ اور سرمہ کس کس وقت میں لگانا چاہیے؟ نیز عطر لگانا کس وقت سنت ہے؟ اور کس وقت مستحب؟ اور روزانہ عطر لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آنکھوں میں سرمہ لگانا مستحب ہے لیکن اس میں

آپ ﷺ کی اتباع و پیروی کی نیت ہونی چاہئے۔(عالمگیری ص:۸۶-۳۵)
حضور ﷺ اصفہانی اور اثمد نامی سرمہ لگاتے تھے۔(خصائلِ نبوی ص:۳۴) سرمہ رات کو سوتے وقت نیز جمعہ اور عید کے دن لگانا چاہئے، نیز روزانہ عطر لگانے میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۱﴾ اسپرے لگانا

سوال: اسپرے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسپرے اگر جائز چیزوں کا ہے تو جائز ہے اور ناجائز چیزوں جیسے شراب یا الکوحل کا ہے تو ناجائز اور ناپاک ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۲﴾ ریشم اور سونے چاندی کے زیورات عورتوں کے لئے جائز اور مردوں کے لئے ناجائز کیوں؟

سوال: ریشمی کپڑا ہو یا سونے چاندی کے زیورات، مردوں کے لئے ان کا استعمال اور ان کو پہننا کیوں حرام قرار دیا گیا ہے؟ اور عورتوں کے لئے جائز کیوں قرار دیا گیا؟ کیا اس طریقہ سے اسلام کے اس حکم میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی انصاف و برابری نہیں ہے؟ کس دھات کے زیورات مردوں کے لئے جائز ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مرد و عورت دونوں کی فطرت میں اللہ نے فرق رکھا ہے، مرد میں ہمت جوش و طاقت عورت سے زیادہ ہوتی ہے، اور عورت میں زینت کی صلاحیت، ناز و نکھرے اور دل فریب اشیاء مردوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ سونا، ریشم وغیرہ اشیاءِ زینت میں سے ہیں جن کی عورت کو زیادہ ضرورت ہے مرد کو ضرورت نہیں، لہٰذا یہ

عورتوں کے لئے جائز ہیں۔اس میں کوئی ناانصافی نہیں ہے، اس کو پہننے کی وجہ سے تکبر، سستی عیش پرستی پیدا ہوتی ہے جو مردوں کی مردانگی کے خلاف ہے، جو شخص اس کا استعمال کرتا ہے اس میں مردانگی کے بجائے زنانہ پن زیادہ میں پایا جاتا ہے، مرد کو داڑھی نکلتی ہے، عورت کو نہیں، نیز جسم کی شکل وصورت، اور جسم کے جوڑوں اور نشیب وفراز، حمل کا ہونا وغیرہ اس کے لئے کیا کہو گے؟ ناانصافی کہہ کر اس میں بھی مردوں کے لئے برابری کا مطالبہ کیا جائے گا؟ مردوں کے لئے ساڑھے چار گرام تک چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، دوسری کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۰۳﴾ عورتوں کے لئے زیور پہننا

سوال: عورتوں کے لئے ہاتھ میں اور ہاتھوں کی انگلیوں میں، کانوں میں، دونوں پیروں اور ان کی انگلیوں میں اور ناک وغیرہ میں زیور پہننا جائز ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا اعضاء میں سے کس حصہ میں ناجائز شمار ہوگا؟ سبّابہ یعنی کلمہ کی انگلی میں انگوٹھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ نیز آج کے فیشن کے مطابق سر میں پِن وغیرہ لگانا جائز ہے؟ جوڑا باندھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورتوں کے لئے ہاتھ اور ہاتھ کی انگلیوں، گلے، کان اور پیر میں زیورات پہننا جائز ہے اور بالوں کی حفاظت کے لئے پِن وغیرہ لگانا، نیز جوڑا باندھنا بھی جائز ہے، لیکن جہاں جوڑا کافر اور مشرکوں کا شعار ہو تو ان کے ساتھ مشابہت ہونے کی بناء پر منع کیا جائے گا، ناک میں زیور پہننا بھی جائز ہے۔(امداد الفتاویٰ وغیرہ) انگوٹھی دونوں ہاتھوں میں سے جس میں چاہے پہن سکتے ہیں، چھوٹی انگلی میں پہننا زیادہ اچھا ہے۔(عالمگیری ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۰۴﴾ عورت کا سونے چاندی کے علاوہ دوسری معدنیات کا زیور پہننا

سوال: عورتوں کے لئے سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کا زیور مثلاً: پلاسٹک یا لوہے وغیرہ کا زیور پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور کھوٹے زیور پہن کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ کیا نماز کے وقت اسے اتار دینا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت کے لئے سونے چاندی کے علاوہ دیگر معدنیات مثلاً: تانبہ، پیتل، پلاسٹک وغیرہ کا زیور پہننا جائز ہے، انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی ہی ہونی چاہیئے، دوسری دھات کی انگوٹھی مردوں اور عورتوں کے لئے ممنوع ہے۔

جن زیورات کے پہننے میں ہندو عورتوں سے مشابہت ہوتی ہے ان کے پہننے سے بچنا بہتر ہے، مثلاً: منگل ستر وغیرہ۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۵﴾ مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی کی مقدار

سوال: سونا، چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں؟ کونسی انگلی میں پہننا سنت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورتوں کے لئے سونے چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے، اور ایک مثقال وزن کے برابر چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لئے حلال اور جائز ہے۔ (شامی ج:۵) داہنے یا بائیں دونوں میں سے جس ہاتھ میں چاہے انگوٹھی پہن سکتے ہیں، بعض علماء داہنے ہاتھ میں پہننے کو افضل کہتے ہیں، چھوٹی انگلی میں پہننا، اور مردوں کے لئے نگینہ ہتھیلی کی طرف ہو اور عورتوں کے لئے نگینہ اوپر کی جانب ہو یہ افضل ہے۔ (شمائل وشامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۶﴾ مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی پہننے کی مقدار

سوال: عورت اور مردوں کا بالوں میں ''مانگ'' نکالنا اور انگوٹھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟ اور کس طرح کی انگوٹھی پہن سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بالوں کو اس طرح کنگھی کرنا کہ جس سے کفار اور فساق کے ساتھ مشابہت ہوتی ہو، جائز نہیں ہے، مسنون طریقہ یہ ہے کہ بالوں میں سیدھی کنگھی کر کے درمیان میں مانگ نکالی جائے، آپ ﷺ اسی طرح کنگھی کرتے تھے، سونے اور چاندی کی انگوٹھی تو عورتوں کے لئے جائز ہے اور مردوں کے لئے چاندی کی انگوٹی فقط ساڑھے چار (۲/۱-۴) گرام تک جائز ہے، سونے کی انگوٹھی جائز نہیں ہے۔

﴿۲۸۰۷﴾ چاندی کی انگوٹھی میں تعویذ رکھنا

سوال: چاندی کی انگوٹھی میں تعویذ رکھنا اور اسے پہننا کیسا ہے؟ نیز از روئے شریعت انگوٹھی کونسے ہاتھ میں اور کس انگلی میں پہننا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: چاندی کی انگوٹھی داہنے یا بائیں دونوں ہاتھوں میں سے جس ہاتھ میں چاہے پہن سکتے ہیں، نیز اس میں تعویذ بھی رکھ سکتے ہیں۔ (شامی ج: ۵، ص: ۲۳۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۰۸﴾ رولڈ گولڈ کے پٹہ والی ہاتھ گھڑی پہن کر نماز پڑھنا

سوال: ہاتھ والی گھڑی کا پٹہ جسے رولڈ گولڈ کہتے ہیں، اسے باندھ کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بہت سے حضرات کا کہنا ہے کہ ایسے رولڈ گولڈ پٹے والی گھڑی باندھ کر نماز پڑھنے سے نماز صحیح نہیں ہوتی، پٹہ رولڈ گولڈ کا ہو یا کسی دوسری دھات کا بنا ہوا ہو اسے باندھ

کرنماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: گھڑی کا پٹّہ رولڈ گولڈ کا ہو یا کسی دوسری دھات کا اسے پہن کرنماز پڑھنا جائز ہے؛ اور اس سے گھڑی کی حفاظت مقصود ہے، زینت نہیں، لہٰذا اس کو ضرورت میں شمار کیا جائے گا، فقط زینت اور شو بازی کے لئے کسی بھی دھات کا زیور پہننا ناجائز ہے، البتہ سونے کی گھڑی یا پٹہ مردوں کے لئے ناجائز اور حرام ہے۔ (فتاویٰ سنگرہ، جلد ٦، فتاویٰ رحیمیہ ص: ۱۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۰۹﴾ شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا

سوال: ایسا کہا جاتا ہے کہ شہادت کی انگلی میں انگوٹھی نہیں پہن سکتے؟ تو کیا کتابوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننے کی ممانعت نظر سے نہیں گذری نیز داہنے یا بائیں جس ہاتھ میں چاہے پہن سکتے ہیں۔ (شامی ج: ۵)

﴿۲۸۱۰﴾ مرد کے لئے انگوٹھی پہننے کی تفصیل

سوال: مردوں کے لئے انگوٹھی پہننا جائز ہے؟ مرد سونے کی انگوٹھی پہنیں یا چاندی کی؟ کتنے وزن کی؟ کتنی انگلیوں میں؟ اور اگر ایک انگلی میں پہن سکتے ہیں تو کونسی انگلی میں؟ داہنے ہاتھ کی یا بائیں ہاتھ کی؟ انگوٹھی میں موتی یا عقیق کا پتھر (نگینہ) لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ نگینہ والی انگوٹھی سیدھی پہنے یا الٹی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، حرام ہے۔ اور دوسرے کسی بھی دھات کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز

ہے لیکن ساڑھے چار گرام سے زیادہ وزن کی نہیں ہونی چاہئے اور اس انگوٹھی میں عقیق یا دوسرے کسی بھی طرح کا نگینہ لگانا جائز ہے اور اس نگینہ کا وزن شمار نہیں کیا جائے گا، نیز مرد اسے اس طرح پہنیں کہ نگینہ ہتھیلی کی جانب ہو اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہننا افضل ہے، اور بائیں ہاتھ میں پہننا بھی جائز ہے، ایک سے زائد انگلیوں میں انگوٹھی نہیں پہننی چاہئے۔(فتاویٰ عالمگیری ص:۵،ص:۳۳۶) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۱۱﴾ سونے کا پانی چڑھی ہوئی گھڑی پہننا

سوال: گھڑی کی بعض چین لوہے کی اور بعض اسٹیل کی ہوتی ہے، اسٹیل بھی ایک طرح کا لوہا ہی ہے، نیز گھڑی کے کیس (case) پر بھی سونا، چاندی کا پانی چڑھا ہوا ہوتا ہے تو اسے پہننا جائز ہے یا نہیں؟ حدیث شریف میں لوہے کی انگوٹھی پہننے کو ناجائز کہا گیا ہے، تو اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گھڑی کی چین لوہے کی ہو یا اسٹیل کی یا اسی طرح کسی اور دھات کی ہو تو اسے پہننا بلاحرج جائز ہے، ہاں اگر کسی گھڑی کا کیس سونے یا چاندی سے بنا ہو یا مخلوط ہونے کی صورت میں سونا چاندی غالب ہو (سونا، چاندی زیادہ ہو) تو اسے پہننا ناجائز ہے، اور اگر سونا چاندی پر دوسرے دھات غالب ہوں اور سونا چاندی مغلوب ہوں یا کیس پر فقط سونے چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو تو اسے پہننا بھی جائز ہے۔
انگوٹھی کا اصل مقصد زینت ہے جب کہ گھڑی کا اصل مقصد استعمال اور ضرورت ہے، لہٰذا دونوں کے حکموں میں بھی فرق آئے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۱۲﴾ گھڑی کون سے ہاتھ میں پہننی چاہیئے؟

سوال: ہاتھ کی گھڑی بائیں ہاتھ میں پہننی چاہیئے یا دائیں ہاتھ میں؟ بائیں ہاتھ میں پہننا یہودیوں کا طریقہ ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ مسلمانوں کو داہنے ہاتھ میں پہننا چاہیئے کیا یہ صحیح ہے؟ بہت سے یہودی بھی داہنے ہاتھ میں گھڑی پہنتے ہیں تو اس وقت کیا کریں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... گھڑی چاہے داہنے ہاتھ میں پہنے یا بائیں ہاتھ میں، دونوں طریقے جائز و درست ہیں۔ بائیں ہاتھ میں پہننا یہودیوں کا طریقہ ہے یہ بات غلط ہے؛ اس لئے کہ وہ بائیں ہاتھ میں ہی پہنتے ہیں ایسا نہیں ہے، نیز یہ ان کے مذہبی شعار میں سے بھی نہیں ہے کہ ان کی مخالفت کی جائے، لہٰذا اپنی مرضی اور سہولت کے مطابق جس ہاتھ میں چاہے پہن سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۱۳﴾ کیا عورتیں گھڑی پہن سکتی ہیں؟

سوال: عورتیں گھڑی پہن سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر پہن سکتی ہیں تو کس طرح؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس طرح مرد اپنی ضروریات کی وجہ سے گھڑی پہن سکتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی پہن سکتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، فیشن یا اجنبی مرد کو پھنسانے کے لئے نہ ہو۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۱۴﴾ عورت کا اشیاء زیب و زینت استعمال کرنا

سوال: مسلمان عورت کا پاؤڈر، اسنو (snow) خوشبودار کیسٹر اوئل (oil) کولگیٹ (colgate)، کوکونٹ اوئل (coconut oil) یعنی اشیاء زیب و زینت استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورتیں پردے کی حدود کی رعایت کرتے ہوئے ہر طریقہ سے زیب وزینت کرسکتی ہیں، لیکن اگر زینت کرکے اپنے جسم کی نمائش کرتی ہوں یا کرواتی پھرتی ہوں تو ناجائز ہے اور ایسی عورتوں پر فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب حقوق الزوجین و مایتعلق بھما

﴿۲۸۱۵﴾ عورت کی کمائی میں سے شوہر اور ماں باپ کا کھانا؟

سوال: مسلمان عورت کا کسی بھی طرح کی ملازمت کرنا یا کرانا کیسا ہے؟ اور اس کی آمدنی میں سے اس کا شوہر اور ماں باپ اور بال بچے کھا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمان عورت کا اسلام میں ایک خاص درجہ ہے اور حیاء اور شرم اس کا زیور ہے، لہٰذا کوئی عورت پردے کے ساتھ اسلامی قانون کے تحت رہتے ہوئے اگر ملازمت کرے تو اس سے ملنے والی کمائی حلال و درست ہے اور اس طرح ملازمت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی آمدنی حلال اور پاک ہے، لہٰذا خود اس کے لئے اور اس کے ماں باپ یا شوہر کے لئے اس کمائی میں سے بغیر کسی حرج کے کھانا جائز و درست ہے، لیکن شرعی حدود کی خلاف ورزی کرتی ہو، غیر مردوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہو یا بے پردگی ہوتی ہو تو اس طرح ملازمت کرنے والی عورت کے لئے حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی ہے، لہٰذا اگر اس طرح ملازمت کریگی تو گنہگار ہوگی جس کی بناء پر ایسی ملازمت کی کمائی حلال شمار نہ ہوگی اور ایسی ملازمت کی کمائی کی شرعاً اجازت نہیں ہے جس میں شریعت کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہو، ایسے وقت میں باپ یا شوہر اور لڑکوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس عورت کی حاجاتِ ضروریہ کو پورا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۶﴾ شوہر کا اپنی بیوی کو اپنے سامنے فیشن کرنے کے لئے کہنا

سوال: ایک دیندار گھرانہ کی باعمل پردہ نشین عورت جو کہ اپنے دیور وغیرہ سے بھی پردہ کرتی ہے، نیز یہ گھرانہ عوام میں بھی مقتدی، اہل علم اور دیندار سمجھا جاتا ہے۔ اور لوگوں کا رجوع

بھی ان کی طرف ہے۔ ایسی دیندار عورت کو اس کا شوہر فیشن کرنے کو کہتا ہے۔ حالانکہ شادی سے قبل کبھی بھی اس نے اپنے باپ کے یہاں فیشن نہیں کیا۔

امور فیشن یہ ہیں: سر کے بالوں کو تراشنا، پلکوں پر رنگ لگانا، لبوں پر لالی لگانا، ناخن پر نیل پالش لگانا، سر کے بالوں کو مختلف ڈیزائن اور فیشن سے سنوارنا، (ممکن ہے کہ تشبہ بالغیر یا تشبہ بالفساق لازم آئے)، بالوں کو سیاہ یا اور قسم کے رنگ سے رنگنا۔ اور مختلف ڈیزائن اور فیشن کے کپڑے پہننا وغیرہ۔

کیا ایسے مقتدی اور دیندار گھرانہ کی عورت کے لئے اپنے شوہر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر وقت مذکورہ اور اس کے علاوہ اور طرح سے فیشن کرنا جب کہ دوسری عورتیں بھی ان کے گھر آمد و رفت رکھتی ہوں، اور اس دیندار گھرانہ کی عورتیں دوسرے کے گھروں پر جاتی ہوں، اور عوام اس دیندار گھرانہ کی اس فیشن والی زندگی کو دیکھ کر ہر قسم کے فیشن کے جواز پر استدلال کر کے گھر میں اور باہر ہر موقع پر بلا برقع کے فیشن کرتی ہے (بالخصوص جب کہ ایسی عورتیں مدرسہ یا دعوت و تبلیغ اور وعظ وغیرہ بھی کرتی ہوں اور ایسی حالت میں تدریس، و وعظ اور تبلیغ بھی کریں) جائز یا نہیں؟

نوٹ: ناخن کی پالیش خشک ہونے کے بعد مجسم ہو جاتی ہے اور وصول پانی سے مانع ہے۔ لبوں پر لگائی جانے والی لالی اور پلکوں پر لگایا جانے والا رنگ میں خاص قسم کی چکناہٹ ہوتی ہے۔

جس کی وجہ سے پانی ادھر ادھر سے گذر جاتا ہے۔ مذکورہ لالی اور رنگ وغیرہ میں الکحل یا جانور کا تیل یا اور کوئی ناجائز چیز کی ملاوٹ نہیں ہوتی ہے۔ غیر شادی شدہ عورت کو سوال نمبر ایک میں بیان کردہ فیشن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عورتوں کے لئے فیشن کی حدود کیا ہیں

؟مذکورہ فیشن اپنے جلوے خانہ (تنہائی) میں شوہر کے سامنے اس کو خوش کرنے کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عورت کے لئے شریعت نے پردہ لازم قرار دیا ہے۔اگر کوئی عورت مکمل شرعی پردہ کرتی ہے، دیندار ہے،تو یہ بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔شوہر اگر چاہتا ہے کہ وہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے صاف ستھری رہے تو یہ جائز ہے اور جائز زینت کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

عورت کے سر کے بالوں کو تراشنا یا کٹوانا ناجائز اور حرام ہے۔اسی طرح نیل پالش وغیرہ لگانا بھی درست نہیں کیونکہ اس سے وضو اور غسل درست نہیں ہوتا۔اور جو چیز ناجائز ہو اس کو خود کرنا بھی جائز نہیں اور شوہر کہے تب بھی اس کی اطاعت کرنا درست نہیں۔زینت کے مسائل منکوحہ اور غیر منکوحہ دونوں کے لئے یکساں ہیں۔منکوحہ کے لئے شوہر کے حکم کی اطاعت میں اطاعت شوہر کا ثواب ہے۔

﴿۲۸۱۷﴾ تراویح پڑھانے کی اجرت کے وبال سے بچنے کی شکل

سوال: میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حافظ قرآن ہوں، اور کئی سالوں سے تراویح پڑھاتا ہوں، پہلے جس جگہ میں میں تراویح پڑھاتا تھا اس جگہ مجھے تراویح پڑھانے کے روپے ملتے تھے اور وہ روپے میں لیتا تھا، مجھے یاد ہے اب تک کل کتنے روپے میں نے لئے ہیں،اب میری حالت الحمدللہ بہت اچھی ہے،اور اب میں ان روپیوں کے وبال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں، تو اسکا کیا طریقہ ہے؟ اور یہ رقم کسے دینی چاہئے؟ اسکی آسان صورت بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینا قرآن پاک کو فروخت کرنے کے مانند ہے، اس لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور اتفاق سے شروع میں لے لئے ہوں تو اس فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے، اور جن سے لئے ہوں انہیں واپس کر دیا جائے، اگر انہیں واپس کرنا ممکن نہ ہو تو غریب اور محتاج کو صاحب اموال کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو انشاء اللہ گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۸﴾ شوہر کو کس نام سے بلانا چاہئے؟

سوال: عورت شوہر کو کس نام سے مخاطب کر سکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شوہر کا نام لے کر بلانا مکروہ ہے، جس نام اور لقب سے شوہر کی شان و عزّت بڑھتی ہو یا برقرار رہتی ہو اس نام یا لقب سے بلانا چاہئے۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۱۹﴾ شب براءت اور رمضان کی راتوں اور ایام حج کی راتوں میں بیوی سے صحبت کرنا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص کا کہنا ہے کہ فتاویٰ اشرفیہ میں ہے کہ شب براءت، اور رمضان کی راتوں اور ایام حج کی راتوں میں بیوی سے صحبت نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یہ مبارک گھڑیاں ہیں تو کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......شب براءت اور رمضان کی راتیں اور ایام حج کی مبارک راتوں میں اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اگر کوئی شخص

جماع کرنا چاہے تو بلا کراہت کرسکتا ہے، رمضان کی مبارک راتوں میں جماع کرنے کی اجازت قرآن شریف کی آیت ﴿فالٰئن باشروھن﴾ (البقرۃ ۱۸۷) سے ثابت ہوتی ہے۔

فتاویٰ اشرفیہ ص:۲۴۳ میں آپ کے پوچھے ہوئے سوال کا جواب بالتفصیل موجود ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بزرگوں کے اقوال اور تجربوں کے مطابق ان راتوں میں صحبت نہ کرنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ اشرفیہ ص:۲۴۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۲۰﴾ حائضہ کی ران سے فائدہ اٹھاتے ہوئے منی خارج کرنا

سوال: مرد کو شہوت کا غلبہ ہو اور عورت حیض کی حالت میں ہو تو مرد شہوت پوری کرنے کے لئے عورت کی ران سے رگڑ کر اپنی شہوت پوری کرسکتا ہے؟ اگر مرد کی بیوی بیرون ملک میں ہو یا کسی وجہ سے اس کے ساتھ نہ رہتی ہو اور ایسے وقت مرد کو شہوت کا غلبہ ہو تو مرد کس طریقہ سے اپنی شہوت کو پورا یا ٹھنڈا کرسکتا ہے؟ کیا مرد اپنی عورت کے ساتھ صحبت کرنے کے تصور سے منی خارج کرسکتا ہے؟ اسی طریقے سے کیا عورت بھی ایسا کرسکتی ہے؟ مزید یہ بات جاننی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مدنظر رکھتے ہوئے فقط تصور سے (اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنے کا تصور) حمل قرار پاسکتا ہے؟ ایسی حالت میں مرد اپنا حمل نہ ہونے کا انکار کرسکتا ہے؟ یا اس بچہ کو اپنا بتا سکتا ہے یا اسے کیا کرنا چاہئے؟ حقیقت میں کوئی شخص خواب میں اپنی بیوی سے صحبت کرے تو فقط اسی وجہ سے اس کو حمل ٹھہر گیا ایسا مان سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... اپنی بیوی کے کسی بھی حصّے سے شہوت پوری کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے، لہٰذا ران پر رگڑ کر منی خارج کرسکتے ہیں اس میں گناہ نہیں

ہے، لیکن اپنے ہی اعضاء جیسے ہاتھ وغیرہ سے مشت زنی کرکے منی خارج کرنا سخت گناہ کا کام ہے۔ درمختار ج:۲، ص:۱۰۰ میں ایسے شخص کو ملعون (رحمت سے دور) کہا گیا ہے۔

علامہ ابن عابدینؒ نے فقیہ ابواللیث سمرقندی کی عبارت نقل کی ہے کہ: اگر کسی شخص کو شہوت کا غلبہ ہو اور بیوی کے پاس نہ جاسکتا ہو یا بیوی موجود نہ ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں کوئی شخص مشت زنی کرے تو انشاء اللہ گناہ نہیں ہوگا، عورت اور مرد دونوں کے لئے یہی حکم ہے۔ حمل ٹھہرنے کے لئے رحم میں مرد کی منی داخل ہونا ضروری ہے، اور تصور سے منی وہاں نہیں پہونچ سکتی، لہٰذا حمل ٹھہرنے کا سوال ہی نہیں رہتا، فقہاء کرام نے مطولات میں ایسی صورتوں کا جواب بھی دیا ہے۔

﴿۲۸۲۱﴾ عورت کے انتقال کے بعد مہر کس کو دیں؟

سوال: ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہوگیا اس کا شوہر باہر گیا ہوا تھا، چار پانچ دن کے بعد گھر آیا اس وقت خبر ہوئی، عورت کی زندگی میں اپنے شوہر کے ساتھ مہر کے متعلق کسی بھی قسم کی بات چیت نہیں ہوئی تھی، اور عورت نے مہر معاف بھی نہیں کیا تھا، تو شوہر کا کہنا یہ ہے کہ میں مہر کس کو دوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... عورت کا مہر اب تک نہ دیا ہو یا عورت نے معاف نہ کیا ہو اور اس کا انتقال ہو جائے تو یہ مہر عورت کا قرض ہے جس کا ادا کرنا مرد پر واجب ہے، لہٰذا اب قرض میراث بن کر ورثاء کو ان کے حق کے مطابق ادا کرنا پڑے گا لہٰذا وہ مہر کی رقم تقسیم میراث کے مطابق ورثاء کو دے کر ذمہ داری ادا کی جاسکتی ہے۔ سوال میں عورت کے ورثاء کے متعلق کچھ لکھا ہوا نہیں ہے لہٰذا تمام ورثاء کی تفصیل لکھ کر دوبارہ پوچھیں۔

﴿۲۸۲۲﴾ میاں بیوی کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بوسہ دینا

سوال: میاں بیوی ہمبستری یا صحبت کرتے وقت ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بوسہ دے سکتے ہیں یا منہ میں لینا جائز ہے یا نہیں؟ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے کہ نہ میں نے کبھی حضور ﷺ کی شرمگاہ دیکھی ہے اور نہ تو حضور ﷺ نے کبھی میری شرمگاہ دیکھی ہے، لہٰذا ایسی پاکیزہ سیرت کے مطابق عمل کرنا چاہئے، اس کے باوجود میاں بیوی کے لئے ایک دوسرے کے جسم سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، لہٰذا بوسہ دینا اور منہ لگانا گناہ تو نہیں ہے لیکن شہوت کی حالت میں اس جگہ سے مذی نکلتی رہتی ہے جس کی وجہ سے منہ گندہ اور ناپاک ہو جاتا ہے، لہٰذا ایسے طریقوں سے جو جانوروں کے طریقوں کے مانند ہوں انسان جیسی باعظمت اور عقلمند مخلوق کو ضرور بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۲۳﴾ حالت حیض میں عورت سے فائدہ حاصل کرنے کی تفصیل

سوال: میں نے کسی دینی کتاب میں پڑھا ہے کہ حالت حیض میں عورت کی شرمگاہ سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے رانوں کا استعمال کر کے مرد اپنی شہوت پوری کرسکتا ہے، تو یہ مسئلہ معتبر سند کے ساتھ تفصیل سے بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حالت حیض میں عورت کی شرمگاہ سے فائدہ اٹھانا حرام ہے، جب کہ جسم کے دیگر مقامات سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، صرف ناف کے نیچے اور گھٹنوں سے اوپر یعنی رانوں سے فائدہ حاصل کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ عورت نے کپڑا پہنا ہو تو بالاتفاق جائز ہے اور کپڑا نہ پہنا ہو تو شیخین کے قول کے مطابق جائز نہیں ہے، اور

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ جائز ہے۔ (شامی وغیرہ)

﴿۲۸۲۴﴾ حیض میں ہمبستر ہونا جائز نہیں

سوال: حیض سے پاک ہونے کے کتنے دن بعد عورت سے ہمبستر ہو سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حیض کی اقل مدت تین دن ہے اور اکثر مدت دس دن ہے، اس لئے حیض شروع ہونے کے بعد دس دن تک یا تین دن بعد حیض آنا مکمل بند نہ ہو جائے اس وقت تک جماع کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ (شامی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۲۵﴾ ہمبستر ہوتے وقت پرائی عورت کا تصور

سوال: ایک شخص اپنی عورت سے ہمبستر ہوتے وقت پرائی عورت کا تصور کرتا ہے تو یہ شخص گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور اگر اس صورت میں استقرار حمل ہو جائے تو وہ حمل حرامی کہلائیگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اپنی عورت سے ہمبستر ہوتے وقت پرائی عورت کا تصور کرنا اور یہ خیال کرنا کہ وہ پرائی عورت سے ہمبستر ہو رہا ہے گناہ کا کام ہے، البتہ اس جماع کے نتیجہ میں جو حمل قرار پائے وہ نکاح میں ہونے کی وجہ سے حرامی نہیں کہلائے گا، اس طرح تصور کرنے کو مشکوۃ شریف کی حدیث (ص:۸۰) میں قلبی و ذہنی زنا کہا ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے، اس لئے اس طرح تصور کر کے اپنی عورت سے جماع جو کہ جائز اور ثواب کا کام ہے اسے ناجائز اور گناہ کا کام نہیں بنانا چاہئے۔

﴿۲۸۲۶﴾ عورت سے دبر میں وطی کرنا

سوال: عورت کے مقام دبر میں وطی کرنے کے بارے میں شریعت نے کیا کہا ہے؟ قرآن و حدیث میں اس کے لئے کیا حکم وارد ہے؟ کچھ لوگوں کو غلبۂ شہوت سے ایسے جماع

کی عادت ہو جاتی ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کچھ بھائیوں کا کہنا ہے کہ اس ناجائز جماع کے متعلق قرآن وحدیث میں خاص وعید اور ممانعت وارد ہے، کچھ کا کہنا ہے کہ ایسے جماع سے میاں بیوی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ اس فعل کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بیوی سے مقام فرج میں پاکی کے دنوں میں وطی کرنے کی اجازت ہے، لیکن مقام دبر میں وطی کرنے کی اجازت نہیں ہے، قرآن پاک، حدیث شریف اور تمام ائمہ مجتہدین کے اقوال سے یہ فعل بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے۔

قرآن پاک کی سورۂ بقرہ میں ہے: عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، پس اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو داخل ہو، مثلاً: کھڑے کھڑے، بیٹھے بیٹھے، کروٹ پر جس نوعیت سے آنا چاہو لیکن آنا ہے مقام حرث میں، جو کہ قبل ہے۔ اس آیت سے دبر میں جماع کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

حدیث شریف میں ہے کہ ملعون ہے وہ شخص جو اپنی عورت سے دبر کے مقام میں وطی کرے، نیز دوسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر نہیں کریگا جس نے اپنی عورت سے دبر میں وطی کی ہوگی۔ (مشکوۃ: ۲۷۶)

ان جیسی دیگر بہت سی احادیث سے اس برے فعل کی ممانعت اور سخت وعید ثابت ہوتی ہے، اس لئے اس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے، پھر بھی اگر کوئی بد بخت یہ برا فعل کرے تو اس سے اسکے نکاح پر کوئی اثر نہیں آئیگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۲۷﴾ اپنی ہونے والی بیوی کو کالج جانے سے روکنا

سوال: میرا رشتہ اپنے قریبی رشتہ دار کی لڑکی سے طے ہوا ہے، وہ اس سال کالج داخل ہونا

چاہتی تھی، لیکن میں نے ایسا کرنے سے منع کیا، اور میرا مقصد اس سے صرف برے اور مسموم ماحول سے اسکی حفاظت کرنا تھا، مجھے پوچھنا یہ ہے کہ میرا یہ قدم مذہبی نقطہ نظر سے صحیح ہے یا نہیں؟

میں نے ایک ایسی عورت کو روکا ہے جس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ میرا اس پر فی الحال کوئی حق نہیں ہے، تو کیا میرا یہ قدم مذہبی نقطہ نظر سے صحیح تھا یا غلط یہ واضح فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمان کو چاہئے کہ وہ کوئی بھی برا کام ہوتا ہوا دیکھے اور اسکے روکنے پر قادر ہو تو اسے اپنی قدرت کے مطابق روکے، یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے، اس لئے آپ نے اپنے قریبی رشتہ دار کی بیٹی کو (جو مستقبل میں آپ کی بیوی بن سکتی ہے) کالج کے برے اور مخرب اخلاق و عادات ماحول سے بچانے کے لئے اسے کالج جانے سے روکا یہ اچھا کام کیا، آپ کو مذکورہ حدیث پر عمل کا موقعہ اور اسکی فضیلت اور ثواب حاصل ہوا، اور انکی زندگی برے اخلاق اور بری صحبت سے بچ گئی، اس لئے اس میں آپ کو یا انہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ خوش ہونا چاہئے کہ آپ کو دیندار، نیک سیرت بیوی اور رشتہ دار ملی ہے اور اس کو نیک سیرت اور دین کو ترجیح دینے والا شوہر ملا جو اس دور میں یقیناً ایک نعمت ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۲۸﴾ دودھ اترنے کی حالت میں بیوی کے پستان منہ میں لینا

سوال: بیوی سے ہمبستری کے وقت بیوی کے پستان کا وہ حصہ جہاں سے دودھ نکلتا ہے شوہر منہ میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر بیوی کو دودھ اترتا ہو اور اس حالت میں شوہر پستان منہ میں لیوے اور عورت کا دودھ شوہر کے منہ میں چلا جائے تو کیا بیوی شوہر پر حرام ہو جائے گی؟ اگر اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اپنی بیوی کے پستان کو ہاتھ لگانا، پکڑنا جائز ہے، منہ میں لینے سے اگر دودھ منہ میں آوے تو فوراً تھوک دے، دودھ پیٹ میں اتار دینا گناہ ہے، البتہ دودھ کے منہ یا پیٹ میں جانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں آتا، بدستور وہ اس کے نکاح میں باقی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۲۹﴾ شادی کے موقع پر گلدستہ ہاتھ میں لینا، دوستوں سے شب زفاف کی باتیں کرنا

سوال: شادی کے موقع پر ہاتھ میں ''گلدستہ'' لینا اور ''پھول ہار'' پہن کر نکاح کرنے جانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز میں نے سنا ہے کہ شب زفاف کی باتیں دوستوں میں کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے؟ تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... پھول اور ہار پہن کر، گلدستہ ہاتھ میں لے کر نکاح کرنے جانا یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے، اور غیر مسلم کی مشابہت اختیار کرنے کو منع کیا گیا ہے، اس طریقے سے نکاح کرنے نہیں جانا چاہئے، حضور اقدس ﷺ نے اور صحابۂ کرامؓ نے بھی نکاح کئے ہیں، لیکن کسی سے کہیں بھی اس طریقے سے نکاح کرنے جانا ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ رسم ضرور چھوڑنی چاہئے؛ کیوں کہ ہم ان حضرات کی اتباع کرتے ہیں نہ کہ غیر مسلموں کی۔

ہمارا مذہبِ اسلام بہت ہی صاف، پاکیزہ اور مہذب ہے، اور جو چیز بے حیائی اور بے ادبی پر منحصر ہو اس سے خاص طور پر ہمیں روکا گیا ہے اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ خراب حالت والے وہ لوگ ہوں گے جو اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے اور عورت اس سے لطف اٹھائے اور پھر وہ ایک دوسرے کے راز کو پھیلائے''۔ (طحطاوی ص:۳۶۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد کا اپنے دوستوں کو اور عورت کا اپنی سہیلیوں کو ایسی باتیں بتانا

گناہ ہے، یہ بہت ہی خراب اور حد سے زیادہ بے شرمی کا کام ہے، لہٰذا ایسا نہ کرنا چاہئے۔

﴿۲۸۳۰﴾ دولہا سے مسجد اور مدرسہ کے لئے رقم لینا

سوال: ہمارے یہاں دولہے سے مدرسہ نیز مسجد کے نام سے پیسہ لیا جاتا ہے وہ پیسہ مولوی صاحب کی تنخواہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس رقم کو جماعت کے کاموں میں لینا جائز ہے؟ اور یہ لی ہوئی رقم مسجد و مدرسے میں کام کرنے والوں کی تنخواہ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح مسجد کے برتن کرائے پر دئے جاتے ہیں، ان کرایا کے روپیوں کو بھی تنخواہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دولہے کے پاس سے پیسہ مسجد و مدرسہ کے لئے لیا جاتا ہے تو اگر وہ اپنی رضامندی اور خوشی سے دیتا ہے تو لینا جائز ہے، اور یہ پیسہ تنخواہ میں بھی دے سکتے ہیں۔ لیکن جبراً وصول کرنا اور بغیر دئے جماعت والے نکاح نہ کرنے دیتے ہوں یا شرم کے مارے جو پیسہ دیا گیا ہو تو اس کا لینا جائز نہیں، اور یہ پیسہ غصب کہلائے گا، اور اس کا لینا اور استعمال کرنا دونوں ناجائز ہیں، اور مسجد و مدرسے میں یا وہاں کام کرنے والوں کی تنخواہ میں دینا بھی جائز نہیں، لہٰذا ایسا ٹیکس لینے سے بچنا چاہئے، نیز برتنوں کے کرائے میں آنے والی رقم تنخواہ میں دے سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۳۱﴾ مشترکہ رقم نصف نصف استعمال کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ابھی کچھ دن پہلے انتقال کر گئی، مذکورہ عورت اپنی کچھ رقم اپنے لڑکے اور لڑکی کے پاس خود کے خرچ کے لئے رکھتی تھی، جس میں سے وہ اپنے خرچ کے لئے کبھی کبھی کچھ رقم لیتی تھی اس کا شوہر حیات ہے،

مذکورہ رقم اس کی اولاد جو بیرون ملک میں ہے وہ والدین کے خرچ کے لئے بھیجتے ہیں، رقم بھیجنے والے لکھتے تھے کہ اتنی رقم والد کے لئے اور اتنی والدہ کے لئے، لیکن دونوں کی رقم ایک ساتھ ہی لڑکے اور لڑکی کے پاس رکھی جاتی تھی دونوں کو جب ضرورت پڑتی تو اسی میں سے خرچ کرتے، عورت انتقال کرگئی ہے اب یہ طے نہیں کیا جا سکتا ہے کہ مرحومہ عورت کی رقم کتنی ہے اور شوہر جو حیات ہے اس کی رقم کتنی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ دونوں کی رقم مشترک ہی رکھی رہتی تھی اور زوجین کے آپس کے تعلقات درست نہیں تھے۔

اب مذکورہ رقم جو شوہر حیات ہے اس کے خرچ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مرحومہ کے کفن دفن اور انتقال کے وقت کا خرچ مذکورہ رقم میں سے وصول کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اسی طرح مذکورہ رقم میں سے دونوں کے ایصالِ ثواب کے لئے کوئی چیز خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ یا ورثاء میں مذکورہ رقم تقسیم کر دی جائے، مرحومہ اور اس کے شوہر کے ورثاء میں تین لڑکے ہیں اور ان میں سے ایک یہاں اور دو بیرون میں رہتے ہیں اور ان لڑکوں کی اولاد بھی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ رقم میں کسی بھی طرح فرق نہیں کر سکتے ہیں کہ شوہر کی رقم کتنی ہے اور مرحومہ کی کتنی؟ اور مذکورہ رقم دونوں کی مشترکہ ہی ہے تو اب اس میں سے نصف رقم شوہر کی اور نصف رقم مرحومہ کی سمجھی جائے گی۔

مرحومہ کے حصہ میں جو نصف رقم آئے گی اس میں سے سب سے پہلے اس کے کفن دفن کا خرچ کیا جائے گا اس کے بعد جو بقیہ رقم ہے وہ ورثہ میں ان کے حصص کے مطابق تقسیم ہوگی۔

نوٹ: مرحومہ کی تجہیز و تکفین کا درمیانی خرچ کرنا شوہر کے ذمہ ضروری ہے اب مرحومہ کے ورثاء میں ایک شوہر اور تین ہی لڑکے ہوں تو بقیہ کل مال و جائداد کے چار حصہ کر کے شوہر کو ایک حصہ اور ہر ایک لڑکے کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ اگر ورثاء میں لڑکی ہو تو حساب بدل جائے گا۔

باب حقوق الوالدین

﴿۲۸۳۲﴾ والدین کو نصیحت کرنا

سوال: والدین سے اگر کوئی خطا ہو جائے تو بیٹا نصیحت کے طور پر انہیں کوئی بات کہہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......تواضع اور ادب کے ساتھ ان کے مرتبہ کا خیال رکھتے ہوئے اگر بھول بتا دے تو حرج نہیں ہے، ورنہ لڑکے کے لئے تو انہیں امر بالمعروف کرنے کے بجائے ان کے لئے دعا کرنے کا شرعاً حکم وارد ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۳۳﴾ لڑکی کو مسلمان بنا کر اس سے نکاح کر کے ثواب کا کام کرنے میں والدین کی نافرمانی ہوتی ہو تو کیا کرے؟

سوال: میں ایک پرہیزگار مسلمان شخص ہوں، مجھے ایک ہندو لڑکی سے محبت ہے، لڑکی مجھ سے نکاح کرنے کے لئے اور مسلمان ہونے کے لئے رضامند ہے، میرے اس لڑکی سے نکاح کرنے پر وہ مسلمان بنے گی تو یہ میرے لئے ثواب کا کام ہوگا، لیکن اس فعل سے والدین کی نافرمانی ہو رہی ہے، والدین کا کہنا ہے کہ تو دنیا میں ہمیں بے آبرو کر رہا ہے، والدین کی نافرمانی بھی کبیرہ گناہ ہے، تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا لڑکی سے نکاح کر کے کر اسے مسلمان بنا کر ثواب حاصل کرنا چاہئے؟ یا والدین کی اطاعت کر کے نافرمانی کے گناہ سے بچنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......صورت مسئولہ میں اس لڑکی سے نکاح کرنے سے والدین کی نافرمانی ہو رہی ہے لیکن والدین کیوں منع کر رہے ہیں، سوال میں اس کی

وضاحت نہیں کی ہے۔
لہذا اگر وہ کسی شرعی عذر سے منع کرتے ہیں تو والدین کی فرمانبرداری واجب ہے، اور اگر ان کا عذر شرعی نقطہ نظر سے نہ ہو اور دنیوی مفاد کی خاطر ہو تو ان کی فرمانبرداری مستحب ہے، تاہم آپ اس لڑکی سے نکاح کروگے تو آپ گنہگار نہیں ہوں گے۔
سوال میں مذکورہ صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد لڑکی کو مسلمان بنا کر مدد کرنا نہیں ہے، بلکہ محبت کی وجہ سے اس سے نکاح کرنا ہے اور نکاح کے صحیح ہونے کے لئے مسلمان بنانا ہے، یعنی مسلمان بنانے میں خود کا فائدہ بھی پیش نظر ہے، خالص دینی مقصد نہیں ہے دنیوی مقصد کے بعد دینی مقصد بھی ہے، البتہ ثواب دونوں میں صورتوں کمی یا زیادتی کے ساتھ ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۳۴﴾ گناہ کے کاموں میں والدین کی اطاعت

سوال: اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ والدین کی اطاعت کرو، تو اگر کسی کے والدین یوں کہے کہ بیٹا آج نماز پڑھنے نہ جاؤ، تو کیا ہمیں نماز پڑھنے بھی نہیں جانا چاہئے؟ اس صورت میں بیٹے کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما: جس امر کے پورا کرنے میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو اس امر میں والدین یا کسی بھی شخص کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ (طحطاوی) لہذا والدین نماز نہ پڑھنے جانے کا امر کریں اور شرعاً ایسا کوئی عذر بھی نہیں ہے کہ جس سے نماز نہ پڑھنے جانے کی گنجائش نکل سکتی ہو تو اس صورت میں ان کی اطاعت ضروری نہیں ہے، بلکہ ایسے کاموں میں ان کی اطاعت گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۳۵﴾ والدہ کی طرفداری میں والد سے لڑنے کے لئے تیار ہونا

سوال: میرا دوست ہے، وہ جماعت میں بھی جاتا ہے، نیک ہے، پنج وقتہ نماز کا پابند ہے، لیکن اسکے گھر کا ماحول صحیح نہیں ہے، اسکے والد کا اسکی والدہ کے ساتھ جھگڑا ہوتا رہتا ہے، اور کبھی کبھی والد والدہ کی پٹائی بھی کرتے ہیں، ابھی کی تازہ خبر یہ ہے کہ اس کی والدہ رشتہ داروں کے یہاں کسی کام کے لئے گئی ہوئی تھی، آنے میں دیر ہوگئی، والد سے بات ہورہی تھی کہ والد کو اچانک غصہ آیا اور والدہ کی خوب پٹائی کی، کچھ دنوں قبل اس کے بھائیوں نے بھی والدہ کو بہت مارا تھا، یہ شخص دونوں بھائیوں سے چھوٹا ہے اسے بہت غصہ آیا اس کی والدہ کی پٹائی اس سے برداشت نہیں ہوئی، اس لئے اس نے مجھ سے پوچھا کہ مجھے خوب غصہ آتا ہے اور ایسا ہونے پر والد اور اس کے بھائیوں سے ڈنڈا لے کر لڑنے کھڑا ہو جاؤں ایسا دل میں آتا ہے تو آنجناب بتائیں کہ اسے کیا کرنا چاہئے؟ اور اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... والدین کے اولاد پر بہت حقوق ہیں، من جملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ والدین کا ادب کیا جائے ان کے ساتھ عزت کا برتاؤ کیا جائے، اس لئے کہ دنیا میں اولاد کے آنے کا ظاہری سبب یہی والدین ہیں، انکی اطاعت کرنی چاہئے اور احترام کے ساتھ ان کی خدمت کرنی چاہئے، ان کے ساتھ خلاف ادب برتاؤ کرنا تو کجا انہیں اف کہنے کی بھی اجازت نہیں ہے، اور ایسا کرنا سخت گناہ کا کام ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل: ۲۳/۱۵)

نیز والدہ والد سے بھی زیادہ عظمت اور شفقت اور نرم برتاؤ کی حقدار ہے، لہذا سوال میں لکھنے کے مطابق بھائیوں کا اپنی والدہ کو مارنا بہت ہی برا فعل اور کبیرہ گناہ ہے، بالفرض ماں

کا اگر قصوروار ہے تو بھی اسے مارنے کا بچوں کو کوئی حق نہیں ہے، نرم گفتاری سے سمجھانا یا اصلاح کے لئے دعا کرنی چاہیئے، نیز والدہ کی ہمدردی میں یا والدہ کی طرفداری میں والد سے لڑنے کے لئے تیار ہو جانا بھی جائز نہیں ہے اگر ایسا موقعہ آجائے تو سمجھا کر نرم گفتاری سے صلح کرانی چاہیئے۔اور اگر صلح نہ ہو اور نوبت جھگڑے تک پہنچ جائے اس وقت بھی والدہ کو مار سے بچا کر علیحدہ کردینا چاہیئے، اور آپ ان دونوں کو کسی بھی طرح کی تکلیف پہنچائے بغیر یہ کام کرنا چاہیئے۔(عالمگیری:۳۶۵/۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۳۶﴾ طلاق شدہ ماں کو اولاد پال سکتی ہے۔

سوال: ایک شخص کی دو بیویاں تھیں، دونوں بیویوں سے اسے اولاد ہے، پہلے والی بیوی کو انہوں نے طلاق دیدی ہے، اس بیوی سے اسے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہے جب لڑکے نابالغ تھے تو والد صاحب کے ساتھ رہتے تھے والد صاحب نے بچوں کو اچھی تعلیم دلائی، اب بڑی عمر ہونے کے بعد اور والد کے تجارت وصنعت میں لگانے کے بعد وہ جدا ہو گئے ہیں اور اپنی والدہ کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بالغ لڑکے مطلقہ والدہ کے ساتھ رہ کر انکا گذر بسر چلاتے ہوں اور اس طرح رہنے میں والدہ والد کے کسی طرح کے تعلق میں نہ آتے ہوں تو اس میں حرج نہیں ہے، جائز ہے، طلاق دینے سے یہ عورت اپنے شوہر کے لئے تو اجنبی ہو گئی ہے لیکن لڑکوں کے لئے تو ماں ہی ہے۔

﴿۲۸۳۷﴾ غیر مسلم والدہ کی تجہیز وتکفین کا خرچ اٹھانا

سوال: ایک مسلمان شخص اپنی غیر مسلم والدہ کے انتقال کے موقعہ پر اس کی مذہبی تجہیز و

تکفین میں کس قدر حصہ لے سکتا ہے؟ اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ یہ لڑکا دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غیر مسلم والدہ کے دوسرے اقرباء موجود ہیں اس حالت میں ان کی تجہیز و تکفین میں حصہ نہ لینا ہی بہتر ہے، تاہم والدہ ہونے کی حیثیت سے تجہیز و تکفین کا خرچ اٹھالے تو حرج نہیں ہے۔ (طحطاوی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۳۸﴾ والدین کی اطاعت کب واجب ہے اور کب واجب نہیں؟

سوال: والدین کی اطاعت کب واجب ہے؟ اور کب واجب نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قرآن پاک میں والدین کے ساتھ احسان کرنے، اچھا سلوک کرنے اور اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے جب تک وہ اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ کریں ان کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۳۹﴾ لڑکے کو زندگی میں عاق کرنا

سوال: ایک گاؤں میں ۲۷ سال کا ایک لڑکا شادی شدہ ہے، اور ملازمت کرتا ہے اپنا اور اپنی بیوی بچوں کا گذر بسر چلا سکے اتنی اسکی ماہانہ آمدنی ہے وہ اپنے والد کی بات نہیں مانتا، والد پر حملہ کرتا ہے گالی دیتا ہے، اور والد کی بے عزتی اور توہین کرتا ہے اس لئے والد نے اسے موروثی مکان سے چلے جانے کے لئے کہا، تو وہ کہتا ہے کہ اس مکان میں رہنے کا میرا حق ہے۔

تو آنجناب بتائیں کہ اس مکان میں رہنے کا انہیں حق ہے یا نہیں؟ والد اسے مکان سے نکال دے تو وہ حق جتا کر اس مکان میں رہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلامی تعلیمات کے مطابق لڑکے کو اپنے والد کا احترام اور ادب کرنا چاہیئے، والد کی بے ادبی کرنا اور انہیں تکلیف پہنچانا سخت گناہ کا کام

ہے۔ والد اپنے نافرمان بالغ لڑکے کو اپنے سے دور کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، والد کی ذاتی جائداد مال ومتاع اور میراث میں ملی ہوئی جائداد والد کی ذاتی ملکیت ہے، والد کی حیات میں والد اس کے مختار ہیں اور جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں کسی اور کو اس میں کچھ کہنے کا حق نہیں ہے، والد کے انتقال کے وقت جو ورثاء حیات ہوں گے وہ اس کے مالک بنیں گے، اس سے قبل نہیں۔ اس لئے لڑکے کا والد کے نکال دینے کے باوجود نہ جانا اور مکان میں رہنے کا حق جتانا بالکل غلط ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

باب تربیۃ الاولاد

﴿۲۸۴۰﴾ ماں کے بعد صغیر اولاد کی پرورش کا حقدار کون ہے؟

سوال: عورت کے انتقال کے بعد اس کی صغیر اولاد کی پرورش اور تربیت کا ذمہ دار کون ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: عورت کے انتقال کے بعد اسکی صغیر اولاد کی پرورش کا حق نانی کو ہے، اور نابالغ ہونے کی وجہ سے اس مدت کی پرورش کا خرچ والد کے ذمہ ہے۔ (شامی:۲)

﴿۲۸۴۱﴾ لڑکیوں کے لئے انگریزی تعلیم

سوال: لڑکی کی عمر ۱۴ سے ۱۶ سال کی ہے، اس نے گجراتی اسکول میں ساتویں کلاس پوری کی ہے، اور اسے آگے دوسال اور تعلیم دینے کا ارادہ ہے تاکہ وہ روزمرہ کے مستعمل انگریزی الفاظ کا ترجمہ سمجھ سکے۔

تو پوچھنا یہ ہے کہ مزید دوسال کی تعلیم کے لئے اسے اسکول میں داخل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسلام میں جس طرح مردوں کے لئے علم حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ علم حاصل کریں۔ لیکن عورتوں کے لئے انکے جنسی تقاضوں کا خیال رکھتے ہوئے شریعت میں ایک خاص حد مقرر کی گئی ہے، اس حد سے باہر نکلنا ممنوع ہے۔ اسی میں سے ایک پرائے مردوں کے ساتھ ملنا جلنا

بھی ہے۔

صورت مسئولہ میں ہمارے یہاں ہائی اسکول کی تعلیم لینے میں مذکورہ حدود کی پابندی نہیں ہوتی۔ لڑکوں لڑکیوں کا آپس میں ملنا جلنا، استاذ کے سامنے آنا اور بے پردہ رہنا، اور وہاں دی جانے والی تعلیم شکوک سے خالی نہیں۔ نیز اس عمر کی لڑکیاں بالغ ہوتی ہیں، اور اس عمر میں جنسی میلان بھی غلط راستے کی طرف لے جاتا ہے۔ اس لئے جائز نہیں ہے بلکہ اگر ماں باپ بھیجیں گے تو وہ بھی گناہ میں شریک ہوں گے۔

اس لئے اگر انگریزی کی تعلیم دینی ہو تو ٹیوشن کا انتظام کر کے گھر میں دی جاسکتی ہے، اور ضرورت کے مطابق دوسری زبانیں بھی سکھائی جاسکتی ہیں، یا دوسری جگہوں کی طرح پردے کے اہتمام کے ساتھ اسکول بھی بھیجا جاسکتا ہے۔ بہشتی زیور ۱؍۸۵ پر حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اصلاح معاملہ بتعلیم نسواں'' عنوان کے ماتحت مذکورہ مسئلہ پر بہت تفصیل لکھی ہے اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

﴿۲۸۴۲﴾ لڑکیوں کی ملازمت اور ان کی تعلیم

سوال: لڑکیوں کو انگریزی کی تعلیم دینا کیسا ہے؟ جو والد اپنی لڑکی کو انگریزی کی تعلیم دلوائے یا ملازمت کی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے کالج بھیجے ایسے والد کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز جو شوہر اپنی پڑھی لکھی بیوی کی ملازمت کے لئے اسے کالج بھیجے یا اس سے ملازمت کروائے ایسے شوہر کے لئے کیا حکم ہے؟ نیز عورت کو ملازمت کرنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اسکول یا کالج میں لڑکیوں کو تعلیم کے لئے یا ملازمت کے لئے بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں بہت تفصیل ہے اگر شریعت کے کسی حکم کی خلاف

ورزی نہ ہوتی ہوتو جائز ہے اور اگر خلاف ورزی ہوتی ہوتو ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۴۳﴾ لڑکیوں کے لئے دارالاقامہ والے مدارس کی بنیاد

سوال: مسلمان لڑکیوں کی مکتب کی تعلیم سے زائد تعلیم کے لئے مدرسۃ البنات کی بنیاد رکھ کر اس میں پانچ سات سال تک دارالاقامہ میں قیام کے ساتھ تعلیم کا انتظام کرنا شرعی رو سے جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مردوں کے لئے جس طرح زندگی میں آنے والی حالتوں کے لئے شرعی احکام کا سیکھنا ضروری ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی دینی احکام کا سیکھنا اور جاننا ضروری ہے، مکتب کی تعلیم سے یہ غرض کامل طور پر پوری نہیں ہوتی، اس لئے جیسے جیسے ضرورت پڑے، ویسے ویسے ضروری عقائد، مسائل اور تدبیر منزل نیز تربیت اولاد اور اپنی ضرورت کے لئے کچھ درزی کا کام وغیرہ بھی سیکھنا چاہئے، اور اسکا انتظام کرنا ممنوع نہیں ہے، لیکن عورتوں کے لئے پردہ اور پاکدامنی کا خاص انتظام کرنا شرعاً ضروری ہے، اور خراب ماحول کا اثر وہ بہت جلد قبول کرتی ہیں، اور اب ان کی عمر بھی مراہق یا بلوغت کی ہوتی ہے، اس لئے پردہ کا مکمل نظم اور نصاب تعلیم ایسا ہونا ضروری ہے کہ جس سے ان کے قلب پر غلط اثر نہ پڑے اور وہ ماحول کے غلط اثر سے اپنے کو دور رکھ سکیں، اور خود کو محصنات وصالحات میں سے بنا سکیں۔

پرانے زمانوں میں گھروں میں اور اپنے محرموں سے تعلیم حاصل کی جاتی تھی، جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ، علامہ ابن سعطی بعلبکیؒ کی لڑکی اور علامہ کاسانیؒ کی عورت فاطمہ فقیہہ اور صاحب مجمع الانہر کی لڑکی فقہ کی ماہر عالمہ تھی، اور علامہ ابن تیمیہؒ کی جدہ بزرگوار بڑی

واعظہ تھیں، امام طحاویؒ کی لڑکی حدیث وفقہ کی ماہر فن تھی، اور تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی صاحبزادی تصوف کے اعلیٰ مراتب کی حامل تھی۔ وغیرہ وغیرہ

اب آج گھروں کا یہ ماحول نہیں رہا، اور اگر کسی جگہ ہو بھی تو باہر کا ماحول اتنا مسموم ہو چکا ہے کہ کوئی پڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے مسلمان بچیوں کے لئے الگ سے انتظام کیا جائے، اور مذکورہ بالا تفصیل کا خاص خیال رکھا جائے تو اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ بہتر اور اچھا ہے۔

بخاری شریف میں ایک باب ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے لئے کوئی خاص دن مقرر کر سکتے ہیں یا نہیں، اور اس باب میں وہ حدیث لائے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے لئے تعلیم دینے والے معلم اور تعلیم حاصل کرنے والوں یعنی بنات کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو تو کوئی خاص انتظام کرنا درست ہے۔ (مکمل تفصیل کیلئے دیکھیں ۲۱/۱، عینی شرح بخاری:۲)

باب الأیمان والنذور

﴿۲۸۴۴﴾ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا اور قسم کا کفارہ

سوال: یہاں ایک شخص نے اللہ، رسول کا نام لے کر یہ قسم کھائی ہے کہ جب تک میرے گھر والے کھانا نہیں کھائیں گے میں نہیں کھاؤں گا، تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس شخص کو کفارہ دینا ہوگا یا نہیں؟ اور اگر دینا ہوگا تو کونسا؟ اور قسم کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اللہ کا نام لے کر قسم کھائی جب تک میرے گھر والے کھانا نہیں کھائیں گے میں نہیں کھاؤں گا، ایسا کہنے سے قسم منعقد ہوگئی، اب گھر والوں کے کھانا کھانے سے قبل یہ شخص کھانا کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ (ہدایہ: ۴۵۸)

حلال چیز کو بغیر کسی سبب کے قسم کھا کر اپنے اوپر حرام کر لینا غلط اور برا فعل ہے، لہذا آئندہ ایسی قسم کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے، اور ایسی قسم باقی نہ رکھتے ہوئے توڑ دینی چاہئے اور اس کا کفارہ دیدینا چاہئے، حضرت ابوبکرؓ نے ایک مرتبہ قسم کھالی پھر فوراً قسم توڑ کر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا اور اس قسم کا کفارہ دے دیا، جیسا کہ بخاری شریف اور مشکوۃ شریف کی روایات میں مذکور ہے۔ (مشکوۃ: ۵۴۵، مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۴۸۷/۵)

قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے، یا دس غریب محتاجوں کو ایک جوڑ اکپڑوں کا دیا جائے یا ایک دن صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے، اور اگر اس میں سے کسی پر بھی قدرت نہ ہو تو مسلسل تین دن کے روزے کفارہ کی نیت سے رکھیں۔ (ہدایہ: ۴۶۱/۲)

نیز اللہ کی ذات و صفات کے علاوہ کسی کی بھی قسم کھانا جائز نہیں ہے، بخاری شریف (۲/۹۸۳) کی ایک روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور کے نام کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، اس لئے حضور ﷺ کے نام کی قسم نہیں کھانی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۴۵﴾ اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

سوال: اللہ پاک نے قرآن پاک میں جا بجا حضور ﷺ کی قسم کھائی ہے، وہ قرآن پاک کی کس سورت میں اور کس آیت میں ہے؟ نیز اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے علاوہ کسی اور نبی یا انسان کی قسم کھائی ہو تو اسکی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... قرآن پاک میں اللہ تعالی نے مختلف چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ جس میں سے پارہ ۱۴ کی سورہ حجر میں یہ آیت ہے۔ لَعُمُرُكَ...... آپ کی جان کی قسم! اسی طرح دوسری آیتوں میں حضرت آدم علیہ السلام اور انسانوں کی قسم بھی کھائی ہے۔ ہمارے لئے یہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۴۶﴾ قرآن پاک کی قسم کھانا

سوال: یہاں کی بستی والے قرآن پاک کی قسم کھاتے ہیں تو کیا قرآن پاک کی قسم کھانا شرعاً جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: سخت مجبوری کے بغیر قسم نہیں کھانی چاہئے، اور ضرورت ہو تو قسم کھا سکتے ہیں، لیکن اللہ کے ذاتی اور صفاتی ناموں سے ہی قسم کھانی چاہئے، غیر اللہ کی قسم

کھانا گناہ ہے، آج کل کے دستور کے مطابق قرآن کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جائے گی۔(شامی، ہدایہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۴۷﴾ قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھانے سے قسم صحیح ہو جائے گی۔

سوال: میں ایک بری عادت کا عادی ہو چکا ہوں، غسل کے وقت شہوت قابو میں نہیں رہتی اور میں مشت زنی کر بیٹھتا ہوں، اس گناہ سے بچنے کے لئے میں نے دو یا تین مرتبہ قرآن پاک ہاتھ میں لے کر کہا کہ آج کے بعد کبھی بھی میں یہ گناہ کا کام نہیں کروں گا، تاہم شیطانی وساوس اور نفس کے بہکاوے میں آ کر میں نے بہت سی مرتبہ یہ گناہ کا کام کیا ہے، میں نماز کا پابند ہوں اور خدا کا خوف بھی میرے اندر ہے اور مجھے احساس بھی ہے کہ مجھ سے بڑا گناہ ہوا ہے، اس مرتبہ پھر میں نے اس کام سے توبہ کی ہے، لیکن پہلی مرتبہ قرآن پاک ہاتھ میں لے کر اس گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تھی وہ از روئے فقہ قسم کھانا سمجھا جائے گا؟ اور اس قسم کو توڑنے سے میں حانث ہو جاؤں گا؟ یہاں میری بیوی نہیں ہے، جوانی کے جوش میں میں نے قسم کھا کر میری زندگی برباد کی ہے مجھے خوب پچھتاوا ہو رہا ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مشت زنی ناجائز اور حرام ہے، درمختار میں ہے کہ مشت زنی کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہے، اس لئے تنہا رہنے کی صورت میں زنا کے گناہ میں پڑنے کا سخت اندیشہ ہو اور اس فعل کے کر لینے سے زنا سے بچ سکتا ہو تو یہ فعل لعنت کا فعل نہیں سمجھا جائے گا، تاہم یہ فعل دینی اور جسمانی اعتبار سے بے حد مضر ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے اس لئے قسم کے خلاف

کرنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا، البتہ قسم توڑنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں آتا، قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو ایک دن صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے یا ہر ایک کو ایک ایک جوڑا کپڑے دینے سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ (شامی: ۲، عالمگیری وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۴۸﴾ بات بات میں قسم کھانا، قرآن ہاتھ میں لینا

سوال: بات بات میں قسم کھانا، یا سامنے والے کو قسم کھانے کے لئے کہنا اور سچ بات کہنے کے لئے قرآن پکڑنے کے لئے کہنا یا قرآن ہاتھ میں لے کر سچ بولنے کے لئے کہنا کیسا ہے؟ بعض مرتبہ کچھ حضرات جھوٹی بات پر بھی قسم کھاتے ہیں، اور قرآن ہاتھ میں لے لیتے ہیں تو اس میں گنہگار کون کہلائے گا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مدمقابل کو اپنی بات کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے قسم کھائی جاتی ہے، تاکہ سامنے والا شخص اس بات کو صحیح سمجھے، بات بات میں قسم کھانے کو شریعت نے ناپسندیدہ عمل بتایا ہے اس لئے بات بات میں قسم نہیں کھانی چاہئے جس وقت سخت ضرورت ہو اس وقت ہی قسم کھانی چاہئے، نیز اللہ کا ذاتی نام اور اس کے صفاتی نام کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص قسم کھانے پر مجبور ہو جائے تو وہ صرف اللہ کے ذاتی یا صفاتی ناموں کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ (مشکوٰۃ: ۲۹۶)

اس لئے اللہ کے علاوہ قرآن مجید یا کعبہ شریف وغیرہ کسی غیر ذی روح یا ذی روح کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، سخت گناہ کا کام ہے۔ (شامی: ۳/۵۱) البتہ فی زماننا قرآن کی قسم یا قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی جائیگی تو صحیح ہو جائیگی، جھوٹی بات پر جان بوجھ کر قسم کھانے

کو شریعت میں یمین غموس کہتے ہیں، اور یہ قسم کھانا اتنا سخت گناہ ہے کہ جیسے وہ شخص گناہ میں اور جہنم کی آگ میں غرق ہو گیا، اس لئے ایسی قسم کھانے والے کو چاہئے کہ وہ جلد از جلد اس سے توبہ کرے، بغیر توبہ کے یہ گناہ معاف نہیں ہوتا، نیز اس میں کلام اللہ کی بے عزتی اور بے حرمتی بھی ہے اس لئے ہر شخص کو اس سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۴۹﴾ بیڑی نہ پینے کی قسم کھائی تھی اور سگریٹ پی لی تو کفارہ لازم ہوگا؟

سوال: کسی شخص نے بیڑی نہ پینے کی قسم کھائی اور سگریٹ پی لی تو اس پر کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بیڑی اور سگریٹ دونوں جدا جدا چیزیں ہیں، چاہے غرض دونوں سے ایک ہی کیوں نہ ہو، اس لئے بیڑی نہ پینے کی قسم کھائی ہے اور سگریٹ پی لی تو قسم نہیں ٹوٹے گی مگر کہیں عرف میں دونوں ایک ہی سمجھی جاتی ہو تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

﴿۲۸۵۰﴾ قسم اور اس کا کفارہ

سوال: ایک شخص نے ایک فعل کے نہ کرنے پر قسم کھائی بعد میں اس سے وہ فعل ہو گیا تو اب اس شخص کو کیا کفارہ دینا ہوگا؟ کفارہ دینے کے بعد اس کے لئے وہ فعل دوبارہ کرنا حلال ہوگا یا نہیں؟ کفارہ کی رقم یتیم خانہ یا کسی مدرسہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس فعل کے نہ کرنے پر قسم کھائی اس کے کرنے سے قسم ٹوٹ جائی گی اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا، قسم توڑنے سے قبل کفارہ دیدیا ہو تو وہ کفارہ کافی نہیں ہوگا، قسم ٹوٹنے کے بعد دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔ قسم کا کفارہ درج ذیل ہے:

ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا، یا دس مسکینوں کو ایک ایک

جوڑا کپڑے کا دینا، اگر ان تینوں کاموں میں سے کسی پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن کے پے درپے روزے رکھنا۔ (شامی، درمختار: ۸۴/۳)۔ جو زکوۃ کا مصرف ہے وہی قسم کے کفارہ کا بھی مصرف ہے اس لئے جو لوگ زکوۃ کے مستحقین ہیں انہیں قسم کا کفارہ بھی دے سکتے ہیں۔

﴿۲۸۵۱﴾ قسم توڑنے کا حکم

سوال: ایک شخص زانی ہے، اس نے دوسرے کے سمجھانے پر کہا کہ ''آج کے بعد میں زنا کروں تو میں کافر ہو جاؤں'' یہ کلمات کہنے کے بعد اس سے زنا ہو گیا، تو اب اس شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... صورت مسئولہ میں قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا، اور اس قول کے معصیت ہونے کے سبب توبہ لازمی ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۵۲﴾ قسم ٹوٹنے پر کفارہ دینا ہوگا۔

سوال: ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر وہ بیڑی پیئے گا تو دو دن کے روزے رکھے گا، تو اب کیا ہر مرتبہ جب بھی وہ بیڑی پیئے گا اسے دو دن کے روزے رکھنے لازم ہونگے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ...... اس نے یہ قسم کھائی کہ اب بیڑی پیوں تو دو روزے رکھوں گا، تو بیڑی پیتے ہی قسم ٹوٹ جائیگی اور دو دن کے روزے رکھنے لازم ہونگے۔ اور اگر یہ قسم کھائی کہ جب جب بھی بیڑی پیوں تو جتنی مرتبہ بیڑی پیئے گا اتنی مرتبہ دو دو دن کے روزے اس پر لازم ہونگے۔

﴿۲۸۵۳﴾ قسم کا کفارہ کیا ہے؟

سوال: دو بھائیوں میں جھگڑا ہونے کے سبب بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کے گھر کا

کھانا اپنے اوپر حرام کرلیا، اور کہا کہ میری میت میں تیرا کندھا تیرے اوپر حرام ہے، اور تیری میت میں میرا کندھا مجھ پر حرام ہے، تیرا کھانا مجھ پر حرام اور میرا کھانا تجھ پر حرام۔ بعدہ چھوٹے بھائی کے یہاں شادی بیاہ کا موقعہ آیا تو چھوٹے بھائی نے کھانا بھیجا تو بڑے بھائی نے کھالیا، تو کیا اب کفارہ لازم ہوگا؟ نیز چھوٹے بھائی کو قسم دی ہے تو چھوٹا بھائی بڑے بھائی کا کھانا کھاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بڑے بھائی کا انتقال ہوجائے تو چھوٹا بھائی اس کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور چھوٹے بھائی کا انتقال ہوجائے تو بڑا بھائی اس کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بڑے بھائی نے قسم کھائی تو یہ قسم ان پر منعقد ہوگئی اور اس قسم کے خلاف کرنے پر بڑے بھائی کو کفارہ دینا ہوگا، کفارہ کی تفصیل درج ذیل ہے:
ایک غلام کا آزاد کرنا یا دس غریب مستحقین کو ایک جوڑا کپڑے کا دینا یا دس غریب مستحقین کو ایک دن دو وقت بھر پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو مسلسل تین دن کے روزے رکھنا۔ (ہدایہ، شامی)
کسی دوسرے کے آپ پر قسم باندھنے سے جب تک آپ قسم نہ کھاؤ قسم منعقد نہیں ہوتی، نیز جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں (مثلاً: چھوٹے بھائی کے گھر کا کھانا، اچھے تعلقات وغیرہ) ان کو قسم کھا کر اپنے اوپر حرام کرنا سخت گناہ کا کام ہے، اس لئے قسم توڑ کر کفارہ دیدینا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۵۴﴾ نیت کرنے سے صدقہ کرنا واجب نہیں ہے؟

سوال: میری بیوی جب بیمار ہوئی تھی اس وقت میں نے نیت کی تھی کہ اگر میری بیوی

شفایاب ہو جائے گی تو میں ایک بکرا صدقہ کروں گا، اس کے بعد میری بیوی تندرست ہو گئی، لیکن میں نے صدقہ نہیں کیا، بکرا خریدنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا لیکن اتفاق سے بکرا ملا ہی نہیں، اس کے بعد میری بیوی کا انتقال ہو گیا، تو میں اب اس مذکورہ بکرے کا صدقہ کروں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......فقط صدقہ کی نیت کی ہو اور نذر کی نیت نہ کی ہو تو صدقہ کرنا واجب نہیں ہے، لہٰذا آپ کو اختیار ہے کہ صدقہ کریں یا نہ کریں، اگر کرو گے تو بہتر کہلائے گا، اور اگر منت مانی ہو کہ میری بیوی تندرست ہو تو اللہ کے واسطے بکرا صدقہ کروں گا اور اس کے بعد بیوی تندرست ہو گئی تو بکرے کا صدقہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے، یعنی نذر پوری نہ کریں تو یہ واجب تمہارے ذمہ باقی ہی رہے گا۔ (شامی)

﴿۲۸۵۵﴾ کیا منت ماننا اللہ کو لالچ دینا ہے؟

سوال: اگر کسی کا کوئی کام اٹکا ہوا ہو، اور وہ اسے اللہ کے یہاں پورا کروانا چاہتا ہو، یا کوئی بیمار ہو یا کسی کی اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ اللہ سے منت مانتا ہے کہ یا اللہ میرا فلاں کام ہو جائیگا یا یہ بیمار تندرست ہو جائیگا یا اس کے یہاں اولاد آئیگی تو میں تین روزے رکھونگا یا نفل نماز پڑھوں گا یا صدقہ کرونگا وغیرہ وغیرہ۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ تو گویا اللہ کو لالچ دینا ہوا کہ میرا فلاں کام ہو جائیگا تو میں تیرے لئے یہ یہ کام کرونگا، اور ایسی عبادت میں اخلاص بھی نہیں ہوگا، حالانکہ شریعت میں منت ایک عبادت ہے یعنی منت ماننے کو جائز بتایا گیا ہے تو اللہ کی طرف سے اس حکم کے پیچھے بندہ کو کیا سبق دینا مقصود ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......منت بھی عبادت ہے، اور کوئی بھی عبادت اللہ کے

فائدہ کے لئے نہیں ہوتی، وہ ذات ہر چیز سے بے نیاز ہے، اللہ الصمد کے لئے جو عبادت کی جاتی ہے اس سے خود عبادت کرنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، معبود کو فائدہ نہیں ہوتا، اس لئے منت ماننا اللہ کو لالچ دینے کے معنی میں ہے ایسا کہنا صحیح نہیں ہے، شیطانی وسوسہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۵۶﴾ روزانہ روزہ رکھنے کی منت ماننے کے بعد پورا کرنا دشوار ہو تو کیا کرے؟

سوال: ایک شخص کا کورٹ میں مقدمہ چل رہا ہے، اور مقدمہ میں بار بار تاریخ پر تاریخ بدلتی رہتی ہے تو اس شخص کی بیوی نے جس کا مقدمہ چل رہا ہے یہ نذر مانی ہے کہ جب تک ہمارے حق میں فیصلہ نہیں ہو جاتا اس وقت تک میں روزہ رکھوں گی۔ اور روزہ رکھتے ہوئے اسے تیرہ دن ہو گئے اور وہ پریشان ہو گئی اور ابھی اس کے بچے بھی چھوٹے ہیں۔ تو آیا جب تک فیصلہ نہیں ہو جاتا وہاں تک یہ روزہ رکھتی رہے یا یہ منت توڑ کر کفارہ دیدے۔ اس کی کیا شکل ہو سکتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... عورت نے جن الفاظ سے نذر مانی ہے اول ان الفاظ کا جاننا ضروری ہے، نذر کے لئے جن الفاظ کا تکلم کیا جاتا ہے وہ الفاظ استعمال کر کے یہ کہا ہو کہ میں اللہ کے لئے نذر مانتی ہوں تو نذر منعقد ہو جائے گی، اور جیسا کہا ہے اسکے مطابق ان کے حق میں جب تک فیصلہ نہ ہو روزہ رکھنا ضروری ہے، اور اگر صرف اتنا ہی کہا ہو کہ جب تک ہمارے حق میں فیصلہ نہ ہو وہاں تک روزہ رکھوں گی تو اس سے نذر یا قسم منعقد نہیں ہوگی، صرف وعدہ اور ارادہ ہی کے حکم میں ہے جسے پورا کرنا واجب اور نہ پورا کرنے پر گناہ نہیں ہوگا، اور اگر قسم کا لفظ استعمال کیا تو قسم منعقد ہو جائیگی اور اس کے مطابق نہ کرنے کی

صورت میں قسم کا کفارہ دینا پڑیگا۔

اب اگر اوپر ذکر کرنے کے مطابق نذر یا منت کے الفاظ کا تکلم کیا ہے تو نذر صحیح ہوگئی اور اتفاق سے روزہ نہ رکھ سکتی ہو تو ہر روزہ کے عوض ایک صدقۂ فطر کی مقدار غلہ روزہ کے فدیہ میں غریبوں میں صدقہ کرتے رہنا پڑیگا۔ (شامی: ۵۲۳/۵) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۵۷﴾ بکرے کی منت مانی پھر اس کی جگہ قیمت دینا صحیح ہے؟

سوال: جس وقت حکومت نے ہماری زمین ''ایکوائر'' کی تھی اس وقت ہم نے نذر مانی تھی کہ اگر یہ زمین ہمیں واپس مل جائے تو ہم سات بکروں کا صدقہ کریں گے، اب زمین ہمیں واپس مل گئی ہے تو اب کیا بعینہ سات بکروں کا صدقہ کرنا ضروری ہے؟ یا اندازہ لگا کر ان کی قیمت کا اناج یا کپڑے وغیرہ غریبوں میں تقسیم کرنا بھی درست ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... صورتِ مسئولہ میں زمین کے واپس مل جانے سے منت پوری کرنا ضروری ہوگیا، لہٰذا سات بکروں کو ذبح کر کے ان کا گوشت یا ان بکروں کی صحیح قیمت غریب محتاج (جو زکوٰۃ کے حقدار ہیں) کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (شامی ج:۳، ص:۷۰-۶۹) (امداد الفتاویٰ)

باب مایتعلق بالعلاج والرقیة والسحر

﴿۲۸۵۸﴾ سونے کے دانت کا حکم

سوال: مرد کے لئے کتنا تولہ سونا پہننا جائز ہے؟ ہمارے یہاں ایک عالم پیش امام ہیں جنہوں نے اپنے دانت میں تقریباً ۱۰۰ گرام سے ۱۵۰ گرام سونا لگوایا ہے تو اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مردوں کے لئے سونا پہننا اور سونے کی بنائی ہوئی اشیاء کا استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے، چاہے سونا کم ہو یا زیادہ، لیکن اگر دانت بنانے کے لئے یا جوڑنے کے لئے سونا استعمال کیا جائے تو مجبوری کی بناء پر جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۴،ص:۱۰۲) لہٰذا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

﴿۲۸۵۹﴾ دانت میں سونے کا غلاف چڑھانا

سوال: دانت میں سونے کا غلاف چڑھانا یا سونے کے تار سے دانت کو باندھنا جائز ہے یا نہیں؟ عذر اور غیر عذر دونوں حالتوں کا کیا حکم ہے؟

اور حضور ﷺ کے زمانہ میں کوئی ایسا قصّہ پیش آیا تھا؟ ایک قصہ سنا کہ ایک صحابی نے چاندی کا دانت یا ناک بنوایا تھا تو حضور ﷺ نے اس صحابی کو مشورہ دیا کہ سونے کا بنوالو، کیا یہ قصہ صحیح ہے؟ ہمارے یہاں کے ایک مولانا صاحب یہ قصہ بیان کر کے دانت میں سونا لگوانے کو جائز قرار دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ جواب دے کر مہربانی فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... سوال میں مذکورہ تفصیل کے مطابق مولانا صاحب کا کہنا صحیح ہے، زمانۂ جاہلیت میں ''کلاب'' نامی جگہ میں لڑائی کے وقت عرفجہ بن سعدؓ نامی

صحابی کا ناک کٹ گیا تھا تو انہوں نے چاندی کا ناک بنوایا تھا، لیکن جب اس میں سے بدبو آنے لگی تو آپ ﷺ نے انہیں سونے کی ناک بنوانے کا مشورہ دیا۔ (بذل المجہود ج:۵، ص:۱۸۷ ابوداؤد شریف ص:۲۲۵) مذکورہ حدیث کے مطابق امام محمدؒ بوقت ضرورت دانت کو سونا یا چاندی کا بنوانے کی اجازت دیتے ہیں۔ (دیکھئے شامی ج:۵، ص:۲۳۰) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۶۰﴾ سونے کے دانت لگوانا

سوال: کیا سونے کے ایک، دو یا مکمل مصنوعی دانت پہننا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جائز ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۸۶۱﴾ خون دینے کے متعلق شرعی حکم

سوال: خون دینا کیسا ہے؟ کوئی شخص زندگی کے آخری مرحلہ میں ہو اور اسے خون کی ضرورت ہو تو خون دینا کیسا ہے؟ کوئی صحیح وتندرست شخص بلڈ بینک میں خون جمع کروائے تو کیسا ہے؟ غیر مسلم کو خون دے سکتے ہیں؟ یا غیر مسلم کا خون لے سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی بھی شخص کی جان بچانے کے لئے خون چڑھانے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہ ہو تو مجبوری اور اضطراری حالت کی وجہ سے جائز ہے، اور اس وقت اگر مفت خون نہ ملتا ہو تو خرید کر بھی چڑھا سکتے ہیں، مسلم اور غیر مسلم کے خون سے اس حکم میں کوئی فرق پڑتا نہیں ہے۔

انسانی اعضاء اور اس کی اندرونی چیزیں قابلِ احترام ہیں لہٰذا ان کو بیچنا جائز نہیں ہے، نیز خدائی امانت ہونے کی وجہ سے کسی کو بطورِ بخشش بھی نہیں دیا جا سکتا لہٰذا اضطراری حالت

کے بغیر کسی بھی مسلمان کے لئے بلڈ بینک میں خون دینا یا بیچنا جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے۔
(جواہر الفقہ وغیرہ) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۶۲﴾ ایک شخص کی کِڈنی (گُردا) کسی دوسرے کو دینا

سوال: ایک نوجوان لڑکا ہے اس کے دونوں گردے خراب ہو چکے ہیں، ڈاکٹروں نے مشورہ دیا ہے کہ اگر اس کے ماں باپ یا بھائی، بہن میں سے کوئی اسے ایک ایک گردا (کِڈنی) دے تو اسے نئی زندگی ملنے کی امید ہے۔
سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا دوسرے کی ضرورت کے لئے کسی کی کِڈنی (گردا) نکال سکتے ہیں؟ ایک انسان کی زندگی بچ سکتی ہو تو ایسے حالات میں شریعت کی جانب سے کوئی گنجائش ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر جان بچنے کی اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہ ہو اور کسی کا گردا (کڈنی، Kidney) بعد میں مل سکتا ہو تو مجبوری واضطراری حالت کی وجہ سے گناہ نہیں ہوگا، اضطراری حالت کے بغیر دوسرے کو اپنا گردا (کِڈنی) دینا یا بیچنا یا ان امور کے لئے نکلوانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۶۳﴾ آپریشن سے جنس تبدیل کروانا

سوال: آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا بہت ہی آگے نکل چکی ہے، فی الحال مغربی ملکوں میں ایسے آپریشن بھی ہوتے ہیں کہ جن سے جنس تبدیل کر سکتے ہیں بہت سے مرد عورت بن جاتے ہیں، اور انہیں اولاد بھی ہوتی ہیں اسی طرح بہت سی عورتیں مرد بھی بن سکتی ہیں، تو میرا ایک دوست بھی اس سے متاثر ہو کر ایسا آپریشن کروانا چاہتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ کیا

شریعت اس چیز کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... انسان کی پیدائش کے وقت وہ جس جنس میں پیدا ہوا وہی حالت معتبر ہوگی اور وہی فطری حالت کہلائے گی، اگر مرد بن کر پیدا ہوا تو جنس مرد اور اگر عورت بن کر پیدا ہوا تو جنس عورت میں شمار ہوگا، اس جنس وحالت کے اندر تبدیلی کرنا اور کروانا جائز نہیں ہے، اور اس طرح کرنا فطرتِ خداوندی میں ردوبدل کرنے کے برابر ہے، شریعت نے مرد کو عورت کے ساتھ اور عورت کو مرد کے ساتھ مشابہت سے بھی منع فرمایا، اور ایسا کرنے یا کرانے والوں پر لعنت کی گئی ہے، اللہ سے کبھی غلطی نہیں ہوسکتی کہ غلطی سے اس طرح پیدا ہوگیا ہو، بلکہ ہر ایک نومولود کے لئے کچھ خاص حدود ومقاصد مقرر ہوتے ہیں جن کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے ہی اللہ تعالیٰ انسانوں کو پیدا کرتا ہے جو علیم وبصیر ہے، لہٰذا اس طرح تبدیلی کرنے سے مقصد بدل جاتا ہے، اور بلا کسی عذر کے انسانی بدن کو چیرنا پھاڑنا نیز ستر کھولنا وغیرہ لازم آتا ہے جو کہ گناہ کے کام ہیں لہٰذا بلا کسی عذر کے ستر کھولنا اور آپریشن کروانا وغیرہ ناجائز ہے، لہٰذا کوئی خاص عذر نہ ہو تو آپ کے دوست کا اس طرح آپریشن کروانا صحیح نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۶۴﴾ انجکشن کے ذریعہ رحم مادر میں منی پہونچانا

سوال: ایک عورت کی شادی کو پانچ سال ہوئے لیکن بچے نہیں ہوتے، ڈاکٹروں نے طویل علاج ومعالجہ کے بعد آخری تدبیر کے طور پر یہ بتایا کہ اس کا شوہر استمناء بالید (ہاتھوں کے ذریعہ منی نکالے) کے ذریعہ منی نکالے اور لیڈز (lady) ڈاکٹر اس منی کو انجیکشن کے ذریعہ عورت کے رحم میں داخل کرے، یہ آخری طریقہ وتدبیر ہے، تو مذکورہ

تدبیر اور مسئلہ کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے، ممکن ہے کہ گناہ یا حرام ہو؟۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اولاد دینا یا نہ دینا اللہ کی طاقت و مرضی کی بات ہے اور اس کے جائز و ناجائز تمام طریقہ اختیار کرنے سے اولاد تو ہو سکتی ہے، لیکن ناجائز طریقہ سے حاصل ہونے والی اولاد میں خیر و برکت نہیں رہتی، اور مزید یہ کہ گناہ ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں دو گناہ کے کام ہیں:

(۱) ایک تو مرد کا اپنی منی اپنے ہاتھ سے نکالنا جس کے بارے میں حدیث شریف میں لعنت کا لفظ آیا ہے (۲) بغیر مجبوری کے عورت کا اپنے ستر کو دوسرے کے سامنے کھولنا، اور اس بارے میں حدیث شریف میں لعنت کا لفظ آیا ہے، لہٰذا حصولِ اولاد کی تمنا پوری کرنے کے لئے دو دو ملعون کاموں کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۶۵﴾ آنکھ و دیگر اعضاء انسانی کا ڈانیشن (Donation) اسلامی نقطہ نظر سے

سوال: بعد سلام مسنون: فی الحال ایک اسلامی اخبار میں آنکھوں کی تبدیلی کے سلسلہ میں ایک مضمون نظر سے گذرا، جس کا موضوع تھا ''آنکھوں کی بخشش (Donation) اسلامی نکتۂ نظر سے'' اس میں دلائل اور فتاویٰ سے اس کے جواز کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تو سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز اور اسلامی طریقہ کے مطابق ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... آنکھوں کا ٹرانسپلانٹ (تبدیلیٔ اعضاء، *Transplant*) یا انسانی. عضاء کی پیوندکاری کے کل تین طریقے ہیں:

(۱) مذکورہ اعضاء کی جگہ طبی و سائنسی طریقہ سے دوسرے کسی دھات میں سے اعضاء بنا کر لگانا جیسے کہ آنکھوں کی پتلی کے لئے کونٹا کٹ لینز (*contactlens*) یا مصنوعی ہاتھ وغیرہ

لگوانا یا ایسے ہی دوسرے کسی طریقہ سے لگانا جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت عرفجہؓ نے سونے کا ناک بنوایا تھا۔

(۲) دوسرا طریقہ کسی جانور کے اعضاء کو استعمال کرنا یہ طریقہ بھی جائز و درست ہے جانوروں کی پیدائش سے مقصود ہے ان سے فائدہ اٹھانا، جس کی شریعت نے اجازت دی ہے، اور ماہرین سائنسدان اسے کامیاب بنانے میں مشغول بھی ہیں، لہٰذا مذکورہ بالا دونوں صورتیں اور طریقے بلا کسی شک وشبہ کے جائز ہیں۔

(۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی زندہ یا مردہ انسان کے اعضاء کو دوسرے شخص کے اعضاء میں استعمال کرنا جیسے کہ کسی کی کڈنی (گردا)، آنکھ، دل کو کسی دوسرے شخص کے جسم میں منتقل کرنا، لگانا، یہ طریقہ ناجائز وحرام ہے؛ اس لئے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مکرم اور اشرف بنایا ہے، اور **ولقد کرمنا بنيٓ آدم**۔ (الاسراء:۷۰) کا خطاب ولقب دیا ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے بلکہ اس کے پاس یہ اللہ کی امانت ہے، لہٰذا انسان اس میں تصرف نہیں کرسکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ یہ کیا جائے تو انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح بیع وشراء کا مال وسامان ہو جاتا، جیسا کہ آج کل اخبارات میں گردے وغیرہ کو بیچنے کے اشتہارات چھپتے رہتے ہیں، فقہ کی کتابوں میں اس کی مختلف مثالیں موجود ہیں، مثلاً خلاصۃ الفتاویٰ ج:۴، ص:۳۶۳ پر ہے کہ کوئی شخص اضطرار کی حالت میں ہو اور بھوک کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو اور جان بچانے کے لئے کوئی مردار جانور بھی نہ مل سکے اس موقع پر اگر کوئی شخص پیش کش کرے کہ میرے جسم میں سے کوئی حصہ نکال کر اسے کھالو اور اپنی جان بچالو، تب بھی اس طرح کرنا جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں اس عورت پر لعنت کی گئی ہے جو

دوسری عورت کے بال اپنے بالوں میں استعمال کرے، لہٰذا یہ طریقہ ناجائز وحرام کہلائے گا۔
شراب کی حرمت کی جو آیات ہیں ان میں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا گناہ اس کے فائدے سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی طرح ٹرانسپلانٹ میں فوائد کے مقابلہ میں نقصان زیادہ ہے، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''اعضاءِ انسانی کی پیوندکاری''۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۶۶﴾ مرض کے متعدی ہونے کا عقیدہ

سوال: ماہرین عصری علوم ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اگر متعدی مرض والا شخص ہو، جیسے: کھجلی، ٹی بی (.T.B) طاعون، کالرا (ہیضہ) وغیرہ تو ایسے شخص سے زیادہ میل جول نہیں رکھنا چاہئے اور ان کے کھانے کے برتن بھی علیحدہ رکھنے چاہئے کہ جس کی بناء پر دوسرے شخص کے جسم میں یہ مرض متعدی نہ ہو اور دوسرا شخص اس مرض میں مبتلا نہ ہو جائے۔
ایک مسلمان بھائی جو دین کی تھوڑی بہت سمجھ بوجھ رکھتا ہے اس کا کہنا ہے کہ اسلام میں فقط ایک مرض ''جذام'' کے علاوہ کسی بھی مرض والے مریض کے متعلق تعدی کا عقیدہ رکھنا صحیح نہیں ہے، نہ تو ان سے دور رہنا چاہئے اور نہ ان کے برتن کو علیحدہ رکھنا چاہئے، فقط ایک ہی مرض ''جذام'' جس کو انگریزی میں (leprosy) کہتے ہیں، جس میں یہ علامت ہوتی ہے کہ مریض کے ہاتھ پیر کی انگلیوں کے گوشت جھڑنے اور گرنے لگتے ہیں، ایسے شخص کے برتن علیحدہ رکھنے چاہئے، اور جہاں تک ہو سکے اس سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے، اس جذام کو ڈاکٹر لوگ بھی متعدی مرض مانتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ عقیدہ غلط ہے کہ کسی بھی متعدی مرض والے انسان سے میل جول نہ رکھے اور یہ کہ اس کے کھانے کے برتن

الگ رکھے جائیں، نیز کیا یہ عقیدہ صحیح ہے کہ جذامی شخص سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے، اوران کے کھانے کے برتن الگ رکھے جائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حضورعلیہ کا مبارک ارشاد ہے کہ: لا عــــــدویٰ ولاطیــرة ولاهــامة۔ (بخاری شریف) مذکورہ حدیث کی بناء پر اسلامی عقائد کے مطابق جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو وہاں تک کسی بھی مریض کے ساتھ میل جول رکھنے سے دوسرا شخص اس مرض میں مبتلا نہیں ہوتا ہے، اور وہ مرض متعدی نہیں ہوتا، بلکہ مرض کے متعدی ہونے کا عقیدہ تو زمانۂ جاہلیت کے عقائد میں سے ہے، لہٰذا اسلام نے ایسے عقائد سے منع کیا ہے۔ (دیکھئے بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف ص:۳۹۱)

﴿۲۸٦۷﴾ دواء میں الکحل (alcohol) ہوتو

سوال: آج کل طبیب اور ڈاکٹر بیماری میں جو ادویات لکھ دیتے ہیں ان میں سے اکثر دواؤں میں الکحل ہوتا ہے، اب اگر دواء کے ضمن میں ہزاروں لوگوں کے پیٹ میں الکحل جاتا ہے، تو کیا کریں؟ بسا اوقات انسان کو شدید مجبوری لاحق ہوتی ہے تو اس وقت الکحل استعمال کرنے کے بارے میں ہمارا مقدس دین اس سلسلہ میں کیا کہتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: اگر دواؤں میں شراب یا الکحل ملایا گیا ہو تو جہاں تک ہو سکے اس سے بچنا چاہئے، البتہ ضرورت یا مجبوری ہو اور اس دواء کے بغیر دوسری ادویات سے فائدہ نہ ہوتا ہو تو ایسی مجبوری کے وقت حصولِ صحت کے لئے ان ادویات کا استعمال جائز ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا، طاقت وقوت کے لئے ان ادویات کا استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ (شامی ج:۱،ص:۱۴۰)

﴿۲۸۶۸﴾ دواء میں الکحل ملایا ہو تو ؟

سوال: جس ٹانک یا دواء میں الکحل ملایا گیا ہو اس دواء یا ٹانک میں مقدار الکحل... فیصد کے اعتبار سے مذکور ہوتا ہے، تو ایسی دواء یا ٹانک پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس دواء کو پاک شمار کیا جائے گا یا ناپاک؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جہاں تک ہو سکے اس ٹانک یا دواء سے بچنا چاہئے جس میں شراب یا الکحل ملائی گئی ہو، لیکن اگر سخت مجبوری ہو یا یہ کہ مذکورہ الکحل ''مشارب اربعہ'' یعنی کشمش اور کھجور سے بنایا گیا نہ ہو، سبزی یا ایسی ہی دوسری اشیاء سے بنایا گیا ہو تو ایسی ملاوٹ والی ادویات کے استعمال کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۶۹﴾ ہومیو پیتھک (Homeopathic) دوائی کا استعمال

سوال: ہامیو پیتھک دوائی جس میں کچھ حصہ شراب کا ملایا جاتا ہے اس سے علاج کروانا از روئے شرع کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......جس دوائی میں شراب کا حصہ ہو اس دوائی کا استعمال نہ کرنا بہتر ہے، البتہ مجبوری ہو اور اس دوائی کے علاوہ دوسری کسی دوائی میں اس بیماری سے شفا نہ ہو یا کسی مسلمان ڈاکٹر کا مشورہ ہو تو ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۷۰﴾ انجکشن کے ذریعہ پرائے مرد کی منی رحم میں پہونچانا

سوال: ایک مسلمان میاں بیوی بچہ کی نعمت سے محروم ہے، ڈاکٹروں نے انہیں ایک جدید طریقۂ علاج کا مشورہ دیا ہے وہ یہ کہ پرائے مرد کی منی کو بذریعہ انجکشن عورت کی فرج کے

راستہ سے اس کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے، اور اس سے بچہ پیدا ہونے کا قوی امکان ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح علاج کروانا از روئے شرع کیسا ہے؟ کیا یہ زنا کے حکم میں تو نہیں ہے؟ اور پیدا ہونے والے بچہ کا نسب شوہر سے ثابت مانا جائے گا یا نہیں؟ وہ بچہ اس شوہر کی میراث سے حصہ پائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بچہ کی نعمت حاصل کرنے کے لئے مذکورہ علاج کروانا جائز ہے یا نہیں؟ یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے، البتہ یہ عورت مرد کے نکاح میں ہونے کی وجہ سے عورت کو اگر کوئی حمل ٹھہرتا ہے اور شوہر اس حمل کا انکار نہیں کرتا تو اس بچہ کا نسب اس شوہر ہی سے ثابت مانا جائے گا، اور یہ بچہ شوہر کے مال سے اس کا بچہ ہونے کی حیثیت سے میراث کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ (شامی)

یہ طریقہ اگرچہ زنا کے حکم میں نہیں ہے، تاہم اجنبی مرد کے سامنے شرمگاہ کھولنا، اجنبی کا مس کرنا وغیرہ امور گناہ ہونے کے سبب یہ طریقہ حرام کہلائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۱۷۲۸﴾ آیات قرآنیہ وادعیہ ماثورہ کے علاوہ دیگر رقیہ سے علاج کا حکم

سوال: ایک مسلمان باپو (عامل) ہے اور وہ لوگوں کو پانی پر کچھ پڑھ کر دم کر دیتا ہے۔ اور ان کا خیال ہے کہ اس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ تو مذکورہ شخص سے جو لوگ شفاء کے لئے پانی لاتے ہیں اس کا استعمال کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مذکورہ شخص قرآن شریف یا حدیث شریف میں بتلائی گئی دعاء یا اللہ کے پاک اسماء پڑھ کر دم کر دے تو ایسا پانی لانا اور شفاء کے لئے پینا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ اللہ کے اسماء اور اللہ کی

صفات اور قرآنی آیات وادعیہ ماثورہ کے علاوہ کوئی اور رقیہ ہو اور وہ عربی کے علاوہ دوسری کسی زبان میں ہو اور ایسا اعتقاد بھی ہو کہ بغیر کسی شک وشبہ کے اچھا ہی ہو جائے گا تو یہ ممنوع ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ قرآنی آیات یا حدیث شریف میں بتائی گئی دعاؤں کے ذریعہ دم کیا گیا ہو تو ممنوع نہیں ہے بلکہ جائز ہے، اور شفاء دینے والا تو اللہ ہی ہے اس کا کامل عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ سوال میں ایک لفظ ''باپو'' بھی ہے اس کا مطلب ولی اللہ ہوتا ہے، جیسا کہ ہماری اصطلاح میں مشہور ہے تو اس کے لئے مذکورہ شخص کے عقائد واعمال کو جاننا بھی ضروری ہے، اگر اس کی حالت شریعت کے احکام کے مطابق ہو اور سنتوں کی مکمل پابندی کرتا ہو اور کبیرہ گناہوں سے بچتا بھی ہو تو ایسا شخص اللہ کا ولی ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

﴿۲۸۷۲﴾ سادھو، تانترک سے تعویذ گنڈا کروانا

سوال: آج کے دور میں کچھ جاہل مسلمان، بھوت، خبیث اور ناپاک جن کے علاج کا تعویذ گنڈا غیر مسلم سادھو، تانترک سے کرواتے ہیں اور ان کے کہنے کے مطابق بلاء دور کرنے کا ناپاک علاج کرواتے ہیں، جس میں کبھی کبھی خلاف اسلام اور ایمان سے خارج کر دینے والے اعمال ہوتے ہیں، اور تعویذ لینے والے ان سادھوؤں کے کہنے کے مطابق عمل کرتے ہیں، تو کیا از روئے شریعت ان سادھو، تانترک سے علاج کروانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......تعویذ اور عملیات میں اگر کفر وشرک کی باتیں ہوں جن سے ایمان میں خلل آتا ہو تو ایسے تعویذ گنڈوں سے علاج کروانا بالکل ناجائز اور حرام ہے، اور ان کفریہ عملیات پر یقین رکھنے سے ایمان خارج ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۷۳﴾ جھاڑ پھونک سے علاج اوراس کے معاوضہ کی شرعی حیثیت

سوال: کچھ لوگ عـــامـل کے نام سے پہچانے جاتے ہیں، کبھی کسی شخص کو جنات کا اثر ہو جاتا ہے یا جن اس کے بدن میں داخل ہو جاتا ہے (عملیات یعنی تعویذ کے فن میں مریض پر جنات حاضر ہوتے ہیں، اس کو حاضری کہتے ہیں۔ واللہ اعلم) تو وہ تعویذ اور عملیات سے اس کا علاج کرتے ہیں، اوراس تعویذ کے عوض کچھ رقم لیتے ہیں۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ روپیوں کے عوض اس علم کا استعمال کرنا جائز ہے یانہیں؟ نیز سننے میں آتا ہے ہے کہ جس کو حاضری آتی ہے تو وہ بے وقت بری موت مرنے والوں کی سات روح ہوتی ہے، تو کیا اچانک کسی حادثہ میں مرنے والے کی روح اس طرح کسی کے بدن میں داخل ہوسکتی ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جائز طریقہ کے مطابق تعویذ کرنا اوراس پر رقم لینا بلا شبہ جائز اور درست ہے، صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی جھاڑ پھونک کر کے روپئے لینے کا حدیث شریف میں ثبوت ہے، لہذا دھوکہ بازی یا غیر شرعی طریقہ کے مطابق تعویذ اور عمل نہ کیا ہواوراس میں کفروشرک کی باتیں نہ ہوں تو اس طرح تعویذ بنا کر دینا جائز ہے۔

حاضری آتی ہے وہ بھی جنات اور خبیث شیطان ہی ہوتے ہیں اور وہ غلط بیانی سے کسی بھی شخص کا نام لے لیتے ہیں، اس لئے یہ فلاں مردے کی روح ہے ایسا سمجھنا غلط ہے، نیز بعضے وقت یہ حاضری نہیں ہوتی بلکہ ذہن کی خرابی یا کمزوری سے بھی ایسا ہوتا ہے، لہذا یہ چیز حقیقت میں حاضری ہے یانہیں؟ یہ متعین کرنا بھی ہر تعویذ دینے والے کے بس کی بات نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۷۴﴾ بے پردہ عورتوں اور غیروں کو تعویذ دینا کیسا ہے؟

سوال: ایک مولانا صاحب ہر بیماری کے علاج میں اور ہر ضرورت کے پورا ہونے کے لئے تعویذ دیتے ہیں، مسلمان مرد اور عورتیں اور غیر مسلم بھی ان سے تعویذ لینے آتے ہیں، مسلمانوں میں مردوں کے مقابلہ میں عورتیں تعویذ لینے زیادہ آتی ہیں، اور وہ پردہ میں نہیں ہوتیں، مولانا صاحب ہر ایک کو تعویذ دیتے ہیں، اور کچھ لوگوں کے مکانات پر دعا کرنے اور عمل کرنے جاتے ہیں، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ تعویذ دینا اور دعا کرنا منع نہیں ہے، لیکن بے پردہ عورتوں کے روبرو ہو کر دعا کرنا، انہیں تعویذ دینا اچھی بات نہیں ہے، عالم کی شان کے خلاف ہے، اور شریعت کے پردہ کے حکم کے پیچھے ایک خاص مقصد ہے، اس فتنہ سے بچانے کے لئے پردہ کا حکم ہے اور اس فتنہ میں مبتلاء ہونے کا ہر ایک کے لئے اندیشہ ہے، نیز غیر قوم نصاریٰ وغیرہ کو تعویذ نہیں دینی چاہئے، اس لئے کہ وہ ناپاک قوم ہے، ان کو تعویذ دینے سے اللہ کے پاک کلام کی بے ادبی ہوتی ہے، اور ان کے مکانات پر عمل کے لئے جانا بھی نہیں چاہئے، مولانا صاحب تعویذ کے عوض روپے نہیں مانگتے البتہ آنے والے کچھ نہ کچھ دے کر جاتے ہیں، مولانا صاحب اسے قبول کر لیتے ہیں، امامت کی تنخواہ کے علاوہ مولانا صاحب اس پیشہ میں اچھے خاصے روپے کما لیتے ہیں، بے پردہ عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر دعا کرنا، نصاریٰ اور غیر مذہب والوں کو تعویذ دینا اور ان کے مکانات پر جانا اور کوئی اس کام کے عوض کچھ دے اس کا لینا وغیرہ امور از روئے شریعت جائز ہیں یا نہیں؟ نیز بے پردہ آنے والی عورتوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے والے عالم کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......اسماء الٰہیہ سے یا کلام الٰہی سے یا اوراد مسنونہ سے تعویذ کرنا اور اس پر اجرت لینا بلا شبہ جائز اور درست ہے، لہذا امام صاحب کا تعویذ دینا اور بخوشی کچھ دینے والے کا ہدیہ قبول کرنا شریعت اور منصب امامت کے خلاف نہیں ہے، صحابہ کرامؓ کا ایک غیر مسلم قوم کے سردار کا سورۂ فاتحہ پڑھ کر علاج کرنا حدیث سے ثابت ہے، البتہ بے پردہ عورتوں سے خلوت میں آنا خلاف شریعت اور ان کے منصب کے مناسب نہیں ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے، ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

﴿۲۸۷۵﴾ عامل کی پرہیزی کی حقیقت

سوال: ہمارے یہاں ایک بچہ کو پاگل کتے نے کاٹ لیا، اس کا ڈاکٹری علاج کروایا گیا، اور تعویذ وغیرہ بھی جاری ہے، عامل نے گوشت، مچھلی، بیضہ اور دودھ کھانے سے منع کیا ہے، اور کسی کے کفن ودفن اور زیارت میں گھر کے کسی فرد کو شریک ہونے سے منع کیا ہے، اور کسی کے یہاں بچہ پیدا ہو اس کے یہاں بھی سوا مہینہ تک نہ جانے کا حکم دیا ہے، نیز یہی لوگ یعنی جن کے یہاں موت ہوئی ہے اور جن کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے وہ لوگ ان کے گھر نہ آئیں تو اس قسم کی پرہیزی عامل نے بتائی ہے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اسلام میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ اور عامل کا ان باتوں سے پرہیز کرانے کا کوئی فائدہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عامل نے جو پرہیزی بتائی ہے اس کا تعلق اس کے عمل سے ہوسکتا ہے، اسلام کے ساتھ اس کا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے، میت کے جنازہ میں شریک ہونا اور اس کا کفن ودفن کرنا یہ میت کا اسلامی حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۷۶﴾ شوہر کو مطیع بنانے اور تابع کرنے کا تعویذ بنانا

سوال: ہمارے مسلم معاشرہ میں کچھ عورتیں شوہر کو اپنا مطیع بنانے اور تابع کرنے کے لئے تعویذ، گنڈے اور قسم قسم کے عملیات کرواتی ہیں، شکر پر کچھ پڑھوا کر شوہر کو کھلا دیتی ہیں۔ تو پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان تعویذوں کا شوہر پر کوئی اثر ہو سکتا ہے؟ اور جن تعویذ و عملیات سے دوسرے کو نقصان ہوتا ہو ایسا تعویذ اور عمل کرنا کیا اسلام میں جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عورت شوہر کو اپنا مطیع بنانے اور اپنے تابع کرنے کے لئے جو تعویذ وغیرہ سے علاج کرواتی ہے اسکی مختلف حیثیتیں ہیں۔

اگر اس تعویذ و عمل میں کوئی کلام یا عمل شرکیہ ہو یا اس میں شیطان سے مدد لی جاتی ہو یا وہ سحر کی قبیل سے ہو کہ جس کے اثر سے یہ شخص اپنے آپ کو مغلوب سمجھتا ہو تو ایسا عمل بالکل جائز نہیں ہے، حرام ہے۔

اور جس عمل میں شوہر مغلوب نہ ہوتا ہو صرف اس کے دل میں بیوی کی محبت آتی ہو اور اس تعویذ و عمل میں کوئی کلام یا عمل کفریہ یا شرکیہ نہ ہو یا کوئی ایسا کلمہ نہ ہو جس کا معنیٰ معلوم نہ ہو تو ایسا تعویذ بنانا جائز ہے۔ (شامی: ۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۷۷﴾ سحر کی حقیقت

سوال: (الف) جادو کسے کہتے ہیں؟

(ب) عاملین حضرات جب کسی مریض کا علاج کرتے ہیں تو اس مریض پر جادو وغیرہ کس شخص نے کیا ہے، کیا وہ اس بات کو معلوم کر لیتے ہیں؟

(ج) اگر بالفرض نام معلوم ہوتا ہو تو یہ ظنی ہے، (یعنی غالب گمان کی وجہ سے ہوتا ہے) یا

قطعی (یعنی یقینی طور پر نام صحیح ہوتا ہے)، صحیح حقیقت کیا ہے؟

(د) اگر بالفرض نام معلوم ہوجاتا ہو تو جس شخص پر جادو کیا گیا ہے، (یعنی مریض) اس کو یا اس کے عزیز واقارب کو جادو کرنے والے کا نام بتانا کیسا ہے؟ یا یہ کہ ایسا جملہ کہنا، مثلاً: آپ کے رشتہ داروں میں سے کسی شخص نے جادو کیا ہے، یا آپ کے خاندان والوں میں سے یا دوستوں میں سے کسی نے جادو کیا ہے، کہنا جس کی وجہ سے اس مریض کے اور اس کے گھر والوں کے دل، خاندان والوں، رشتہ داروں اور دوستوں کے متعلق بدظن ہو، ان کے رشتہ میں دراڑ پڑ جائے اور کبھی بڑے جھگڑے کا ذریعہ اور سبب بھی بن جاتا ہو۔

نوٹ: سوال ''ج'' کا جواب اگر ''قرآن وحدیث'' کے بعد کسی متبع شریعت عامل کی تحقیق و حوالہ سے ہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... (الف) جادو کو عربی میں سحر کہتے ہیں اور علامہ شامیؒ نے سحر کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ **هو علم يستفاد منه حصول ملكة نفسانية يقتدر بها علىٰ افعال غريبة لاسباب خفية۔** (۱/۱۳۴) عرف عام میں جادو ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جس میں جنات وشیاطین کے عمل کا دخل ہو اس لئے اس کو بغیر ضرورت کے سیکھنا یا اس پر عمل کرنا ناجائز اور حرام ہے، **قال الشامی تعلمه و تعليمه حرام۔** (۱۳۴) اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں جیسا کہ علامہ شامیؒ نے اس کی قسمیں بتائی ہیں اور معارف القرآن میں اس کی پوری تفصیل اور وضاحت موجود ہے دیکھ لیا جائے،

(ب) عاملین حضرات میں سے جنہوں نے اس علم کو کما حقہ حاصل کیا ہے وہ معلوم کر لیتے ہیں، لیکن وہ حتمی اور یقینی نہیں ہوتا، باقی آج کل تو عاملین **حاطب الليل** کی طرح ہوتے

ہیں انہیں خود بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

(ج) یہ صرف ظنی اور وہمی ہوتا ہے۔

(د) معلومات کا یہ طریقہ ظنی اور وہمی ہے اور اس طرح اشارۃً، کنایۃً بتانے سے قطع رحمی اور دوسرے اختلافات اور جھگڑے بھی ہوتے ہیں اس لئے جادو کرنے والے کا نام بتانا جائز نہیں ہے۔

ما یتعلق بضبط التولید واسقاط الحمل

﴿۲۸۷۸﴾ مجبوری کے بغیر اسقاط حمل ناجائز ہے

الجواب وباللہ التوفیق حامداومصلیا...... اسلام ایک جامع اور مکمل مذہب ہے اور قیامت تک کے لئے جو احوال اور واقعات دنیا میں انسان کو پیش آئیں گے ان سب کے احکام قرآن وحدیث میں اور اسی کو بنیاد بنا کر فقہاء نے کتابوں میں تفصیل سے ذکر کئے ہیں، انہیں میں ایک بچہ کو پیدائش سے روکنا یا پیدا ہوگیا تو اس کو ضائع کر دینا یا قتل کر دینا بھی ہے ،اسلام ان ساری تدبیروں کو ناپسند کرتا ہے اور بعض طریقوں کو ناجائز اور حرام گردانتا ہے۔

اس کے برخلاف اولاد کی زیادہ پیدائش کو اور نکاح بھی ایسی عورت سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ جس سے اولاد زیادہ ہونے کی امید ہو، مشکوۃ شریف میں ایک حدیث ہے کہ جس میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرو جو زیادہ بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور شوہر کے ساتھ زیادہ محبت کا برتاؤ کرنے والی ہو کہ تمہاری کثرت سے میں پہلی امتوں پر فخر کروں گا۔

حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں بچہ نہ ہونے کے لئے ایک طریقہ رائج تھا جس کو عزل کہا جاتا ہے اس میں عورت سے صحبت کرتے وقت جب منی نکلنے کا وقت ہو اس وقت منی باہر نکال دی جاتی تھی، حدیث میں آتا ہے کہ بعض لوگوں نے اس کی اجازت مانگی تو حضور ﷺ نے اجازت تو مرحمت فرمادی، مگر پسند نہیں کیا اسی طرح بعض صحابہ نے خصی ہونے کی اجازت مانگی تو حضور اقدس ﷺ صراحت کے ساتھ اس کی ممانعت فرمادی، جب مرد اور عورت صحبت کرتے ہیں اور مرد کی مادہ منویہ عورت کے مادہ منویہ سے مل

جاتے ہیں تو بچہ کی تخلیق کے مراحل شروع ہو کر حمل کے ایام شروع ہو جاتے ہیں۔ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ پہلے چالیس دن نطفہ پھر چالیس دن علقہ پھر مغضہ بنتا ہے، پھر ایک فرشتہ کو اللہ تعالی چار باتوں کے ساتھ بھیجتا ہے وہ اس کے لئے لکھتا ہے اعمال اور زندگی کے دن روزی اور نیک بخت کہ بد بخت پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ یہ حدیث مشکوۃ شریف اور بخاری مسلم شریف میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ کی عمر ماں کے پیٹ میں ایک سوبیس دن (۴۰ دن) پورے کر لیتی ہے تو تقریباً تخلیق بھی سب مراحل سے گذر کر ایک انسانی جسم میں روح بھی آجاتی ہے اب یہ سوال کہ اسقاط حمل کرانا جائز ہے یا نہیں؟ تو اسکے متعلق احکام الامداد جلد ۴رص ۲۰۲ پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا ایک فتوی نقل کرتا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں:

اگر تخلیق فن سے حمل میں جان پڑنا محتمل ہو جب تو مطلقا حمل گرانا حرام اور موجب قتل نفس ذکیہ ہے اور اگر جان نہیں پڑتی سو اگر کوئی عذر صحیح ہوتا تو اسقاط جائز تھا لیکن چونکہ کوئی عذر نہیں ہے، لہذا نا جائز ہوگا گو قتل کا سا گناہ نہیں مگر خود یہ فعل بھی معصیت ہے اور آئندہ کے لے حمل قرار نہ پانے کی تدبیر کرنا بھی مذموم ہے، مگر وہ ملامت میں کم ہے۔ خلاصہ یہ کہ سب میں اشد حمل حی کا اسقاط اور اس سے کم غیر حی (روح پڑنے سے پہلے) اسکا اسقاط اور اس سے کم مانع قتل کا استعمال۔ حضرت تھانوی نے جو تفصیل لکھی ہے اس کو وضاحت کے ساتھ فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار (شامی) ص ۴۲۹ ج ۶ اور ص ۴۷ ۳ ربصراحت درج کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مانع حمل دوا کا ااسی طرح کسی دوسری چیز کا استعمال کرنا کسی

معقول اور شرعی عذر کی اور مجبوری کی وجہ سے ہو تو یہ طریقہ ناپسندیدہ اور مکروہ تو ہے مگر مجبوری کی وجہ سے جائز ہے اسی طرح حمل ٹھہر گیا مگر ابھی تخلیق پوری نہیں ہوئی اور اوراس میں جان بھی نہیں پڑی تو ایسی حالت میں کراہت زیادہ ہوگی مگر معقول مجبوری کی وجہ سے اسقاط حمل کرانے کی شریعت کی طرف سے اجازت ہوگی اور تخلیق پوری ہوجانے اور جان پڑ جانے کے بعد ناجائز اور حرام اور ایک معصوم جان کے قتل کرنے کا گناہ ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوسکتا ہے۔اب رہی یہ بات کہ معقول اور شرعی عذر کیا ہے؟ اگر اس حمل سے ماں کی جان کو خطرہ ہو یا پہلے جو بچہ پیدا ہو چکا ہو اس کو نقصان یا مضرت ہو غیرہ باقی اس وجہ سے اسقاط کرایا جائے کہ بچے بہت ہو چکے ہیں یا ان کی پرورش میں تنگی ہوگی اب اولاد کی ضرورت نہیں ہے وغیرہ باتیں نفسانی اور شیطانی بہکاوا ہے شرعی عذر نہیں ہے۔اور جو چیز شرعاً ناجائز حرام اور مکروہ ہو تو اس کام میں مدد کرنا یا کروانا بھی قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق ''گناہ اور سرکشی کے کام میں اعانت مت کرو'' کی وجہ سے درجہ بدرجہ ڈاکٹر بھی گنہگار ہوں گے۔فقط واللہ اعلم

﴿۲۸۷۹﴾ فیملی پلاننگ مذہبی نقطہ نظر سے

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے انسانوں کو پیدا کیا، اور ان کی دنیا و آخرت کی فلاح و بہبودی کے لئے انبیاء کو مبعوث فرما کر راہ راست کی ہدایت فرمائی، اور لاکھوں درود وسلام نازل ہو اس نبیٔ آخر الزماں پر کہ جن کی اتباع و تعلیم میں دونوں جہاں کی کامیابی مضمر ہے اور انکے متبعین اور تمام امت محمدیہ پر۔اما بعد!

دنیا میں دونوں طرح کے کام ہورہے ہیں، نیک کام بھی ہورہے ہیں اور برے کام بھی ہو

رہے ہیں، دنیا میں نیکو کار بھی ہیں اور بدکار بھی ہیں، اور رہتی دنیا تک یہ سلسلہ تو جاری رہے گا، لیکن بڑی خرابی یہ ہے کہ کسی برے فعل کو مذہب کا نام دے کر نیکی سمجھ کر کیا جائے، زنا، سرقہ، شرب خمر معصیت کے کام ہیں لیکن انہیں جائز سمجھ کر کرنے والا یا کروانے والا دہرے گناہ کا مستحق ہوتا ہے، اسی طرح خاندانی منصوبہ بندی کو بھی جائز سمجھ کر کرنے والے پر بھی یہی حکم عائد ہوتا ہے۔

یہ فتویٰ اس مقصد کے پیش نظر لکھا جارہا ہے کہ امت محمدیہ مفاد پرست، دنیا دار علماء کی رہبری میں غلط کام کو جائز سمجھ کر اپنی عاقبت برباد نہ کرے، اور ہر مسلمان شریعت کے حکم سے ناواقف نہ رہے، باقی ہدایت وتوفیق تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے، مَن یَهدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ وَمَن یُضْلِلْ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔

نوساری، سورت، عالیپور، نانا پونڈھا اور کچھولی وغیرہ مختلف مقامات سے قدرے جملوں کے فرق کے ساتھ ایک ہی طرح کا سوال پوچھا گیا، جس کا جواب شریعت کی روشنی میں میری ناقص فہم سے جو کچھ سمجھ میں آیا وہ میں نے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے مسلمانوں کو فائدہ ہو یہی مقصود ہے، اللہ تعالیٰ اس میں حصہ لینے والوں، تعاون کرنے والوں نیز ہر ایک کو دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے، اور عمل کی توفیق عطا فرماوے، یہی دلی دعا ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

سوال: کچھ دنوں قبل صوبہ گجرات کی خاندانی منصوبہ بندی محکمہ احمد آباد کی طرف سے جامع مسجد دہلی کے نائب امام صاحب سید عبداللہ بخاری کا فتویٰ شائع کیا گیا ہے، جس میں برتھ (Birth control) کنٹرول کو جائز اور اسلامی نقطہ نظر سے صحیح بتا کر برتھ کنٹرول

کروانے کی اپیل کی گئی ہے۔

تو کیا برتھ کنٹرول اسلامی نقطہ نظر سے صحیح ہے؟ اور ایسا آپریشن کروانے کی اجازت ہے؟ اگر یہ ممنوع ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ اور نائب امام صاحب کے فتوے کا آپ کے پاس کیا جواب ہے؟

امید ہے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف اور فقہ کی معتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ ان سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... برتھ کنٹرول کے لئے خصی کروانا یا کوپرٹی رکھوانا یا مانع حمل یا مسقط حمل دوائی وغیرہ کا استعمال کرنا اسلامی روایات واسلامی نقطہ نظر کے خلاف ہے، کچھ خاص مجبوری میں شریعت کی طرف سے اجازت بھی ہے، مثلاً: حاملہ ہونے سے عورت کی جان کو خطرہ ہو، یا عورت اتنی کمزور ہوگئی ہو کہ وہ حمل کا بوجھ نہ اٹھا سکتی ہو اور اس کی وجہ سے اسکی جان جانے کا اندیشہ ہو یا گود میں بچہ دودھ پیتا ہو اور حمل رہنے سے اس بچہ کے دودھ پر اثر آتا ہو تو ان حالات میں جب تک یہ مجبوری رہے عورت کی رضامندی سے مانع حمل کوئی تدبیر اختیار کرنا جائز ہے، ہمیشہ کے لئے آپریشن کرانا یا خصی ہو جانا ان حالات میں بھی جائز نہیں ہے، موجودہ زمانہ میں فیشن پرست اور ملحدین نے جو عادت بنالی ہے وہ ناجائز اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

کوئی شخص دین میں نئی بات ایجاد کرے یا مسئلہ سے لاعلم ہونے کی وجہ سے یا نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے حلال کو حرام بتائے یا حرام کو حلال بتائے یا ناجائز کو جائز یا جائز کو ناجائز بتائے تو اس فتوے کی وجہ سے وہ چیز حلال یا حرام نہیں ہو جاتی، شریعت کے کسی بھی

حکم کو اپنی مرضی کے مطابق بدلنے یا اس میں اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے، اسلامی شریعت مکمل ہے، دوسرے مذاہب کی طرح اس میں حذف و اضافہ کی گنجائش نہیں ہے، کسی بھی مسئلہ کا حکم جاننا ہو تو اسے اول کتاب اللہ میں تلاش کریں گے وہاں نہ ملے تو حدیث شریف میں اور وہاں بھی نہ ملے تو فقہ کی معتبر کتابوں میں اسکا حل تلاش کیا جائیگا، کسی کی ذاتی رائے قرآن وحدیث کے مطابق ہو تو عمل کے لائق ہے اور اگر ان کے خلاف ہو تو وہ قابل تردید اور قابل ترک اور گمراہی ہے۔

جامع مسجد دہلی کے نائب امام صاحب کے نام سے آپ نے جس پمفلیٹ کا حوالہ دیا ہے اس میں برتھ کنٹرول کی اپیل کی گئی ہے، اور مذہبی نقطہ نظر سے اسے صحیح بتایا گیا ہے، لیکن اس میں قرآن وحدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی، صرف ملحدین کے طرز پر تین وجوہات سے استدلال کیا گیا ہے۔

۱......آبادی کی کثرت سے زمین پر رہائش کی تنگی ہوگی۔

۲......اولاد کی کثرت سے کھانے پینے میں تنگی ہوگی۔

۳......اور ان کی تعلیم بہتر نہیں ہو پائے گی۔ وغیرہ وغیرہ

اسلامی تعلیمات ان وجوہات کے یکسر مخالف ہے، بلکہ اجتماعی طور پر خاندانی منصوبہ بندی کے عمل کو ناجائز اور حرام بتاتی ہے اور انفرادی طور پر کچھ حالات میں بوجہ مجبوری کچھ گنجائش کی صورتیں بھی بتائی ہیں، اس لئے بغیر مجبوری کے فیملی پلاننگ کروانا جائز نہیں ہے۔

زمانہ جاہلیت میں (اسلام کے ظاہر ہونے سے قبل کا زمانہ) بھی کچھ غلط مقاصد سے یہ خاندانی منصوبہ بندی ہوتی تھی، قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت بیان کرتے

ہوئے اس فعل سے بچنے کی تاکید کی ہے، پارہ:۸سورۂ انعام میں ارشاد خداوندی ہے:
وَلَا تَقْتُلُوٓا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ: ترجمہ: تمہاری اولاد کو فقر کی وجہ سے قتل نہ کردو، ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی، اور گناہ کے کام جو ظاہر ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ شروع میں عرب حضرات مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو قتل کردیتے تھے، اس لئے کہ مفلسی کے ڈر سے جب ہمیں کھانا نہیں ملتا تو بچوں کو کہاں سے کھلائیں گے، نیز سورۂ اسراء کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **وَلَا تَقْتُلُوٓا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم:** ترجمہ: مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۲۴)۔

دونوں آیات میں فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں موجودہ فقر کی وجہ سے وہ قتل کرتے تھے اور دوسری آیت میں مستقبل میں مفلس ہونے کے ڈر سے قتل کرتے تھے، ان دونوں وجوہات کا غیر معتبر ہونا قرآن سے معلوم ہوگیا۔

جاہل اہل عرب اور آج کے ترقی یافتہ دور کے پلاننگ میں فرق صرف یہ ہے کہ وہ پیدا ہونے کے بعد قتل کردیتے تھے یا زندہ درگور کردیتے تھے اور آج ان سے ایک قدم آگے بڑھ کر پیدا ہونے پر ہی روک تھام لگائی جارہی ہے، دونوں فعلوں کے پس پشت ایک ہی مقصد وارادہ کارگر ہے، صرف ترکیب عمل میں فرق ہے، بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جہاد میں

شریک ہوتے تھے اور نفسانی خواہش ہمیں پریشان کرتی تھی تو ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے اجازت طلب کی کہ کیا ہم خصی ہو جائیں؟ تاکہ ہمہ تن متوجہ ہو کر جہاد میں حصہ لے سکیں، تو حضور ﷺ نے اس سے منع فرما دیا اور اس آیت کی تلاوت فرمائی، اے ایمان والوں جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے اسے اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اس آیت اور واقعہ سے یہ بات تو ثابت ہو ہی گئی کہ فیملی پلاننگ یہ حد سے تجاوز میں داخل ہے اور ناجائز اور حرام ہے، علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں **وھو محرم بالاتفاق**، خاندانی منصوبہ بندی بالاتفاق حرام ہے۔

زمانہ جاہلیت میں جو دوسرا طریقہ مروج تھا اسے اصطلاح میں عزل کہتے ہیں، جماع میں انزال کے وقت منی باہر خارج کی جاتی تھی تاکہ بچہ پیدا نہ ہو۔

احادیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس فعل کو بھی ناپسند فرمایا ہے، البتہ ضرورت کے پیش نظر اس سے منع نہیں کیا گیا، تاہم اس میں بچہ ہونے اور استقرار حمل کا امکان باقی رہتا ہے اس لئے یہ ممنوع نہیں ہے اور عورت کی اجازت سے جائز ہے، احادیث کی کتاب میں اس کی تفصیلی بحث مذکور ہے۔

اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک میں ہے کہ صحابہ کے درمیان اس کے جواز وعدم جواز میں اختلاف تھا، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ جیسے کبار صحابہ اس سے منع کرتے تھے۔

محدثین اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عزل یہ نسل کی کمی کا باعث ہے اور آپ ﷺ نے کثرت امت کی ترغیب دی ہے، دوسرا یہ کہ تقدیر پر ایمان نہیں رہتا۔ (ملاحظہ

فرمائیں: ۴۴۳/۴) مشکوۃ شریف: ۲۶۷/۲ میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو، اس لئے کہ کل قیامت کے دن میں تمہاری کثرت پر (دوسری امتوں کے مقابلہ میں) فخر کروں گا۔

محدث ابن ہمامؒ نے فتح القدیر (۴۳۴/۲) میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت معقل بن یسارؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایک حسین و جمیل، اعلیٰ نسب، اور مالدار عورت نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے، لیکن اسے بچے نہیں ہوتے کیا میں اس سے نکاح کروں؟ تو آپ ﷺ نے منع فرمایا، وہ شخص دوبارہ آیا اور اس نے دوبارہ پوچھا، حضور ﷺ نے منع فرما دیا، پھر سہ بارہ آیا اور یہی کہا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو کہ کل تمہاری کثرت پر میں فخر کروں گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان جیسی دوسری بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ برتھ کنٹرول اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ امت میں خوب اضافہ ہو اور انسانی نسل باقی رہے، اسی لئے فقہاء مجرد رہ کر نوافل میں مشغول ہونے سے نکاح کرنے کو افضل سمجھتے ہیں۔ (شامی، بحر، فتح القدیر وغیرہ)

اگر کسی کو یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ اس آپریشن سے جماع پر تو قدرت باقی رہتی ہے، صرف استقرار حمل نہیں ہوتا، اس لئے یہ جائز ہونا چاہئے، اس کا جواب قرآن شریف نے دیا ہے کہ نکاح کا مقصد صرف شہوت کا پورا کرنا نہیں ہے، بلکہ اصل مقصد حصول اولاد ہے، اس لئے اگر اولاد نہ ہو تو یہ صرف خواہش کا پورا کرنا ہوا اور یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔ سورۂ بقرہ

میں ہے:

فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ : اب تم عورتوں سے ہم بستر ہو اور جو اللہ نے تمہاری تقدیر میں لکھا ہے اسے تلاش کرو، یعنی لوح محفوظ میں اللہ نے تمہارے لئے جو اولاد لکھ دی ہے اسے جماع کے ذریعہ حاصل کرنے کا ارادہ ہونا چاہیئے، صرف شہوت پورا کرنا مقصود نہیں ہونا چاہیئے۔

جن تین وجوہات کے سبب خاندانی منصوبہ بندی کی اپیل کی گئی ہیں یا کر رہے ہیں کہ وہ رہیں گے کہاں؟ کہاں سے کھلائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان وہی ہے جو اللہ کو قادر مطلق اور رزاق سمجھتا ہو، قرآن پاک میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ** ۔

ترجمہ: بیشک اللہ ہی روزی دینے والا اور زبردست قوت والا ہے، نیز بارہویں پارہ کی پہلی آیت میں فرمایا: **وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ** ۔ ترجمہ: زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں ہے مگر اس کے رزق کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے، اور وہ اس کے رہنے کی اور دفن ہونے کی جگہ جانتا ہے، ہر ایک چیز کھلی کتاب میں موجود ہے یعنی ہر شخص کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ کہاں رہے گا؟ کیا کھائے گا؟ کیسی زندگی گذارے گا؟

اور مرنے کے بعد کہاں دفن ہوگا؟ وغیرہ وغیرہ ہر چیز اللہ تعالیٰ شروع سے جانتے ہیں اور ہر چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے، جیسا کہ مرقاۃ میں ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے، اور عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کی تقدیر اسکی پیدائش سے ۵۰۰۰ سال قبل لکھ دی تھی ۔ (مشکوۃ شریف: ۱۹/۱)

قرآن شریف میں ہے: الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلاً ۔ ترجمہ: شیطان تم سے غربت کا وعدہ کرتا ہے اور تمہیں بری باتوں کا حکم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتے ہیں۔

نیز دوسری آیت میں شیطان کے عمل کو اس طرح بیان کیا گیا: وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ترجمہ: میں آدم کی اولاد کو امر کروں گا پھر وہ اللہ کی تخلیق کو بدل دینگے۔

کیا آپریشن کروا کر نسل کشی کرنا اللہ کی قدرت کو بدلنا نہیں ہے؟ کیا یہ شیطان کی اتباع نہیں ہے؟ دنیا میں آنے والی ہر چیز کا خالق و پالنہار اللہ ہے، وہ رب العالمین ہے، تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ رب کے معنی ہوتے ہیں شروع سے اخیر تک آہستہ آہستہ پالنے والا اور کمال تک پہنچانے والا، اسی لئے اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے رب کا استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ وہی اللہ پالنہار ہے اس نے دانت دئے ہیں تو دانہ بھی وہی دیگا، وہ اللہ اتنا کریم ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہو اسکا انتظام وہ وقت سے پہلے ہی کر دیتا ہے انسانوں کو دانہ پانی ہوا وغیرہ جتنی چیزوں کی ضرورت تھی، ہر چیز کی تخلیق اس نے انسانوں سے پہلے ہی کر دی، اس کے بعد حضرت آدمؑ کو پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نہایت ہی کریم ہے اس کے خزانے وسیع ہیں، اور ہر انسان کو اس کی روزی پہنچانے سے اسکے خزانوں میں ذرہ برابر کمی آنے والی نہیں ہے، اس لئے جتنی چیزوں کی ضرورت ہوگی اتنی چیزیں اپنی مہربانی سے وہ ضرور عطا کرے گا، چھوٹے بچہ کے لئے اس نے پہلے ماں کے پیٹ میں رحم دانی بنائی ایک مقررہ

مدت تک بچہ کو اسمیں رکھا، تین اندھیریوں کے بیچ اسے روزی پہنچائی، پھر جب پیدا کیا تو بچہ میں دانہ چبانے کی قوت نہیں تھی تو اس کے لئے ماں کے پستانوں میں دودھ پیدا کیا، اور جب دانہ چبانے کی قوت آگئی تو دانت بنائے، ایسا ہی چرند پرند اور دیگر مخلوقات کے لئے بھی یہ مثال پیش کی جاسکتی ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے انتظام اور قدرت میں سر مارنے کے بجائے اس نے جس مقصد کے لئے ہمیں پیدا کیا ہے اس میں محنت کرنی چاہئے، نیز اللہ تعالیٰ نے موت بھی تو پیدا کی ہے اس لئے پیدا ہونے کے ساتھ موت بھی ہو رہی ہے تو بھیڑ بھی کم ہوتی رہتی ہے، اگر کسی جگہ کسی وقت ولادت کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی کوئی نہ کوئی حل ضرور نکال دیتا ہے۔ مثلاً: پہلے لوگ بیل گاڑے یا گھوڑا گاڑی میں سفر کرتے تھے اس وقت مشینری اور پیٹرول کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا، بعد میں ترقی ہوئی اور لوگ موٹر گاڑی اور ہوائی جہاز میں سفر کرنے لگے تو زمین سے بے انتہاء پیٹرول اللہ نے نکالا، اسی طرح کوئی شخص اندازہ لگائے کہ آج زمین پر اتنے لکڑے ہیں اور روزانہ اتنے لکڑے لوگ جلاتے ہیں تو اتنی مدت میں تو لکڑے ختم ہوجائیں گے اس لئے دن میں ایک ہی مرتبہ محدود لکڑے ہی جلانے چاہئے تو یہ کھلی ہوئی بیوقوفی کہلائے گی۔

اور لکڑوں پر ہی مدار نہیں رہا، گیس اور الیکٹرک چولھوں سے بھی کام چل رہا ہے، اسی طرح مصنوعی ریشم، نائلون وغیرہ ایجاد کرنے کی عقل اور سمجھ دے کر انسان کے ہر مسئلہ کا حل اللہ تعالیٰ نے مکمل کردیا ہے اسی طرح روٹی کا مسئلہ بھی حل کردے گا۔

برتھ کنٹرول میں تعداد ۵۵۰۰۰ تو بتائی ہے لیکن مرنے والوں کی تعداد نہیں بتائی، تو کیا

۵۵۰۰۰ میں سے تھوڑے بھی نہیں مرتے، بڑے ہو کر بھی کیا ہمیشہ زندہ ہی رہیں گے، اگر ایسا ہی ہوتا تو آج دنیا میں رہنے کے لئے جگہ بھی نہ ہوتی! کیا انسان کی منی میں بچہ ہونے کی صلاحیت رکھنے والے جراثیم ایک دو ہی ہوتے ہیں؟ اطباء سے دریافت کر لیجئے گا تو معلوم ہو جائیگا کہ ان میں سے ہر جراثیم سے بچہ پیدا کیوں نہیں ہوتا، ایک یا دو ہی کیوں ہوتے ہیں؟ ایسی کوئی طاقت ہے جو دوسرے جراثیم کو رحم دانی میں ختم کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ رحم دانی میں ایک وقت میں تمام جراثیم پھل نہیں سکتے، اس لئے ہر ایک کو زندہ نہیں رکھتے۔

اسی طرح جب وہ جان لے گا کہ انسانوں کے رہنے کے لئے زمین تنگ ہو رہی ہے تو وہ اسکا بھی انتظام کریگا، تنگی سے قبل اس کی فکر میں پڑ کر خلاف قدرت عمل نہیں کرنا چاہئے، نیز ایران جیسے زلزلہ میں یا مغربی گجرات کی ریل میں یا دوسرے وبائی امراض میں یا جنگ میں چند منٹوں میں جو ہزاروں کی تعداد میں انسان مرتے ہیں اور منٹوں میں سینکڑوں شہر اور دیہات ویران ہو جاتے ہیں اس سے کون ناواقف ہے۔

اللہ اور تقدیر پر اعتماد نہ کرنے والا بے ایمان شخص ہی اس ارادہ سے برتھ کنٹرول کروا سکتا ہے، یعنی ایسا خلاف قدرت کام کرنے والا شخص اسلامی تعلیمات کے خلاف کام کر رہا ہے، اس لئے مسلمانوں کو اسمیں مذہبی رو سے حصہ نہیں لینا چاہئے، اور ما بعد الموت زندگی کی مصیبت مول نہیں لینی چاہئے، جو شخص مذکورہ ارادوں سے اس تحریک میں حصہ لیگا وہ فاسق کہلائیگا، اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی کہلائیگا، نیز (وہ یعنی امام) حرام کو حلال بتانے والا ہونے کے سبب وہ معاشرتی بائکاٹ کے لائق ہے۔

یہاں تک جو برائیاں بیان کی گئی ہیں وہ مذہبی نقطہ نظر سے ہیں، معاشرتی اور مالی نقطہ نظر سے بھی اس میں فائدہ سے زیادہ برائیاں ہیں، اس موضوع پر بہت سی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں، تاہم اخباروں میں آنے والے مضامین سے قاری لاعلم نہیں ہوگا۔

برتھ کنٹرول جس طرح اسلام میں ممنوع ہے اسی طرح عیسائی پادری بھی اس سے منع کرتے ہیں، پوپ پال چھٹے کا اختلاف تو مشہور ہے اور اپنے مذہب کی خاطر وہ استعفیٰ دینے تک کے لئے رضامند ہے، اور (وہ یعنی امام) یہاں رسول مقبول ﷺ کے لاڈلے دین پر دنیا کو ترجیح دے رہا ہے۔(اللھم ارحمنا

پوپ پال نے ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں فیملی پلاننگ کے لئے کارگر مصنوعی طریقوں سے اختلاف کیا ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ آپریشن سے لے کر دوائیوں تک کے تمام علاج غلط ہیں، انہوں نے شادی شدہ لوگوں سے درخواست کی ہے کہ اگر وہ زیادہ بچے پیدا کرنا نہ چاہتے ہوں تو اس کا علاج صبر (جماع نہ کرنا) ہے، اس کے علاوہ تمام علاج کے نتائج بہت ہی برے ہیں، مصنوعی علاج سے زنا عام ہوگا، مرد عورت کو محض خواہش کی تکمیل کا ذریعہ سمجھنے لگے گا۔(دیکھیں مسلم گجرات)

اور دوسری خبر (مسلم گجرات، شمارہ نمبر:۱۹ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ) درج ذیل ہے۔

ایک اٹلی کے سائنسداں پروفیسر کارلوسر تاری نے بتایا کہ مانع حمل دوائیاں لینے والی عورتوں کا سر بار بار دکھتا ہے، ان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں، ان کا بچوں سے تعلق کم ہو جاتا ہے، ان دوائیوں سے ان کے اندرون بدن میں بھی کمی زیادتی ہوتی ہے، یہ دوائیاں لینے والی ۱۰۰ عورتوں میں ۶۰ عورتیں سر کے درد سے پریشان ہیں، یعنی شرعی نقطہ نظر کے ساتھ

ساتھ ماہرین کے پیش نظر بھی اسمیں بہت سی برائیاں ہیں، اس لئے مسلمانوں سے خاص طور پر اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والے ہیں اس لئے ان کی تعلیم کو فروگذاشت کرتے ہوئے یا غلط بیانی میں پھنس کر یہ کام نہ کریں۔

اب ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ خود کو مسلمان کہنے والے اسلامی ممالک میں بھی برتھ کنٹرول ہورہا ہے اس لئے ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی اسے اپنانا چاہئے، تو اسکا مختصر جواب یہ ہے کہ ہم مذہب میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اتباع کرتے ہیں، کسی ملک یا پیشوا کی اتباع نہیں کرتے، اس لئے قرآن وحدیث کے حکم پر ہی عمل کریں گے، چاہے پوری دنیا ہمارے ساتھ ہو یا ہمارے خلاف ہو، ہر گناہ کی سزا اسے ہی بھگتنی پڑے گی، اس لئے اگر وہ حقیقتاً اسلامی حکم کے خلاف عمل کرتے ہونگے تو وہ گنہگار ہوں گے اور قیامت کے دن ان سے پوچھ ہوگی، یہ عقلمندی نہیں ہے کہ وہ اگر خلاف اسلام کوئی عمل کرتے ہوں تو ہمیں بھی وہ فعل کرنا چاہئے، وہ اگر نماز نہ پڑھتے ہوں یا داڑھی نہ رکھتے ہوں، حسین عورتوں اور شراب نوشی میں مست رہتے ہوں تو کیا ان کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی شریعت کا حکم توڑ کر ان کی اتباع کرنی چاہئے؟ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے: **لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق** (مشکوۃ:۳۲۱)۔

اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے، وہ حضرات مغربی تمدن کے رنگ میں رنگے ہوئے ہونے کی وجہ سے اور زمام اقتدار ان کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے ہم ان کی بات نہیں مانتے، ورنہ وہاں کے دیندار، متبع شریعت علماء اس سے بے انتہاء نفرت کرتے ہیں اور اس کا اختلاف بھی کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

الجواب صحیح

جواب میں جو تفصیل اور وضاحت بیان کی گئی ہے وہ آج کے دور کے اعتبار سے نہایت ہی ضروری اور کارآمد ہے، اس کے پڑھنے کے بعد فیملی پلاننگ کی مذہبی نقطہ نظر سے کیا کیا خرابیاں ہیں وہ ظاہر ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کا اللہ اور اس کی قدرت کے متعلق جو عقیدہ خراب ہونے کا امکان تھا وہ بھی ختم ہو جائے گا، اور مسلمانوں کا عقیدہ صحیح ہو جائے گا، نیز اس قدر عام فہم زبان میں تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر مع دلائل اس سے قبل نہیں لکھا گیا، فتنہ جس قدر سخت اور مضبوط ہو مقابلہ بھی اس قدر مضبوط ہونا چاہیئے، اس لئے جتنا زیادہ ہو سکے اس کی اشاعت میں حصہ لینا چاہیئے۔ واللہ الموفق للصواب والیہ المرجع و المآب۔ کتبہ: اسماعیل محمد گورا راندیری۔ صدر مفتی دارالافتاء، ڈابھیل

﴿۲۸۸۰﴾ مرد کے لئے کنڈوم پہننا

سوال: عورت کی اجازت سے عزل کرنا درست ہے تو اسی حکم پر قیاس کرتے ہوئے کنڈوم پہننا مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ضرورت ہو اور عقیدہ بھی صحیح ہو تو کنڈوم پہن سکتے ہیں لیکن بہتر نہیں ہے، اور اگر اس عقیدہ سے پہن رہا ہو کہ بچے ہونگے تو انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ جیسا کہ کچھ بے دین حضرات ایسا خیال کرتے ہیں تو اس عقیدہ سے کنڈوم پہننا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۸۱﴾ نسبندی کا آپریشن کروانا

سوال: ایک شخص حافظ قرآن ہے، اس کی عمر ۳۵ سال ہے، وہ شادی شدہ ہے، اور اللہ

کے فضل سے اسکے سات بچے ہیں، یہ شخص فی الحال مدرسہ پڑھاتا ہے اور امامت کراتا ہے، اس کی بیوی حاملہ ہے، اور اسے نیا بچہ آنے والا ہے، اب یہ شخص اپنا برتھ کنٹرول کا آپریشن کروانا چاہتا ہے تو کرواسکتا ہے یانہیں؟ اگر وہ خود کروائے تو وہ گنہگار ہوگا یانہیں؟ اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ اپنا آپریشن نہ کروائے اور عورت کا آپریشن کروائے تو خرچ زیادہ ہونے کا امکان ہے، اور غریب شخص ہے اس لئے خود آپریشن کروالے تو درست ہے یانہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... زیادہ بچے ہونگے تو کھلائیں گے کہاں سے؟ یا رہنے کے لئے مکان نہیں ملے گا؟ یا ایسے ہی دوسرے کسی سبب سے آپریشن کروانا جائز نہیں ہے، اور اسلامی عقیدہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور ایمان جانے کا خطرہ ہے لہذا بغیر سخت مجبوری کے مرد یا عورت کو آپریشن کروا کر بچے ہونے کے امکان کو بند نہیں کروانا چاہئے، ایسا کرنا گناہ ہے، شرعی اصطلاح میں ایسے شخص کو فاسق کہتے ہیں، اور جب تک یہ شخص توبہ نہ کرے وہاں تک اسکی امامت مکروہ تحریمی سمجھی جائیگی۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۸۲﴾ کمزور عورت آپریشن کرواسکتی ہے یانہیں؟

سوال: ایک عورت کمزور ہے، اور کمزوری کے سبب بار بار ٹی بی کا اثر ہوتا ہے، یہ حالت چار سال سے ہے، اطباء کا کہنا ہے کہ اگر آپ اس عورت کا فیملی پلاننگ کا آپریشن نہیں کروائیں گے تو عورت کی جان جانے کا خطرہ ہے، اور عورت بھی پریشان ہوگئی ہے، دوائی بھی نہیں پی سکتی تو کیا فیملی پلاننگ کا آپریشن کروانا اس عورت کے لئے جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ حقیقت میری سمجھ سے باہر ہے، تاہم

اگر سوال میں مذکورہ حقیقت صحیح ہو اور ٹی بی سے بچنے کا صرف ایک ہی حل ہو تو کچھ مدت کے لئے مانع حمل ترکیب اپنانے کی گنجائش ہے، دائمی طور پر بانجھ بن جانا جائز نہیں ہے، ممکن ہے بعد میں طبیعت کے درست ہونے سے قوت آجاوے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۸۳﴾ وقتی طور پر مانع حمل دوائی استعمال کرنا

سوال: طبیب عورت کو ایسی دوائی دیتے ہیں جس سے عورت کو ایک سال یا دو سال تک حمل نہیں ٹھہرتا، اور اولاد نہیں ہوتی، بہت سی عورتیں روپے دے کر ایسی دوائی خریدتی ہیں تو ایسی دوائی کا لینا، دینا، استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کرنا گناہ ہے؟ کتنی مدت کا حمل گرا سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بہت ہی سخت مجبوری کے وقت ایسی دوائی لینا، دینا جائز ہے۔ البتہ بچے ہونگے تو انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ وغیرہ اعتقاد سے یہ دوائی لینا، دینا جائز نہیں ہے، معصیت ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۸۴﴾ خاندانی منصوبہ بندی کا حکم

سوال: بچے نہ ہوں اسکا آپریشن کروانا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... بچے پیدا نہ ہوں اسکا آپریشن کروانا اسلامی روایات کے خلاف ہے، اور گناہ کا کام ہے، کثرت اولاد کا ہونا شریعت میں پسندیدہ بتایا گیا ہے، حضور ﷺ نے ایسی عورت سے نکاح کی ترغیب دی ہے جو زیادہ بچے جننے والی ہو، مشکوۃ اور اسکی شرح مرقاۃ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو خصی بننے سے منع فرمایا، نیز اسکے علاوہ دیگر دلائل سے اسکا ناجائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شریعت نے چند مجبوریوں میں اس کی اجازت دی ہے، مثلاً: عورت اتنی کمزور ہو کہ زچگی کی تکلیف برداشت کرنے کی قوت نہ ہو، لہذا جب تک وہ طاقتور نہیں ہو جاتی مانع حمل دوائی یا آلہ استعمال کرنا جس سے وقتی طور پر استقرار حمل نہ ہو اس کی گنجائش ہے، ہمیشہ کے لئے آپریشن کروالینا (خصی بن جانا) اس وقت بھی جائز نہیں ہے البتہ کوئی دیندار مسلمان ماہر طبیب یہ مشورہ دے کہ اس عورت کی جان رحم دانی نکالے بغیر نہیں بچ سکتی تو اس صورت میں مجبوراً آپریشن کروانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۸۵﴾ حمل گرادینے کا حکم

سوال: پانچ مہینوں کے بعد حمل میں جان آتی ہے، اس لئے پانچ مہینوں قبل حمل گرادینا، یا حمل گرجاوے اس کی دوائی کھانا کیسا ہے؟ اور یہ دوائی لینے والے اور دینے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ضرورت اور مجبوری کے وقت حمل گرادینے کی گنجائش تو ہے، اور وہ بھی روح پھونکے جانے سے قبل، پانچویں مہینہ میں جب بچہ میں جان آجاتی ہے اس کے بعد حمل گرانا جائز نہیں ہے، سخت گناہ کا کام ہے، حمل اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس لئے معمولی سبب سے اسکے گرانے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ (شامی)

﴿۲۸۸۶﴾ دو تین ماہ کا حمل گرادینا کیسا ہے؟

سوال: یہاں زیادہ تر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سوں کو دو تین بچے ہی ہوتے ہیں، اور جس شخص کے زیادہ بچے ہوں انہیں مکان کرائے پر نہیں ملتا، اور اسے دیکھ کر اس کی مزاق اڑاتے ہیں اور اطباء سے جب دوائی لینے جاتے ہیں اس وقت اطباء بھی اول بچوں کے

متعلق دریافت کرتے ہیں، اور آپریشن کروانے کا مشورہ دیتے ہیں، اور ولادت کے وقت بھی اسپتال میں اول آپریشن کا ہی مشورہ دیا جاتا ہے اور ولادت کے وقت اسپتال میں آپریشن کا کہہ کر مریض کی دستخط لے لی جاتی ہے تو کیا ایسی مجبوری میں آپریشن کروا لینا چاہئے؟

عورتوں کو دو تین ماہ کا حمل ہوتا ہے تو دوائی کھا کر گرا دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ دو تین ماہ کا حمل ہے گرا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور گناہ بھی نہیں ہے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ اور ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ حمل ٹھہرنے سے شوہر ناراض ہو یا غصہ کرتا رہتا ہو تو عورت کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... غلط قانون اور برے ماحول کے اثر سے شریعت کے حکم کو چھوڑنا نہیں چاہئے، سوال میں مذکورہ وجوہات کے سبب برتھ کنٹرول کروانا جائز نہیں ہے، گناہ ہے، اور یہ کہنا کہ دو تین ماہ کا حمل گرا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس طرح کہنا صحیح نہیں ہے، اللہ کی بارگاہ میں جب حاضری ہوگی اور اس وقت پکڑ ہوگی تب سمجھ میں آ جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۸۷﴾ ولادت میں ہونے والی پریشانی کے سبب آپریشن کروانا

سوال: ایک عورت اب تک تین بچے ہو چکے ہیں، ہر مرتبہ اسے ولادت کے وقت بہت تکلیف ہوئی، طبیب اور نرس بھی عاجز آ گئے، اب یہ چوتھا موقعہ آیا ہے، ابھی تین چار مہینے باقی ہیں، لیکن ابھی سے تکلیف شروع ہو چکی ہے، اس حالت میں یہ عورت برتھ کنٹرول کا آپریشن کروا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... رحم دانی کا آپریشن کروانا صحیح نہیں ہے، اور جائز بھی نہیں ہے، البتہ آپ کی تکلیف دیکھتے ہوئے مجبوری سمجھ کر اتنی گنجائش ہے کہ آپ مانع حمل دوائی یا انجکشن یا آلہ وغیرہ استعمال کرسکتی ہیں جس سے وقتی طور پر حمل نہ ٹھہرے، یا شروع دنوں میں ہی ختم ہوجائے، مستقبل میں جب عورت میں قوت آجائے اور وہ حمل کی تکلیف برداشت کرنے لائق ہوجاوے تو وہ دوائی وغیرہ بند کردی جائے تاکہ دوبارہ حمل ٹھہر سکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دائمی طور پر حمل نہ رہے اسکا آپریشن کروانا اسلامی نقطہ نظر سے جائز نہیں ہے، اور ایسا کرنا شیطان کی فرمانبرداری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۸۸﴾ بچوں کی تعلیم کا انتظام نہ ہونے کے سبب فیملی پلاننگ کا آپریشن کروانا

سوال: ایک شخص کے چار پانچ بچے ہیں، یہاں بچوں کی دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے، مدرسہ اور مسجد نہیں ہے، اس لئے گھر میں تعلیم دینی پڑتی ہے، ہر سال بچوں کی تعداد بڑھتی رہتی ہے تو ان کی تعلیم کا مسئلہ اور زیادہ اہمیت کا حامل بن جاتا ہے، اور انہیں انڈیا تعلیم کے لئے بھیجنا پڑتا ہے، یا یہاں پر جہاں تعلیم کا نظم ہے وہاں رہنا پڑتا ہے، اور وہاں رہنے کی صورت میں کام کی جگہ بہت دور پڑتی ہے اور کرایہ زیادہ دینا پڑتا ہے، تو ان حالات میں فیملی پلاننگ کا آپریشن کروانا کیسا ہے؟ کیا اس مجبوری میں آپریشن کروانے سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ پریشانی یا زیادہ خرچ کی تکلیف سے بچنے کے لئے فیملی پلاننگ کا آپریشن کروانا جائز نہیں ہے، حرام ہے، اور ایسا کرنا تغییر خلق اللہ میں داخل ہے، اس لئے ایسے فعل سے بچنا چاہیئے، شیطان کا ہماری آنکھوں پر لگایا ہوا

عینک جب ہٹے گا اور تقوی اور دین کی سمجھ حاصل ہوگی اس وقت سمجھ میں آئے گا۔

﴿۲۸۸۹﴾ ضرورت کی وجہ عارضی مانع تدبیر استعمال کرنا جائز ہے

سوال: یک عورت جس کو یہ Multiple Sclerosis اور Anemia بیماریاں ہیں۔اس کی عمر ۳۳ر سال کی ہے۔اوراس کے چار بچے بھی ہیں۔Anemia کی بیماری کے لئے پچھلے سال سے Iron Tablets لے رہی ہے، اوراب سے ہر دو ماہ (بقیہ زندگی کے لئے)Injection بھی لگوانے ہیں۔

Anemia کے بارے میں بھی ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ وہ عورت کبھی حاملہ نہ ہو۔صرف صحت کا نہیں بلکہ جان کو بھی خطرہ ہےاور بچہ کے بجائے خود دیکھ بھال کی محتاج ہو جائے گی۔

حمل نہ ٹھہرے اس لئے اس عورت نے دوطریقے استعمال کئے ہیں:

(۱)Coil جس کو پھر سے نکالنا پڑے anemia کی وجہ سے کیونکہ حیض کا خون بہت بڑھ جاتا ہے۔(۲)Pill.اس کو بھی بند کرنا پڑا کیونکہ

M .S. Nerrnsy system پر اثر کرتا ہے۔(۳) فی الحال Condom استعمال کرتی ہے لیکن ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ کوئی اطمینان والا طریقہ نہیں ہے۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ Sterlization سب سے آسان اور بہتر طریقہ ہے کہ حمل نہ ٹھہرے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر عورت نے Sterlization کرایا تو عورت کو گناہ ہوگا یا نہیں؟ شوہر یہ بھی کہتا ہے کہ عورت ویسے بھی تکلیف میں ہے تو وہ خود نس بندی کرالے۔تو شوہر اس حالت میں نس بندی کراسکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً ......عورت اگر بیمار ہو اور بیماری کی وجہ سے حمل ٹھہرنا اس کے لئے نقصان دہ

ہوتو جب تک صحت وقوت نہ آجائے وہاں تک عارضی طور ہر ایسے طریقوں کو استعمال کرنا جس کی وجہ سے حمل نہ ٹہرے تو اس کی گنجائش ہے۔اور اس میں گناہ نہیں ہوگا۔اس لئے سوال میں بتائی گئی صورت اختیار کرنا کہ جس میں اللہ کی پیدا کی ہوئی جسمانی اعضاء میں تخلیقی حیثیت ختم ہوجائے جس میں نس بندی یا رحم کا نکالنا ہے،**شیطانی تابعداری ہے اور منع ہے۔صحت و بیماری بھی اللہ کی طرف سے ملتی رہتی ہے۔اس کے حکم کے خلاف ورزی کرنے سے اس زندگی میں کچھ راحت ملے گی تو آخرت کی تکلیف بہت سخت ہوگی۔ اس سے چھٹکارہ کا وہاں کوئی راستہ نہیں ہوگا۔ فقظ واللہ اعلم**

مایتعلق بالشھور

﴿۲۸۹۰﴾ شھور کے اسماء کی وجہ تسمیہ

سوال: عربی کا پہلا مہینہ محرم ہے اور آخری مہینہ ذی الحجہ ہے، اب مجھے پوچھنا یہ ہے کہ محرم کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ اس کی ابتداء کس طرح ہوئی اور اس کی اہمیت کیا ہے، اور اس کے یکے بعد دیگر مہینوں کی اہمیت کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عربی سال کی ابتداء محرم سے ہے اور اس کا آخری مہینہ ذی الحجہ ہے، اور یہ شھور زمانۂ جاہلیت سے انہی ناموں سے مشہور ہیں، اہل عرب مہینوں کے نام موسم وغیرہ کی مناسبت سے رکھتے ہیں، یا کوئی دوسری مناسبت کی بناء پر مثلاً: محرم کا نام محرم اس لئے رکھا ہے کہ اس مہینے میں وہ لوگ لڑائی کرنا، جنگ کرنا حرام سمجھتے تھے اور اسی طرح صفر کے مہینے کا نام صفر اس لئے رکھا گیا کہ اس زمانے میں اصفر نام کا گھاس اُگتا تھا، اور اسی طرح ذی الحجہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اس مہینے میں حج کیا جاتا تھا، ذی القعدہ اس لئے کہ یہ وقت فراغت کا رہتا تھا اور رجب اس لئے کہ اس کا معنی عظمت ہے اس مہینے میں اہل عرب نے ایک خاص قسم کی قربانی اپنے اوپر فرض کر لی تھی اس کی وجہ سے اس مہینے کو عظمت حاصل تھی۔

اسی طرح عرب والے اپنی ضرورت کے مطابق ان مہینوں میں تقدیم وتاخیر کرتے تھے، مثلاً: اگر انہیں جنگ کرنے کی ضرورت محرم میں ہوئی تو اسے دوسرے کسی مہینے کا نام دیدیا جاتا اور دوسرے مہینے کو محرم کا نام دے دیتے تھے اسلام نے ان مہینوں کو باقی رکھا، لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس ﷺ نے مذکورہ تقدیم وتاخیر سے منع فرما دیا اور اس تقدیم

وتاخیر سے جو فرق پیدا ہوا تھا اسے بھی ختم فرما دیا۔ان مہینوں کی مخصوص فضیلتیں بھی ہیں لیکن اسے یہاں بیان کرنے میں طول ہوگا اگر کسی کو ان کی تفصیل معلوم کرنی ہوں تو وہ مولانا عبد الحق محدث دہلویؒ کی کتاب ''ما ثبت بالسنّة فی تعین السَنَة'' کا مطالعہ کرلے۔

﴿۲۸۹۱﴾ اسلامی سال کی ابتداء محرم سے ہی کیوں ہے؟

سوال: جس طرح عیسوی سن کی ابتداء جنوری کے مہینے سے ہے اور اس کا آخری مہینہ دسمبر ہے۔اسی طرح عربی مہینوں کا تعلق ہجری سن کے ساتھ کس طرح ہے؟ میرے خیال سے ہجری کا سن حضور اقدس ﷺ کی ہجرت سے شروع ہوا،لیکن محرم کا مہینہ تو زمانۂ جاہلیت سے ہے اس کا تعلق ہجری کے سن کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......ہجری سن کی ابتداء اس طرح ہوئی ہے کہ ۱۶ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ایک خط پیش کیا گیا جس میں صرف شعبان لکھا ہوا تھا،حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس سے کس طرح سمجھا جائے کہ یہ گذشتہ سال کا شعبان ہے یا اس سال کا شعبان؟ اسی وقت مجلسِ شوریٰ قائم ہوئی اور بڑے بڑے صحابہ جمع ہوئے،اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا گیا اکثر صحابہؓ نے یہ رائے دی کہ اس میں فارسیوں کی اقتداء کی جائے،اس وجہ سے ہرمزان جو ''خوجستان'' کا بادشاہ تھا اور اسلام لانے کے بعد مدینہ منورہ میں مقیم تھا اسے بلایا گیا اس نے کہا کہ ہمارے یہاں جو حساب ہے اسے ''روز'' کہتے ہیں، اس میں مہینے اور تاریخ دونوں ہوتے ہیں،اس کے بعد یہ مشورہ ہوا کہ سن کی ابتداء کب سے شمار کی جائے،حضرت علیؓ نے ہجرت سے شمار کرنے کی رائے دی اور تمام لوگ اس پر متفق ہوگئے۔آنحضرت ﷺ نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی تھی اور سال کے دو مہینے اور آٹھ

دن گذر چکے تھے اس وجہ سے سال کی ابتداء ربیع الاول سے ہونی چاہئے تھی لیکن عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا ہے؛ اس لئے دو مہینے آٹھ دن پیچھے ہٹ کر سال کی ابتداء سے ہجری سن قائم کیا گیا، مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الفاروق" ج:۱، ص:۱۴۴

﴿۲۸۹۲﴾ عید خوشی کا دن ہے یا غمی کا؟

سوال: عید کا دن خوشی کا ہے یا غمی کا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... عید کا دن کھانے پینے اور خوشی کا دن ہے، اور یہ حدیث شریف سے ثابت ہے، لیکن یہ خوشی جائز طریقوں سے منائی جائے، ناجائز طریقوں سے خوشی منانا ممنوع ہے، جیسا کہ کئی نادان لوگ عید کے دن ناچ گانا اسی طرح سنیما دیکھ کر خوشی مناتے ہیں۔ یہ سراسر حرام اور قابلِ ملامت ہے۔ عید جیسے فضیلت والے دن میں نیکی اور عبادت کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا، اسی طرح گناہ کا کام کرنے سے اس کی سزا بھی زیادہ ہی ملے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۹۳﴾ محرم وصفر میں نکاح کو منحوس سمجھنا

سوال: کیا کچھ مہینوں میں شادی کرنا نحوست ہے؟ اور کچھ مہینوں میں شادی کرنا مبارک ہے؟ مثلاً: کہا جاتا ہے کہ محرم کے مہینے میں شادی کرنے والے کے والدین کا انتقال ہو جاتا ہے یا عورت دوسری شادی کرتی ہے، محرم یا صفر کے مہینوں میں شادی کرنا مکروہ یا نقصان دہ ہے؟ کیا ان باتوں کا حقیقت سے کوئی واسطہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: مذکورہ خیال صحیح نہیں ہے، اسلام کے خلاف ہے نفع ونقصان، خیر وشر سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے اور اللہ کی جانب سے ہوتا ہے، محرم یا

صفر کے مہینوں میں شادی کرنا مکروہ یا نقصان دہ نہیں ہے، بلکہ ایسے عقیدے کو دور کرنے کے لئے ان دنوں میں شادی کرنا بہتر کہا جائے گا۔

محرم اور صفر کے مہینوں میں ہمارے علم کے مطابق بہت ساری شادیاں ہوئی ہیں۔ برسوں گذر گئے ابھی تک ان کے شوہر مرے نہیں، بلکہ اولاد بھی ہوئی ہے، اور خوش حال زندگی گذار رہے ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال محض ایک وہم ہے۔

﴿۲۸۹۴﴾ ۲۷ رجب کو شب معراج سمجھ کر عبادت کرنا

سوال: ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو شب معراج کی فضیلت سمجھ کر نفل نمازیں پڑھنا، ذکر کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اور روزہ رکھنا وغیرہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور اقدس ﷺ کو معراج تو ہوئی تھی، یہ تو حدیث شریف اور قرآن کریم سے ثابت ہے، لیکن یقینی طور پر مہینہ کی کونسی تاریخ میں ہوئی، اس میں بہت ہی اختلاف ہے؛ اس لئے یقینی طور پر رجب کی ستائیس تاریخ کو شب معراج ماننا صحیح نہیں ہے۔اور ایسے غلط عقیدہ پر یقین رکھ کر اسی وجہ سے عبادت کرنا بھی اچھا نہیں ہے۔

اللہ کی عبادت اور تلاوت مسلمان کو ہر روز کرنی چاہئے اور وہ بھی اخلاص کے ساتھ اور غلط عقیدہ کے بغیر کرنی چاہئے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۹۵﴾ ۲۷؍رجب کو شب معراج منانا

سوال: ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو شب معراج کی فضیلت سمجھ کر تمام رات عبادت کر کے روزہ رکھنا جائز ہے؟ مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی لکھی ہوئی کتاب ''خطبہ'' میں

بتایا گیا ہے کہ ماہِ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو شب معراج کی فضیلت سمجھ کر مذکورہ اعمال کرنا ناجائز ہے۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ۲۷/ رجب کے روزہ کا کوئی خاص ثواب حدیث شریف میں نہیں بتایا گیا ہے، لہٰذا اس دن کا روزہ خاص ثواب کی امید میں نہ رکھیں، دوسرے دنوں میں نفل روزہ کا جو ثواب ملتا ہے اتنا ہی ثواب اس دن بھی ملے گا ایسا سمجھ کر نفل روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت تھانویؒ نے بہشتی زیور میں یا خطبہ میں جو لکھا ہے وہ بالکل درست اور صحیح ہے، آپ قرآن وسنت، معرفت وطریقت کے بحرالعلوم اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۸۹۶﴾ شب برأت کی اہمیت اور اس کی فضیلت

سوال: شب برأت کی فضیلت اور اس کی اہمیت اور اس مبارک دن میں کئے جانے والے اعمال تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: ا......اسلامی شریعت کے عقائد کے مطابق کوئی بھی دن یا رات منحوس نہیں ہے۔ ہر دن اور رات کو خالق نے برابر ہی بنایا ہے لیکن ہر ایک سال کے کچھ دنوں اور راتوں میں ایسی خاص برکت اور نورانیت اور مقبولیت رکھی گئی ہے کہ وہ دیگر شب وایام میں نہیں ہے، اس میں خدائے پاک کی رحیم ذات کا خاص راز ہے کہ غافل اور گنہگار بندے ان مبارک شب وروز میں اللہ کی عبادت اور اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنی نجات کا سامان تیار کرلیں لیکن افسوس ہے کہ ان مبارک ساعتوں سے فائدہ اٹھانے کے بجائے ان کو کھانے پینے اور روشنی، آتش بازی جیسے غلط کاموں میں برباد کر

دیتے ہیں۔

سال کے بارہ مہینوں میں ایک خاص اور بلند مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک شعبان کے مہینہ کا بھی ہے اس مہینے کی بہت سی فضیلت حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں آپ کو اس مہینے میں اتنی کثیر مقدار میں روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ اتنے روزے دوسرے مہینے میں رکھتے نہیں دیکھتا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا (برکتوں والا) مہینہ ہے کہ لوگ اس سے غافل ہیں جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے، یہ ایک ایسا عظمت والا مہینہ ہے کہ اس میں (لوگوں کے) اعمال اللہ جل شانہٗ کی جانب آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں؛ اس لئے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں اٹھائے جائیں کہ میں روزہ کے ساتھ ہوں۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں اس مہینے کی اہمیت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں بیان کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سال جس کا انتقال اللہ کو منظور ہو ان کے اسماء اس مہینہ میں لکھے جاتے ہیں؛ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میرے انتقال کا حکم ایسی حالت میں ہو کہ میں روزہ کے ساتھ ہوں۔ (ترغیب ص:۲۴۱)

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے یہاں نیا سال رمضان سے شروع ہوتا ہے اور شعبان آخری مہینہ ہے، اسی بناء پر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پورے سال کا حساب کتاب اور احکام شعبان میں پیش کئے جاتے ہیں، اور انہیں وجوہات کی بناء پر حضور ﷺ اس مہینہ میں بکثرت روزہ رکھتے تھے، اس مہینہ کی پندرہویں تاریخ اور اس کی رات کو بڑی فضیلت حاصل ہے، اس رات کو شبِ برأت یعنی چھٹکارے کی رات کہا جاتا ہے، آئندہ سال کون

مرے گا، کون حج کرے گا، وغیرہ وغیرہ امور کی خبر واطلاع فرشتوں کو اسی رات میں دی جاتی ہے اور کسی بھی قسم کی کمی اور زیادتی کے بغیر اسی اطلاع کے مطابق پورے سال عمل ہوتا ہے۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)۔

ابن ماجہ میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ کی خوب عبادت کرو اور اس دن کو روزہ رکھو، اس لئے کہ اس رات اللہ تعالیٰ سورج کے غروب ہونے کے بعد اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں؟ ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اسے روزی دوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت دور کروں؟ خلاصہ یہ ہے کہ رات سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ مانگا جاتا ہے وہ بندہ کو ضرور دیا جاتا ہے؛ اس لئے اس رات کو خوب عبادت ودعا کے ساتھ گذارنا چاہئے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آج پندرہویں شعبان کی رات ہے، اس رات میں اللہ تعالیٰ قبیلہ بنی کلب کی بکریوں اور دنبوں کے بالوں کی مقدار مؤمنوں کو آگ سے خلاصی عطا فرماتے ہیں، لیکن کچھ ایسے بدنصیب بھی ہیں جو اس رات رحمت ومغفرت سے محروم رہتے ہیں ان میں سے:-

(۱) اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنے والا (مشرک)

(۲) لوگوں سے کینہ رکھنے والا۔

(۳) اپنے رشتہ داروں کے ساتھ برائی سے پیش آنے والا۔

(۴) اپنی ازار، لنگی اور پینٹ کو (تکبر اور فیشن کی بناء پر) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

(۵) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔

(۶) شراب میں ہمیشہ مست رہنے والا،

اور ایک حدیث میں ہے

(۷) قتل کرنے والا۔

(۸) بدعتی، جوا کھیلنے والا، نیز ظالم .....کو بھی شمار کیا گیا ہے۔

آج ہم اپنے معاشرہ کو دیکھیں تو کوئی نہ کوئی ان گناہوں میں ضرور ملوّث ملے گا اور انہیں گناہوں کی وجہ سے ایسی عظمت والی رات کی برکت سے محروم رہتے ہیں؛ اس لئے سچّے دل سے توبہ کر کے اللہ کے پاس مغفرت چاہیں گے، اور مستقبل میں ان گناہوں سے بچنے کا پکا ارادہ کریں گے، تو ایسے گنہگاروں کو بھی اللہ معاف کر کے اپنی رحمت سے محروم نہ کرے گا، دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک رات حضور ﷺ کی رات گذارنے کی باری میرے یہاں تھی، نصف رات میں مَیں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے بستر پر نہ تھے، تو دوسری عورتوں کی طرح مجھے یہ وہم ہوا، تو میں اپنی چادر اوڑھ کر دوسری بیویوں کے یہاں آپ ﷺ کو تلاش کرنے گئی لیکن آپ وہاں نہ تھے، اور میں واپس آئی تو میں نے اپنے کمرہ میں دیکھا تو آپ ﷺ سجدہ میں دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! میرے خیالات اور اپنے دل نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ پر میرا دل ایمان لایا بس! یہ میرا ہاتھ ہے جس سے میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اے بزرگی والے خدا! میرے گناہوں کو بخش دے وغیرہ۔

ترمذی شریف اور احادیث کی دوسری معتبر کتابوں میں بھی اس رات کا ایک عمل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ:

ایک رات میں نے حضور ﷺ کو اپنے یہاں نہ پایا تو میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے نکلی تو

آپ ﷺ جنت البقیع میں تھے تو آپ ﷺ نے مجھے کہا کہ کیا تمہیں اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا کہ جس کی وجہ سے تم وہم میں پڑ کر مجھے تلاش کرنے آئی، میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے ایسا گمان کیا کہ آپ شاید دوسری بیویوں کے پاس گئے ہوں گے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

شعبان کی پندرہویں تاریخ کی رات میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت آسمانِ دنیا پر نازل فرماتے ہیں اور قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ (ج:۱،ص:۹۲) دوسری ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ جنت البقیع میں مرحومین کے لئے مغفرت کی دعا کر رہے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں اپنی استعداد اور طاقت کے مطابق نماز، تسبیح، تلاوت اور دعا وغیرہ عبادات کرنی چاہئے، قبرستان جا کر مرحومین کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے، اور دن میں روزہ رکھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، اس کے مطابق عمل کر کے حضور ﷺ کی اتباع کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ دوسرے غلط رسم ورواج مشہور ہو گئے ہیں ان کو ترک کرنا چاہئے، اسی طرح کچھ کتابوں میں جو خاص طریقہ سے نماز لکھی گئی ہے اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، اور اسی طرح روشنی کرنا اور چراغ وغیرہ جلانا، حلوہ پکانا، پٹاکھے پھوڑنا وغیرہ جو رواج ہیں وہ کسی بھی حدیثِ صحیح یا ضعیف یا موضوع سے بھی ثابت نہیں ہیں، اور ہندوستان کے علاوہ مکہ یا مدینہ شریف یا دوسرے عرب ممالک میں بھی دستور نہیں ہے بلکہ میری معلومات کے مطابق ہندوؤں کی دیوالی کو دیکھ کر مسلمانوں نے ان رواجوں کو اختیار کرلیا ہے۔

سیاسیات

﴿۲۸۹۷﴾ خلاف راشدہ کے لئے کوشش کرنا

سوال: جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مجھے بتایا گیا ہے کہ خلافت کے لئے کام کرنا ایک جماعت کے ساتھ ہر ایک مسلمان پر فرض عین ہے۔ (جس کی دلیل میں ایک پرچہ اور ایک کتابچہ بھیج رہا ہوں)۔

جناب سے گذارش کرتا ہوں کہ اس سوال کا جواب قرآن مجید اور سنت کے حوالہ سے دیں۔ جناب کی سہولت کے لئے ایک واپسی کا لفافہ بھی بھیج رہا ہوں۔ جناب سے امید کرتا ہوں کہ آپ اس سوال کا جواب جلد از جلد دیں گے۔ والسلام۔ خدا حافظ

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مسلمانوں کے لئے ایک امیر المؤمنین ہو اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق کام کرے، یہ ضروری ہے۔ مگر آج کل یہ حالات ہم مسلمانوں کی نااہلی اور دنیا پرستی کی وجہ سے محرومی کا شکار ہیں۔ آپ نے جو پرچہ اور کتابچہ بھیجا اس میں سب دلیلیں ہیں جس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ غیر مسلموں کی حکومت ہے وہاں یہ احکام نہیں ہیں۔ واللہ اعلم

﴿۲۸۹۸﴾ سیاست میں لگنا کیسا ہے؟

سوال: سیاست شریعت کی رو سے کیسی ہے؟ سیاست میں پڑنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر جواب عدمِ جواز کا ہو تو جو اس میں مبتلا ہیں وہ کس طرح اپنے آپ کو اس سے دور رکھیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شیخ سعدیؒ نے ایک شعر میں کہا ہے کہ: ع

در سمندر فوائدِ بے شمار است　　　گر سلامتی خواہی بر کنار است

ترجمہ: دریا میں موتی وغیرہ کے فوائد تو بے شمار ہیں لیکن اگر سلامتی چاہتا ہے تو وہ کنارے ہی پر ہے۔

سیاسی امور میں پڑنا ممنوع نہیں ہے لیکن ہم جسے سیاست کہتے ہیں وہ تو رشوت خوری، دھوکہ بازی اور بہتان تراشی کا دوسرا نام ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۸۹۹﴾ انتخابات میں کھڑے ہونے والے امیدوار کی صفات اور انہیں ووٹ دینا

سوال: ہمارے ملک ہندوستان میں جمہوریت ہے؛ اس لئے عوام کی جانب سے کی گئی کثرتِ ووٹنگ کی بناء پر جو لوگ برسر اقتدار آتے ہیں وہ لوگ اپنی مرضی سے قاعدہ وقوانین گھڑ کر عوام پر اس کا استعمال کرتے اور کرواتے رہتے ہیں اور یہ بات آپ کے علم تو ضرور ہوگی، اور اس کا احساس تمام بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کو ہے ہی اور اس سے زیادہ یہ کہ عوام پر ظلم وزیادتی اور برداشت سے باہر ٹیکس وغیرہ، نیز بعض اوقات اسلامی نسک میں دخل اندازی اور بلا وجہ کی رکاوٹیں کھڑی کر کے عوام کو پریشانی اور مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں، اور اس کے جواب دہ حضرات سب ملے ہوئے ہونے کی وجہ سے عوام کو بے حد مہنگائی اور مالی اعتبار سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے اور محتاجگی کی وجہ سے گناہ والے کاموں کی طرف مائل ہوتے ہیں، صاحبِ اقتدار عوام کو اندھیرے میں رکھ کر دوسروں پر اس کا بوجھ ڈالتے ہیں، عوام خود اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتی تو دوسروں کے بوجھ کو کس طرح اٹھائے گی، ان چیزوں کو سامنے رکھ کر درج ذیل سوالات کے جوابات شریعت کے مطابق عنایت فرمائیں تو بڑا اکرم ہوگا۔

(۱) انتخابات کے وقت مذہبی تفریق نہ رکھنے والے شخص کو اپنے اوپر حکومت کرنے کے لئے منتخب کرتے ہوئے ووٹ دینا کیسا ہے؟

(۲) ایسے انتخابات میں اگر کوئی ووٹ دینے کے لئے حصہ نہ لے اور دوسروں کو بھی حصہ نہ لینے کی ترغیب دے تو ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) ایسے انتخابات میں حصّہ لینے والے غیر قومی یا قومی شخص کو منتخب کیا جائے اور اس کے ذریعے مذکورہ سوال میں تحریر کردہ ناانصافی کے کام یا ظلم جان کر یا انجانے میں ہو جائے تو اس شخص کو ووٹ دینے والے حضرات بھی اس گناہ کے کام میں اس کے معاون شمار ہونگے یا نہیں؟

(۴) ظلم کو اپنی مرضی یا ناراضگی سے برداشت کرنے والے مظلوم شمار ہوں گے یا نہیں؟

(۵) ایسے مظلوم ظالم کے لئے مظلومیت کی حیثیت سے بددعا یا دعا کریں تو وہ مظلوم شمار ہوں گے یا نہیں؟ جب کہ خود مظلوم ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

(٦) انتخابات میں حصہ لینے والے اشخاص طرح طرح کی لالچ دیتے ہیں اور وعدے کرتے ہیں، نیز تجربہ یہ ہے کہ وہ ان کو پورا نہیں کرتے تو ایسے دروغ گو اشخاص کو منتخب کرنا اور کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۷) منتخب کرنے والوں کے سربراہ بھی انتخابات کے امیدواروں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور رشوت لیتے ہیں یہاں تک کہ بڑی بڑی رقوم کے وعدے گاؤں کی ضروریات کے کاموں کے لئے کرواتے ہیں یا پھر نقد حاصل کرتے ہیں، اور اس کے بدلے میں اسے منتخب کر کے لانے کا وعدہ کرتے ہیں تو اس طرح لالچ دے کر ناجائز فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟

(۸) اس طرح رشوت لینے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور اس طرح لی ہوئی رقم سے کام کیا ہو یا کرنا ہو تو ایسی رقم استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

(۹) انتخابات میں جیت کر آنے والے حضرات برے کام کرنے والے مجرموں کے سامنے کچھ بھی نہیں کہتے یا کسی بھی مذہب کے خلاف کوئی کام ہوتا ہو تو اس کے خلاف بھی آواز نہیں اٹھاتے؛ ان تمام معاملات میں آواز اٹھانا ان کی ذمہ داری ہے، اور آواز نہ اٹھانے میں اپنا اور اپنی پارٹی کا فائدہ سمجھتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو منتخب کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سوال میں مذکورہ تفصیل کے جواب سے قبل درج ذیل وضاحت کا اور انتخاب کی شرعی حیثیت کا سمجھنا ضروری ہے۔

حق انتخابات کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ شخص قوم کی بھلائی اور ہمدردی اسی طرح ترقی کے طریقوں کو جاننے والا ہے اور یہ شخص اپنی صفات اور خاصیتوں کی وجہ سے حاکم یا مرکز کے سامنے ہماری باتوں اور ضروریات کو پیش کرسکتا ہے اور اس کا یہ پیش کرنا ہماری جانب سے ہوگا یعنی یہ شخص ہماری جانب سے وکیل ہے۔اسی طرح ووٹ دینا یہ گواہی دینا ہے کہ مذکورہ شخص میں مذکورہ بالا اوصاف موجود ہیں اور یہ شخص پارلیمینٹ اور صوبائی حکومت اور نشست کا حقدار ہے اور اس میں اس کی صلاحیت موجود ہے۔

اب شریعت کی جانب سے مذکورہ بالا اوصاف کے مطابق ووٹ لینے والے اور دینے والے کے اوپر الگ الگ جواب دہی اور ذمہ داری ہے، امیدوار یا ووٹ لینے والے کے لئے ضروری یہ ہے کہ لوگوں کی خوشامد اور چاپلوسی نہ کرے، اپنے آپ کو لالچ یا غلط دباؤ کے ذریعے لوگوں کا وکیل یا لیڈر نہ بنائیں، حقیقت میں جس امیدوار میں صلاحیت ہو اسی کو ووٹ دیں اور امیدواروں میں باصلاحیت کوئی نہ ہو تو ووٹ نہ دیں، صلاحیت کے لئے درج ذیل تفصیل کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) مذہبی ہمدردی رکھنے والا نیک دین دار ہو، اور اگر غیر قوم کا ہو تو اسلام یا مسلمانوں کے

ساتھ اس کی دشمنی مشہور نہ ہو۔

(۲) قوم کی ہمدردی اور حالت کو سمجھتا ہو اور سمجھدار خیر خواہ ہو۔ (معارف القرآن پ:۳، ص:۲۷ میں ووٹ کی تین حیثیتیں (۱) شہادت (۲) سفارش (۳) وکالت۔ بیان کر کے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے اور لوگوں کو بھی اس سے واقف کیا جائے۔

(۳) اپنی رائے اور خیالات کو آزادی کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ سکتا ہو۔

(۴) عوام کے لئے بھلائی کے کام کرنے کا شوق رکھتا ہو۔

(۵) ظلم اور لالچ وغیرہ برائیوں سے دور ہو۔

اب اگر مذکورہ بالا اوصاف کو دیکھے بغیر یا یہ کہ امیدوار میں یہ اوصاف نہ ہوں اور اس کا انتخاب کریں تو جھوٹی شہادت دینے کا گناہ ہوگا اور اگر روپے لے کر ووٹ دیا ہے (انتخاب کیا ہے) تو رشوت لینے کا بھی گناہ ہوگا۔ (فتاویٰ دارالعلوم) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۰۰﴾ ووٹ کی شرعی حیثیت

سوال: صوبہ گجرات کے مقامی الیکشن میں مسلم برادری کے ووٹروں نے بی جے پی پارٹی کو ووٹ دیا ہے، جب کہ کانگریس اور دوسری پارٹیوں میں جن مسلمانوں نے ووٹ دیا ہے وہ مسلمان بھاجپا کو ووٹ دینے والے مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تم اسلام سے خارج ہو گئے تم کو دو بارہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے کلمہ پڑھنا پڑے گا اور ساتھ میں ذلیل بھی کرتے ہیں۔ تو کیا کانگریس کے علاوہ دوسری پارٹیوں کو ووٹ دینے سے اسلام منع کرتا ہے حالانکہ تمام امیدوار دوسری مذہب کے یعنی ہندو تھے، ہم لوگ دوسری پارٹیوں کے آدمیوں کو اچھی طرح

پہچانتے ہیں اور اخیری دس سال سے برابر آزمار ہے ہیں کہ کون اچھے برے وقت میں ساتھ دیتا ہے جب کہ کانگریس کو اخیری پچاس سال سے آزمار ہے ہیں انہوں نے آج تک بے اطمینانی، رشوت خوری اور مسلم سماج کو دوسری اقوام کے ساتھ لڑانے، شراب کے اڈے، جوا جیسے دوسرے کاموں کو خوب ترقی دی ہے وہ اقوام کے لوگوں کو برے بنانے میں ماہر ہیں، تو آپ حضرت سے درخواست ہے کہ قرآن پاک کی روشنی میں بی جے پی کے نمائندوں کو ووٹ دے سکتے ہیں یا نہیں اس کا جواب دیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ہندوستان کی لوگ سبھا، راج سبھا یا مقامی وِدھان سبھا کے الیکشن میں بی جے پی کو ووٹ دینا یا کانگریس کی کسی دوسری پارٹی یا نمائندہ کو ووٹ دینا یہ ووٹ دینے والے کی اپنی رائے پر موقوف ہے، ووٹ دہی کا اختیار استعمال کرنا چاہئے مگر اس کے لئے شریعت ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے وہ سب سے پہلے جاننا چاہئے اسکے علم کے بعد آپ خود ہی فیصلہ کر لینگے کہ جنہوں نے کانگریس کو ووٹ دیا ہے وہ یا جنہوں نے بی جے پی یا کسی دوسری پارٹی کو ووٹ دیا ہے وہ گنہگار ہیں یا نہیں؟

دین کو جو لوگ صرف عقائد، نماز اور روزہ تک ہی محدود رکھتے ہیں اور رزق، تجارت اور سیاست کو دین سے باہر سمجھتے ہیں اصل میں وہی صحیح نہیں ہیں۔ اسلام ایک مکمل عالی مذہب ہے قرآن پاک اور حدیث شریف میں ہر چیز کے لئے رہنمائی موجود ہے جس کو ہم اپنے دنیوی مفاد کے لئے دیکھتے نہیں ہیں، حضور اقدس ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود اہم مقامات مثلاً جنگ بدر، جنگ احد، اذان کا اجراء وغیرہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان کی رائے دریافت کرتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت یعنی اسلامی سیاست کے لئے کس کو مقرر کیا جائے اس کے لئے چھ نام

دئے تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے لوگوں کی رائے معلوم کر کے حضرت عثمانؓ کو خلیفۃ المسلمین یا امیر المؤمنین کا تعین کیا تھا اس سے تو آپ ناواقف نہیں ہونگے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے ووٹ کی مندرجہ ذیل تین حیثیتیں ہیں (۱) شہادت (۲) سفارش (۳) وکالت، اور ان تینوں کو قرآن پاک اور حدیث شریف میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔

(۱) پہلی حیثیت شہادت یعنی ووٹ دینے والا جس کو ووٹ دے رہا ہے وہ اس کے لئے گواہی دے رہا ہے کہ یہ نمائندہ یا پارٹی حکومتی کام کرنے کی مکمل اہلیت رکھتی ہے اب اگر وہ واقعی میں اہلیت رکھتی ہے تو نورٌ علی نور وہ شہادت ادا کرنے میں راست باز ہے اور اگر خدا نخواستہ نہیں ہے تو یہ شہادت جھوٹی ہے اور جس کی وجہ سے وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے جھوٹی شہادت کو شرک کے ساتھ کبیرہ گناہ میں سے شمار کرایا ہے۔

(۲) دوسری حیثیت سفارش یعنی ووٹ دینے والا ووٹ دے کر سفارش کرتا ہے کہ یہ نمائندہ یا پارٹی حکومت کرنے کی حقدار ہے تو اب ایسی سفارش کے لئے قرآن کیا کہتا ہے وہ دیکھنا چاہئے، سورۂ نساء کی آیت نمبر: ۸۵ کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بری سفارش کرتا ہے تو اس کی برائی میں اسکا بھی حصہ لگتا ہے، اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے جو خلق خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے اور بری سفارش یہ ہے کہ نا اہل، نالائق فاسق، ظالم کی سفارش کر کے اس کو خلق خدا پر مسلط کرے اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے پانچ سالہ دور میں جو نیک یا بدعمل کریگا ہم بھی اسکے شریک سمجھے جائیں گے۔

(۳) اب باقی تیسری حیثیت وکالت یعنی آپکا نمائندہ ہونا یعنی حکومت اور ملک نے ہمیں اختیار دیا ہے کہ حکومت چلانے کے لئے اور قوم کے کام کرنے کے لئے آپ اپنا نمائندہ یا وکیل منتخب کیجئے اس لئے ہم نے اس آدمی یا پارٹی کو اپنا نمائندہ بنایا ہے تو اب یہ آدمی حکومت یا ملک کو جو فائدہ پہنچائے گا یا نقصان کرے گا ہمارا نمائندہ اور وکیل ہونے کی وجہ سے ثواب یا گناہ میں ہم بھی شریک ہونگے۔

مذکورہ بالا شرعی تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے پہلے تو نمائندہ میں اور ہندوستان میں اصل اعتبار پارٹی کا ہوتا ہے اس لئے پارٹی میں غور کرنا چاہئے کہ پارٹی کے اصول وضوابط اور پارٹی کے ماضی کے کارنامے سامنے رکھ کر ووٹنگ کرنی چاہئے اگر اس رہنمائی کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اپنی صواب دید یا ضابطے کو سامنے رکھ کر ووٹنگ کی جائے تو شرعاً گنہگار ہونگے اور اللہ کے سامنے بھی جواب دینا پڑیگا جو ہر انسان کے قلبی حالات کو ہم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ رائے دینے والوں پر فرض ہے کہ وہ اس شخص کو رائے دیں جو نیک اور سمجھدار اور ملک وقوم کا خیر خواہ ہو۔ روپیہ لے کر غیر مستحق کو رائے دینا حرام اور ملک وقوم کی خیانت و غداری ہے۔ (کفایت المفتی: ۳۷۵/۹)

حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ جواہر الفقہ میں لکھتے ہیں کہ جس حلقہ میں چند امیدوار کھڑے ہوں اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابل ترجیح ہے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلاء کرنا ہے اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے محض رسمی مروت یا

کسی طمع یا خوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے (۲۹۸/۲) آگے صفحہ ۳۰۰ پر خلاصہ تحریر فرماتے ہیں کہ انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے جسکا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام ہے اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام ہے اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ (۳۰۰/۲)

جن مسلمانوں نے بی جے پی کو ووٹ دیا ہے ان کے لئے ایسا کہنا کہ آپ اسلام سے خارج ہو گئے پھر سے کلمہ پڑھنا پڑے گا، یہ اسلامی تعلیم کے بالکل خلاف اور غلط الزام لگانا ہے لہذا ایسا کہنے والے شرعی نقطہ نظر سے گنہگار ہیں انکو توبہ کرنی چاہئے چھوٹی چھوٹی باتوں میں کفر یا اختتام ایمان کا حکم لگانا اسلام میں بہت ہی خطرناک شمار کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ **الکفر کله ملة واحدة** یعنی تمام غیر اسلامی پارٹیاں یکساں ہی ہیں اسلام کے لئے کس کو محبت ہو سکتی ہے اس لئے کوئی پارٹی مسلمانوں کی مکمل موافقت کرے گی یہ بہت مشکل ہے ایسی حالت میں شریعت نے ایک دوسرا اصول بتایا ہے **من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما** یعنی جو دو مصیبتوں میں مبتلاء ہو جائے تو کم مصیبت والے کام کو اختیا کرے یعنی ایک طرف سانپ ہو اور دوسری طرف بچھو ہو تو بچھو کو پسند کرے کم سے کم جان تو بچ جائے گی تو اس وقت اس پر عمل کرنا چاہئے۔

حضرت اقدس مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ اس جمہوری ملک میں ووٹ اسلام اور کفر کی بنیاد پر نہیں دئے جاتے اور نہ ہی اس بنیاد پر الیکشن لڑے جاتے ہیں جس شخص کے متعلق یہ توقع ہو کہ وہ صحیح خدمت کرے گا نفع پہنچائے گا، حقوق دلوائے گا، ظلم کو روکے گا اس کو ووٹ دیا جائے، جس پارٹی کے متعلق یہ توقع ہو اس پارٹی کو ووٹ دیا جائے۔

﴿۲۹۰۱﴾ حَکَم کو معزول کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: دو جماعتوں (پارٹیوں) کے مابین ایک بات پر جھگڑا ہوا دونوں پارٹیوں نے جھگڑا حل کرنے کے لئے ایک شخص کو حَکَم بنایا اب حکم دونوں پارٹیوں کی بات سنے اور اپنا فیصلہ سنائے اس سے پہلے ہی ایک پارٹی نے اس حکم کو بلا وجہ معزول کر دیا اور حکم کو زبانی اور تحریری اطلاع بھی دیدی کہ ہم نے آپ کو حَکَم سے معزول کر دیا ہے اور ہم تمہارا فیصلہ قبول نہیں کریں گے اور اس تحریر کے ذریعہ اطلاع کے بعد اگر آپ کوئی فیصلہ دیں گے تو ہم اس کے پابند نہیں ہوں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ حَکَم متعین کرنے کے بعد فریقین کی باتوں کو سننے اور فیصلہ دینے سے پہلے حَکَم کو بلا کسی عذر کے معزول کر دیں تو وہ شخص عہدۂ حکم سے شرعاً معزول ہو جائے گا یا نہیں؟ اور معزول کرنے کے بعد دیا ہوا فیصلہ کی معزول کرنے والی پارٹی پابند رہے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حَکَم کے طور پر کسی انسان کو مقرر کرنے کے بعد فیصلہ دینے سے پہلے دو پارٹیوں میں سے ایک پارٹی اس کو عہدۂ حَکَم سے معزول کرنا چاہے اور اسے معزول کرنے کی اطلاع بھی دیدے تو اس کا عہدۂ حَکَم اور فیصلہ لائق عمل نہیں رہے گا۔ (نامی- تحکیم ص: ۳۴۸)

﴿۲۹۰۲﴾ مسلمانوں کے جھگڑوں کا حل کس طرح کیا جائے؟

سوال: کیا مسلمانوں کے لئے شرعاً واجب وضروری ہے کہ وہ اپنے جھگڑوں کا حل کسی مسلمان کو حَکَم بنا کر اسی کے ذریعہ حل کرائیں یا اپنے جھگڑوں کے حل کرانے اور انصاف

حاصل کرنے کے لئے کورٹ کا سہارا لینا بھی شرعاً جائز ہے؟ مسلمانوں کے لئے اگر کورٹ کے ذریعہ اپنے جھگڑوں کو حل کرنا اور انصاف حاصل کرنا جائز نہ ہو تو پھر کورٹ میں لے جانے والا مسلمان شرعاً فاسق، فاجر اور کافر کہلائے گا یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسلمانوں کو اپنے جھگڑوں کا حل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کے مطابق کروانا چاہیے، اس کے لئے باہمی رضامندی سے کوئی شرعی پنچایت یا قاضی مقرر کر سکتے ہیں، لیکن مجبوری یا کسی اور وجہ سے سرکاری کورٹ کا سہارا لے کر فیصلہ کرانا (انصاف حاصل کرنا) بھی ممنوع نہیں ہے لیکن فیصلہ اسلامی حُکم کے مطابق ہونا چاہیے اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔ (شامی ج:۴،ص:۴۳۷)

﴿۲۹۰۳﴾ دارالحرب کی تعریف و تفصیل؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیان شرع متین مذکورہ مسئلہ میں کہ دارالحرب کسے کہتے ہیں؟ اور کسی ملک کے دارالحرب بننے کی مکمل شرط کیا ہے؟ کیا دار الحرب میں سود لینا اور دینا جائز ہے؟ اگر کسی نے دارالحرب میں سودی کاروبار کیا ہو تو سود سے کمائی ہوئی آمدنی کا کیا کریں؟ مہربانی فرما کر مع حوالہ صحیح جواب دے کر ہماری پریشانیوں کو دور فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... عربی لغت میں مشرکوں کے مُلک کو دارالحرب کہا جاتا ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں دارالحرب کسے کہتے ہیں اس میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جن جن مشرکوں کے ملک میں تین شرائط پائی جائیں گی تو وہ جگہ دارالحرب شمار ہوگی۔

(۱) اس جگہ کافر اور مشرکوں کے احکام ہی پر کھلم کھلا عمل کیا جاتا ہو، اسلامی احکام پر بالکل عمل نہ ہوتا ہو۔

(۲) اس مشرک ملک کے اطراف وجوار میں بھی تمام ممالک دارالحرب ہوں۔

(۳) کسی ملک میں اول کوئی مسلمان یا ذمی رہتے تھے اب وہ امن سے وہاں نہ رہ سکتے ہوں۔

اور امام صاحبؒ کے دونوں مشہور شاگرد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف ایک ہی شرط ہے کہ کافروں کے حکم کی علانیہ طور پر پیروی ہوتی ہو جیسا کہ عالمگیری اور درمختار میں ہے کہ:

اعلم أن دار الحرب تصير دار الإسلام بشرط واحد وهو إظهار حكم الإسلام فيها۔ قال محمد رحمه الله تعالىٰ في الزيادات إنما تصير دار الإسلام دار الحرب عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ بشروط ثلثة: أحدها: إجراء أحكام الكفار علىٰ سبيل الاشتهار وأن لايحكم فيها بحكم الإسلام، والثاني أن تكون متصلة بدار الحرب لايتخلل بينهما بلد من بلاد الإسلام۔ والثالث: أن لايبقىٰ فيها مؤمن ولا ذمي اٰمنا بأمانه الأول الذي كان ثابتا قبل استيلاء الكفار للمسلم بإسلامه۔ (عالمگیری ج:۲ ص:۲۳۲ وشامی ج:۳، ص:۲۵۳)۔

پھر جب اسلامی احکام کی پیروی شروع ہو جائے اور مسلمان قاضی اسلامی احکام شروع کردے اور جمعہ، عیدین اور قربانی وغیرہ بلا روک ٹوک ادا کی جانے لگے تو اب وہ جگہ دار الاسلام کہی جائے گی۔ (درمختار)

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ: **لو أجريت أحكام المسلمين وأحكام اهل الشرك**

لاتکون دار حرب۔ (شامی ج:۳،ص:۲۵۳)یعنی مسلمان وکفار دونوں کے احکام جاری ہوں تو دارالحرب نہیں کہا جائے گا۔

مندرجہ بالا تفصیل کے پیش نظر فی الحال کسی بھی ملک کے دارالحرب یا دارالاسلام ہونے کا یقینی حکم نہیں لگایا سکتا۔ لہٰذا محققین ایسے ملکوں کو دارالامن کہتے ہیں جس طرح حضور ﷺ کے زمانہ میں ہجرتِ مدینہ سے پہلے حبشہ دارالامن تھا۔

سود کی حرمت قرآن مجید کی قطعی آیات واحادیث سے ثابت ہے اور سود لینے اور دینے پر بہت ہی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں؛ اس لئے امام ابو یوسف، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اکابر ائمہ ہر جگہ سود کا لین دین مسلمانوں کے لئے حرام شمار کرتے ہیں چاہے وہ دارالاسلام ہو یا دارالحرب۔(ہدایہ وفتح القدیر)۔

امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ سے جو منقول ہے **لا ربوٰا بین المسلم والحربي في دار الحرب۔** (الہدایہ ج:۳،ص:۷۰)۔مسلمانوں اور حربیوں کے مابین دارالحرب میں سود نہیں ہے (یعنی حربی کے پاس دارالحرب میں سود لینا جائز ہے) اس میں محققین علماء نے بہت احتمالات بیان کئے ہیں، مثلاً:

(۱) دارالحرب میں کفار ومشرکین کا مال مباح الاصل ہے اس لئے کوئی بھی مال ان کی رضامندی سے لینا جائز ہے، چاہے وہ سود کی شکل میں کیوں نہ ہو۔

(۲) وہ سود شمار ہی نہ ہوگا لیکن اس پر عمل نہ کرنے میں زیادہ احتیاط ہے۔

اس کے باوجود تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہی ہے کہ دارالحرب میں سود دینا یا مسلمانوں کے پاس سے لینا یا دارالاسلام میں ذمی کے پاس سے لینا بالاتفاق ناجائز وحرام ہے صرف دار

الحرب میں کفار کے پاس سے لینے میں ہی مذکورہ مسئلہ میں اختلاف ہے۔

جس کسی انسان نے سودی کاروبار کیا اور سود لیا تو سود اس کے اصل مالک کو واپس لوٹا دینا چاہئے اور اصل مالک کو نہ پہونچا سکے تو غریب محتاج مسلمان کو بغیر ثواب کی نیت کے اور سود کے وبال سے بچنے کی نیت سے دیدینا چاہئے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سود کے مال کا شرعی استعمال)۔

حضرت مفتی اسمٰعیل گوراصاحبؒ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اوپر دارالحرب ہونے کے متعلق جو تفصیل لکھی ہے اس کے اعتبار سے آج کل بہت کم ایسے ملک ہیں جن کو دارالحرب کہہ سکیں اور وہ بھی یقینی طور پر نہیں، اسی لئے امام ابوحنیفہؒ کی جو رائے دار الحرب میں سود کے متعلق منقول ہے وہ فی زماننا غیر اسلامی ملکوں پر منطبق نہیں ہوتی، اسی وجہ سے اس طرح کے ملکوں کے لئے امام صاحبؒ کی رائے کو آڑ بنا کر سود کو جائز کہنا غلط شمار ہوگا۔

﴿۲۹۰۴﴾ اس زمانہ میں بائیکاٹ کا فیصلہ مناسب ہے؟

سوال: ہمارے گاؤں کے بڑے حضرات جب فیصلہ کے لئے بیٹھتے ہیں اور جب کوئی شخص غلط کام کرتا ہے تو اسے سمجھاتے ہیں اس کے باوجود بھی اگر وہ نہ مانے اس وقت اس سے بائیکاٹ کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا کسی کی غلطی کی وجہ سے اس کا بائیکاٹ کر سکتے ہیں اور کن حالات میں کر سکتے ہیں؟ اور کیا بڑے حضرات ایسے (غلط کام کرنے والے) شخص پر دباؤ ڈال سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جو شخص احکام شرع کو نہ مانتا ہو تو حکمت وحسنِ تدبیر اور مفید طریقہ سے اسے سمجھانا چاہئے اگر وہ اس طریقہ اور طرز کو قبول نہ کرے اور کسی دوسرے

طریقہ سے اس کے سدھرنے کی امید ہو تو اس طریقہ سے سدھارنا چاہئے، اور اسی میں سے ایک طریقہ بائیکاٹ کرنا بھی ہے، لہٰذا پورے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس طریقہ پر عمل کرنا چاہئے۔

موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ''کسی کا بائیکاٹ کرنا'' بڑے بڑے فتنوں اور فسادات کے پیدا ہونے کا خطرہ ہے، گاؤں کے بڑے حضرات کا حد سے تجاوز کر جانے بھی امکان ہے اس لئے ایسے فیصلوں پر مکمل غور وفکر کر کے عمل کرنا چاہئے، دل کا آپریشن کرانا بہت مشکل ہے، خطرہ سے بھرا ہوا ہے مگر مجبوراً شفاء کی امید پر ہزار مرتبہ سوچ کر عمل کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں پر بھی عمل کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۰۵﴾ یہودیوں کی حکومت ہوگی یا نہیں؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کا تذکرہ ہے؟

سوال: ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں کہ گمراہ ہونے کی وجہ سے یہودیوں کی دنیا میں حکومت ہے ہی نہیں، جب کہ آج ''۲۷'' سال سے یہودیوں کی حکومت قائم ہے اور اب کب تک قائم رہے گی؟ پھر چاہے وہ کسی بڑی طاقتور حکومت کے سہارے سے ہو، تو کیا شریعت میں یا حدیث شریف میں اس کے متعلق کوئی تفصیل ہے کہ یہودیوں کی حکومت ہوگی یا نہیں ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہودی دنیا میں ذلت اور رسوائی کی حالت ہی میں رہیں گے اور اللہ کی لعنت ہی میں رہیں گے، اس طرح کی تفصیل تو ہے لیکن واضح طور پر اس طرح لکھا ہو کہ ''ان کی حکومت نہ ہوگی'' یہ میرے علم میں نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

باب الشتی متفرقة

﴿۲۴۰۶﴾ حکومت کی طرف سے طلباء کو مدرسہ کی فیس میں امداد

جناب مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جناب کی خدمت میں سوالنامہ بھیجا جا رہا ہے، مہربانی کر کے اس کا جواب جلد عنایت فرمائیں۔ انگلش خط محکمہ تعلیم کی طرف سے ہے۔ اس کے خط کشیدہ الفاظ کے متعلق سوالنامہ ہے۔ فقط والسلام

سوال: انگلینڈ میں کوئی نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی ہے، اس کے ساتھ ہی تبلیغی محنت بھی شروع ہوئی، الحمد للہ! تبلیغی محنت کی برکت سے مساجد اور دینی مدارس قائم ہوئے۔ اسی طرح ڈیوز بری میں ایک چھوٹی سی مسجد اور تبلیغی مرکز قائم ہوا۔ جوں جوں تبلیغی کام بڑھتا گیا، عام مسلمانوں میں دینی اعمال کا شوق پیدا ہوا۔

۱۹۸۲ عیسوی میں تبلیغی مرکز کی جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے ایک قطعہ زمین خرید کر مسجد و مرکز کے علاوہ ''مدرسہ تعلیم الاسلام، ڈیوز بری'' بنایا گیا۔ مدرسہ اُسی بنیاد پر شروع ہوا، جس بنیاد پر ہند و پاک کے مراکز چل رہے ہیں۔ مدرسہ تبلیغی شوریٰ کی زیر نگرانی تعلیمی کام کر رہا ہے۔ ملکی قوانین کے مطابق اس میں انگریزی لازمی تعلیم کا جی۔ سی۔ ایس، ای۔ (GCSE) تک انتظام بھی ہے۔

جب مدرسہ شروع کیا گیا تو اس کی مالی ضروریات کے سلسلہ میں سوچا گیا۔ اسی لئے عام مسلمانوں سے چندہ نہیں کیا جاتا۔ مشورہ میں اس بات پر بھی غور کیا گیا کہ اکثر طلباء اس مدرسہ میں تبلیغی ساتھیوں اور ان کے متعلقین کے ہوں گے جو ہمیشہ سے ہی مالی قربانی دیتے

رہتے ہیں۔اس کے علاوہ عام طور پر انگلینڈ کے مسلمان بے روزگار ہیں لہٰذا طے پایا کہ کم سے کم فیس لی جائے۔باقی ضروریات مدرسہ کی تبلیغی ہمدردی اور تعلق رکھنے والے حضرات جو بغیر سوال کے امداد کریں اس سے پوری کی جائے۔جو مدرسہ میں مستقل طور پر داخل ہوں گے ان سے ۱۵/ پاؤنڈ فی ہفتہ اور جو طلباء مقامی ڈیوزبری اور باٹلی کے ہیں (یہ طلباء مدرسہ میں رہائش نہیں رکھتے) ان سے صرف پانچ پاؤنڈ فی ہفتہ فیس وصول کی جائے گی۔

بہرحال اس طرح نظام چلتا رہا۔چند سال پہلے بریڈفورڈ کاؤنسل نے ملکی قانون کے مطابق تعلیمی گرانٹ دینا شروع کیا جو انگلینڈ میں مقیم ہر طالب علم کو سولہ سال کی عمر کے بعد تعلیمی گرانٹ کے طور پر ملتی ہے۔تعلیمی ادارہ کو طالب علم کے کورس کے دوران حاضری اور امتحان میں پاس اور فیل ہونے کی اطلاع کرنا ہوتی ہے۔اگر طالب علم فیل ہو جائے تو پھر گرانٹ بند کر دی جاتی ہے۔جس طرح سے طالب علم کو گرانٹ ملتی ہے اسی طرح سے تعلیمی ادارہ کو بھی ٹیوشن فیس (کے نام سے گرانٹ) ملتی ہے جو بہت معقول رقم ہوتی ہے۔جو کہ مبلغ (فی طالب علم) (ایک ہزار چار سو پچیس) 1425/ پاؤنڈ ہیں۔جو صرف ادارہ کو ملتی ہے۔مگر طالب علم کو ادارہ میں موجود ہونے کی صورت میں ملتی ہے۔اگر طالب علم مدرسہ یا ادارہ چھوڑ جائے تو پھر اس طالب علم کو ٹیوشن فیس نہیں ملتی۔جب طالب علم کو ذاتی ضروریات کی گرانٹ ملتی ہے تو اس کے والدین کی مالی حالت کے پیش نظر منظور کی جاتی ہے۔مگر جو ٹیوشن فیس ادارہ کو ملتی ہے اس کا والدین کے مالی حالات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔چاہے طالب علم کو مینٹیننس (Maintenance) گرانٹ ملے یا نہ ملے تب بھی تعلیمی ادارہ کو ٹیوشن فیس ملتی رہتی ہے۔

چند سال قبل بریڈفورڈ کے طلباء کے والدین نے اس بات کو اٹھایا کہ مدرسہ کو ہمارے بچوں کی وجہ سے بریڈفورڈ کاؤنسل کی گرانٹ ملتی ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ یہ دو قسم کی فیس وہ ہم سے نہ لیں۔ والدین کو مدرسہ کی انتظامیہ نے بتایا کہ تعلیمی گرانٹ یعنی ٹیوشن فیس صرف ادارہ کی ہے۔ اگر ادارہ کلیم نہ کرے تو تو یہ گرانٹ والدین یا طالب علم کو نہیں مل سکتی۔

بہرحال افہام وتفہیم سے طے پایا کہ جو فیس والدین مدرسہ کو ادا کرتے ہیں اور ان کے بچوں کی وجہ سے مدرسہ کو ٹیوشن فیس ملتی ہے ان سے نصف فیس وصول کی جائے گی۔ اس پر والدین راضی ہو گئے۔ اس وقت تک صرف بریڈفورڈ کی کاؤنسل ہی ہمارے مدرسہ کے طلباء کو گرانٹ دیتی تھی۔ باقی شہر والے طلباء یا والدین کو تعلیمی گرانٹ ملنی شروع نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے ڈیوزبری، باٹلی، لندن اور لیسٹر کی مقامی کاؤنسلوں نے یہ دونوں قسموں کی گرانٹ دینا شروع کر دیا۔

ہماری غفلت یہ ہوئی کہ مقامی طلباء (باٹلی - ڈیوزبری) جن کی فیس مقامی ہونے کی وجہ سے پہلے سے ہی نصف تھی ان کو نہ بتا سکے اور نہ ہی والدین نے ہماری توجہ کسی وقت اس طرف دلائی اور ہم ان سے پوری فیس وصول کرتے رہے۔

نوٹ: کاؤنسل گرانٹ منظور کرنے کے بعد ایک کاغذ یا لیٹر لکھتی ہے والدین کو جس میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ٹیوشن فیس تعلیمی ادارہ کو براہ راست ادا کی جائے گی۔

اب چند سال بعد والدین نے یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ آپ نے ہم سے جان بوجھ کر دھوکہ کیا ہے، لہٰذا ہم کو پوری فیس واپس کی جائے۔ مدرسہ کی انتظامیہ نے والدین سے پوری فیس وصول کرنے کی وجہ سے معافی مانگی۔ اور والدین کو بتایا کہ مدرسہ کی انتظامیہ نے

بریڈفورڈ والوں سے نصف فیس لینے کا سابقہ فیصلہ کیا ہوا ہے اس لئے ہم آپ کو جب سے ٹیوشن فیس ملنی شروع ہوئی ہے اس وقت سے فوراً واپس کرنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر والدین کا پرزور اصرار ہے کہ ہم کو پوری فیس واپس کی جائے۔ کیونکہ آپ کو کاؤنسل سے فیس ملتی ہے۔ کاؤنسل کی فیس جس بنیاد پر ملتی ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو کاؤنسل کا خط سوال نامہ کے ساتھ ارسال خدمت کیا جا رہا ہے۔ سوال نامہ اگرچہ طویل ہو گیا ہے جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ مگر جناب کے سامنے پوری نوعیت لانے کے لئے تفصیلی بات تحریر کرنی پڑی۔ جناب اس مسئلہ کے متعلق چند سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔ جلد از جلد شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ جزاک اللہ

(۱) مذکورہ تفصیل کی روشنی میں کیا مدرسہ کی انتظامیہ کو نصف فیس بمع ٹیوشن فیس جو بریڈفورڈ والوں سے لی جا رہی ہے، یہ فیس ہمارے لئے لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کیا مقامی والدین جن کے بچوں کی دونوں فیس وصول کی جا چکی ہے اور وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کے بچوں کی پوری فیس یعنی ۸/ (آٹھ) پاؤنڈ فی ہفتہ ہے، واپس کی جائے۔ کیا ہم شرعاً اس کے واپس کرنے کے پابند ہیں یا نہیں؟

(۳) کیا کاؤنسل سے حاصل شدہ فیس کاؤنسل کے خط کی روشنی میں شرعی طور پر ہم والدین کو یا کاؤنسل کو واپس کریں؟ فقط والسلام

کاؤنسل کے خط کا اردو ترجمہ:

کرک لیز کاؤنسل، برائے محکمہ تعلیم

معمولی صوابدیدی گرانٹ

(۱) پس منظر:

معمولی صوابدیدی گرانٹ کرک لیز کاؤنسل کی طرف سے مزید تعلیمات کے مکمل اوقات کے بعض کورسیز کے لئے دی جاتی ہے۔ ۱۹۸۸ء میں کرک لیز کے باشندوں کے مطالبہ کی وجہ سے کاؤنسل نے انسٹیٹیوٹ کے ادارہ کے ساتھ گفت وشنید شروع کی، جس کے نتیجہ میں یہ بات طے ہوئی کہ کاؤنسل ان طلبہ کی مدد کرے گی جو کرک لیز کے باشندے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل باتوں سے معلوم ہوگا۔

(۲) رہائشی گرانٹ

بہرحال دوسرے طلباء جو پبلک حصہ کے کالجوں میں ہیں، ان کو رہائشی گرانٹ دی جاتی ہے، ان طلباء کے عام رہائشی خرچہ میں مدد کے لئے جن کے گھروں میں آمدنی کم ہے۔ اس گرانٹ کا مقصد ان کے خاندان کی مدد نہیں۔

فی الحال استحقاق کی تعریف یہ ہے کہ اولیت کرک لیز پاسپورٹ انہوں نے حاصل کی ہو، رہائشی گرانٹ کی مقدار سالانہ چھ سو پچاس پاؤنڈ ہے۔ اور سات پچاس ان طلباء کے لئے جن کی عمریں انیس سال سے زیادہ ہو۔ ادائیگی چیک کے ذریعہ ہوتی ہے۔ یا تو طالب علم کے نام یا اس کے والی کے نام۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ رہائشی گرانٹ کو کھانے میں، کتابوں میں یا تعلیم کے کوئی اور سامان میں یا رہائشی خرچہ میں استعمال کیا جائے۔ لیکن یہ طالب علم یا اس کے والدین اور ادارہ کے درمیان باہمی رضامندی سے ہوگا۔ اور تمام گرانٹ تین تعلیمی سالوں کے ساتھ محدود ہوں گے۔ دوسری جگہوں کی پالیسی کے ساتھ رہتے ہوئے۔

(۳) تعلیمی گرانٹ

۱۹۹۳ تک مقامی حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ ان کی رعایا کی مزید تعلیمات کے لئے کافی جگہیں حاصل کریں۔ یہ ذمہ داری عام طور سے اس طرح پوری ہوتی تھی کہ مقامی حکومت کے زیر کنٹرول کالجوں میں ان جگہوں کی فنڈنگ ہوئی تھی **مثلاً** :ڈیوز بری کالج اور ہڈرسفیلڈ ٹیکنیکل کالج۔لیکن وہ کورسز جو کہ پبلک کالجوں میں حاصل نہیں ہو سکتے تھے، مقامی حکومت پرائیویٹ اداروں کو ان جگہوں کے لئے پیسے دیتی تھی۔

چند ملاقات اور تفصیلی بات چیت کے بعد تعلیمی فیس دینے پر اتفاق ہو گیا تھا۔ کرکلیز کے باشندوں کے لئے جو مکمل اوقات سولہ سال کی عمر کے بعد کورسز پر ہوں۔ اسلامک انسٹیوٹ (ڈیوز بری) میں نہ کہ اس جیسی اور اداروں کے لئے کرکلیز سے باہر۔

یہ ہمیشہ واضح رہا ہے کہ یہ فیس تعلیم کے لئے دی جاتی ہے۔ یعنی کہ اس کا حصہ پڑھائی، منظوری اور تصدیق کے خرچوں پر ہوگا۔ یہ ادا کیا جاتا ہے اداروں کو طلباء، والدین یا کسی اور ثالث کو ادا نہیں کئے جائے گا۔

اس کا ان چارجیز (Charges) کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے جو رہائش کے لئے، کھانے کے لئے اور دوسرے غیر تعلیمی کاموں کے لئے جن کو ادارہ ہی متعین کرتا ہے۔ مقامی حکومت نے ان تعلیمی گرانٹ کی قیمت کو ایک ہزار چار سو پچیس متعین کی ہے جو کہ پبلک حصہ کے تعلیمی خرچہ کے لئے مناسب ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مدرسہ میں جو طالب علم تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس میں جو وہاں قیام کرتے ہیں ان کی فیس (معاوضہ) زیادہ رکھی جائے اور جو صرف تعلیم

حاصل کرتے ہیں ان کی فیس کم رکھی جائے تو یہ درست ہے۔اس لئے کہ قیام وطعام کرنے والوں کو ۱۵؍ پندرہ پاؤنڈ اور صرف تعلیم حاصل کرنے والے پر پانچ پاؤنڈ کا معاوضہ اور فیس رکھنا بھی درست ہے۔لہٰذا پندرہ کی جگہ اٹھارہ اور پانچ کی جگہ آٹھ رکھنا بھی درست ہے۔
اب یہ فیس اصولاً طلباء پر واجب ہے اور طلباء خود ادا کریں یا طلباء کے والدین ادا کریں یا ان کی طرف سے کوئی صاحب خیر یا کوئی ادارہ ادا کریں' درست ہے۔
مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ فیس کے نام سے رقم وصول کرنا یہ مسئلہ کے اعتبار سے اجرت لینا ہے۔اس لئے اس کام کی جو اجرت مقرر کی گئی ہے مدرسہ والوں کو اتنی ہی اجرت لینا اور وصول کرنا درست ہے۔(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۹۴)۔
اب اگر مدرسہ والوں نے طلباء کے والدین سے مقررہ اجرت وصول کی اور کرکلیز سے بھی وصول کی تو یہ انہوں نے غلط اور ناجائز کام کیا۔ان کو چاہئے کہ پہلے جس کو وصول کیا ہے اس کو رکھیں اور بقیہ کو جس سے وصول کیا ہے واپس کریں۔ یہ رقم رکھنا ان کے لئے حلال اور طیب نہیں ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔
مدرسہ کے منتظم اعلیٰ کا جو جواب آپ نے نقل کیا ہے کہ ''**شوریٰ کا فیصلہ ہے**''۔تو اس کی تفصیل اور تحقیق کا علم ہونے کے بعد ہی صحیح جواب دیا جاسکتا ہے۔ باقی شوریٰ اور اس کی ذمہ داری جن حضرات پر ہو اور ''**امرھم شوریٰ**'' پر جن کا عمل ہو وہ فقہ کے **کتاب الاجارہ** کے ادنی سے مسئلہ کے خلاف کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں، یہ سمجھ سے باہر ہے۔
بالفرض اگر انہوں نے دوگنی فیس لینے کا فیصلہ کیا بھی ہو تو حدیث شریف میں ہے کہ ''**لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**'' اللہ کے حکم کے خلاف کسی کے فیصلہ کو قبول کرنا

اور ماننا درست نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل مدرسہ اپنے اصول کے مطابق فیس لے سکتے ہیں، زیادہ لینا درست نہیں۔ اور اگر ڈبل فیس لی ہے تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے۔

فقط والسلام

کتبہ العبد اسماعیل کچھولوی غفرلہ مہر دارالافتاء والارشاد ۳۰/شوال ۱۴۱۵ھ

باسمہ سبحانہٗ

الجواب: ہمیں دارالافتاء والارشاد کے فتوے سے مکمل اتفاق ہے اور یہ جواب بالکل درست ہے۔

کتبہ: عبدالخالق عفی عنہ خادم دارالافتاء مہر جامعہ اشرفیہ لاہور، ۲/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

تائید دارالعلوم دیوبند

فتوی نمبر ۱۸۷۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ارسال فرمادہ سوال اور جوابات پڑھے۔ ان میں انگلینڈ کے جناب مفتی اسمٰعیل صاحب کے باحوالہ جواب بالکل صحیح ہے۔ ارباب شوریٰ اور ذمہ دارانِ مدرسہ کو چاہئے کہ اس پر عمل کریں اور حکم شرعی معلوم ہونے کے بعد برضا و رغبت اس پر عل فرماتے ہوئے اپنی غلطی تسلیم کریں۔ غلطی کے اعتراف انشاءاللہ نافع ہوگا اور اس سے باہمی اختلاف ختم ہاجائے گا۔

کفیل الرحمٰن نشاط

نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

۱۴۱۵/۱۲/۲

الجواب صحیح

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ

سوال مثل بالا وجواب دارالعلوم کراچی

فروری ۲۹/ مارچ ۱۹۹۵ء

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ان مسائل کے بارے میں کہ ہمارے مدرسہ جامعہ.................... نے اپنے زیر تعلیم بچوں کی فیس مندرجۂ ذیل مقرر کر رکھی ہے۔ مدرسہ میں زیر تعلیم بعض ایسے بچے ہیں جو مدرسہ میں رہائش وطعام اور تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کی ہفتہ وار فیس ۱۵/ (پندرہ) پاؤنڈ تھی، جو کہ کچھ عرصہ پہلے ۱۸/ (اٹھارہ) پاؤنڈ کردی گئی۔ کچھ طلباء وہ ہیں جو صرف تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں، اور مدرسہ میں رہائش اور طعام سے فائدہ نہیں اٹھاتے، ان کی فیس ۵/ (پانچ) پاؤنڈ تھی جو کچھ عرصہ پہلے ۸/ (آٹھ) پاؤنڈ کردی گئی ہے۔ چونکہ میرے بچے مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور میں ضابطہ کے تحت فیس ادا کرتا رہا۔ ۱۹۸۹ میں مدرسہ ھٰذا میں زیر تعلیم بچوں کی کرکلیز کاؤنسل نے تعلیمی گرانٹ منظور کی جو کہ فی طلبہ ۳۲/ (بتیس) پاؤنڈ ہفتہ وار والدین کی طرف سے کاؤنسل ادا کرتی رہی۔ جسے مدرسہ کے منتظمین نے بچوں اور والدین سے مخفی رکھا۔ اور والدین سے بھی مقررہ فیس مکمل وصول کرتے رہے۔ کاؤنسل نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے اور تعجب کا اظہار بھی کیا ہے کہ والدین سے دوگنی فیس کیوں وصول کی جاتی رہی ہے۔ اور کاؤنسل کا موقف یہ ہے کہ زائد وصول شدہ فیس والدین وصول کر سکتے ہیں۔ اور کرکلیز کاؤنسل نے گرانٹ کا جو معلوماتی کتابچہ شائع کیا ہے جس پر سب سے پہلے نمبر (عنوان کے طور) پر لکھا ہے:

پڑھائی اور امتحان کی فیس 1994-95 کی مختصر گائیڈ (برائے) سٹوڈنٹ گرانٹ

(۱) پڑھائی (ٹیوشن) کی فیس پڑھائی کے ادارے (کالج) کو بھیجی جائے گی۔

لیکن اگر کسی وجہ سے والدین نے فیس کی ادائیگی کردی ہے تو یہ فیس کاؤنسل والدین کو واپس دلوائے گی بشرطیکہ ادا شدہ فیس کی رسید یا خط ثبوت کے طور پر والدین کاؤنسل کو مہیا کریں گے۔

(۲) گرانٹ نمبر۲ (دو) دیگراخراجات اورضروریات کے لئے گرانٹ

دیگر ذاتی اخراجات کے لئے صرف ان کو گرانٹ ملے گی جن کے پاس کرکلیز کاؤنسل کا پاسپورٹ موجود ہو یا وہ کرکلیز پاسپورٹ کے حقدار ہوں وغیرہ۔

یہ گرانٹ والدین کو بذریعہ چیک کاؤنسل کی طرف سے ملے گی۔ اور اگر طالب علم کی عمر ۱۸ رسال یا اس سے زائد ہو تو طالب علم یہ گرانٹ وصول کرنے کا خود حقدار ہے وغیرہ۔ اس ترتیب سے اس معلوماتی کتابچہ میں قواعد وضوابط لکھے ہوئے ہیں۔

فروری ۱۹۹۵ کو مدرسہ کے منتظم اعلیٰ سے رابطہ کیا گیا اور ان عرض کیا گیا کہ کاؤنسل ہمارے بچوں کی طرف سے بچوں کی پڑھائی کی فیس کی ادائیگی کئی سالوں سے کر رہی ہے تو پھر آپ ہم سے بھی دوگنی فیس کیوں وصول کر رہے ہیں۔ جس پر موصوف نے جواب دیا کہ یہ شوریٰ کا فیصلہ ہے۔ شوریٰ کے ایک دوسرے بزرگ سے بات چیت کی گئی تو انہوں نے دھمکی کے لہجہ میں منفی جواب دیا۔

(۱) اب آپ حضرت سے یہ مسئلہ دریافت کیا جارہا ہے کہ آیا شوریٰ کا یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط؟ اور کیا زائد وصول شدہ فیس ہم واپس لینے کے حقدار ہیں یا نہیں؟

وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ حضرات کا سایہ اس امت پر تادیر قائم رکھے۔ فقط والسلام

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ......

۱ یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ مذکورہ صورت میں بڑیڈفورڈ کونسل سے ٹیوشن فیس کی منظوری کے بعد طلبہ یا ان کے والدین کے سے تعلیم کی کوئی فیس وصول کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ فیس بریڈکونسل کی طرف سے ادارہ کو ملتی ہے۔البتہ ادارہ قیام،طعام، کتابیں اور دوسری غیر تعلیمی مصروفیات کے مواقع فراہم کرنے پر طلبہ یا ان کے والدین سے مناسب فیس وصول کرسکتا ہے۔اس لئے رہائش پذیر طلبہ کے والدین سے جو نصف فیس وصول کی جارہی ہے اگر وہ ان سہولیات کے معاوضے میں ہے تو اس میں شرعا کوئی قباحت نہیں۔

۲ جب سے کونسل نے ادارہ کو ٹیوشن فیس دینا شروع کیا ہے اس کے بعد سے تعلیم کی جو فیس مقامی طلبہ سے لی گئی ہے، وہ ان کو واپس کرنی پڑیگی۔ باقی مقامی طلبہ کے والدین سے جو فیس لی گئی ہے اس میں اگر ٹیوشن فیس کے علاوہ دوسری سہولتیں مہیا کرنے کی فیس بھی شامل ہوتی اور وہ تعین طور پر معلوم تھی تو سہولتیں فراہم کرنے کے بقدر فیس مقامی طلبہ کے والدین کو واپس نہیں دی جائے گی۔صرف ٹیوشن فیس واپس ملے گی۔

۳ کونسل سے حاصل شدہ فیس کا مالک ادارہ ہے۔ یہ فیس نہ بچوں کے والدین کو ملے گی اور نہ کونسل کو واپس کی جائے گی۔

مسیح اللہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۲۰/۱۲/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۲۰/۱۲/۱۴۱۵ھ

الجواب صحیح

عبدالمنان عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی

۲۰/۱۲/۱۴۱۵ھ

﴿۲۹۰۷﴾ چندہ لینے میں زبردستی کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کی مسجد میں باہر گاؤں سے تراویح پڑھانے کے لئے حافظ جی آتے ہیں اور تراویح پڑھاتے ہیں تراویح پڑھانے والے کی طرف سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں ہوتا، لیکن لوگ اپنی خوشی سے اسے کچھ نہ کچھ دیتے ہیں اور انہیں دینے کے لئے گاؤں میں چندہ کیا جاتا ہے اور چندہ کی صورت یہ ہے کہ چندہ کرنے والے گاؤں کے لوگوں کے نام کے سامنے اپنی مرضی کے مطابق کچھ رقم لکھ دیتے ہیں مثلاً: احمد کے پاس سے ۱۰ روپے، قاسم کے پاس سے ۲۵ روپے، محمد کے پاس سے ۱۵ روپے وغیرہ وغیرہ اور خود کی لکھی ہوئی رقم کے مطابق ہر ایک آدمی کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ آپ کے اتنے روپے لکھے ہوئے ہیں اس لئے آپ کو یہ روپے دینے پڑیں گے تو اس طرح چندہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلما:......کوئی شخص اپنی خوش دلی سے کوئی رقم چندہ میں دے تو اس کا لینا اور جس مقصد کے لئے دیا ہو اس کے مطابق استعمال کرنا درست ہے، چندہ لینے میں زبردستی کرنا جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے اس لئے جو شخص اپنی خوش دلی سے جو رقم دے وہ لے لینی چاہئے اور زیادہ کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ اگر معطیین حضرات سے چندہ کرنے والے کے تعلقات ہوں اور امید ہو کہ اتنی مقررہ رقم تو یہ دیں گے ہی، اور ان کی بددلی کا گمان بھی نہ ہو تو اپنی مرضی سے کسی کے نام کے سامنے روپے لکھنے میں گناہ نہیں ہے، پھر بھی اس شخص پر رقم لکھنے کے مطابق دینا واجب نہیں البتہ اپنی رضامندی سے لکھوایا ہو یا دوسرے کو لکھنے کے لئے کہا ہو تو وعدہ پورا کرنا ایمان کی نشانیوں میں سے ہے۔ اب رہا سوال تراویح پڑھانے والے کو دینے کے لئے چندہ کرنا اور اسے روپے دینا تو یہ جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۰۸﴾ مسلمان مرد کا غیر مسلم عورت سے ہونے والے حرامی بچہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

سوال: ہمارے گاؤں میں ایک مرد غیر مسلم عورت کے ساتھ گھومتا تھا اور صحبت تک معاملہ پہنچ گیا اور اس غیر مسلم عورت کو اس مرد کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ساتویں مہینے میں بچہ پیدا ہوا، بچہ ایک دن زندہ رہ کر انتقال کر گیا، وہ بھائی مسلمان ہے اور عورت غیر مسلم، تو پوچھنا یہ ہے کہ شادی نہ کرنے کی وجہ سے ایسی غیر مسلم عورت سے پیدا ہونے والے حرامی بچہ کو مسلمان شمار کریں گے یا نہیں؟ اور اس بچہ کو مسلمان اپنے قبرستان میں دفنائیں یا کیا کریں؟ کیا بہتر ہے؟ اس بھائی کا کہنا ہے کہ میں بچے کا باپ ہوں اور میں مسلمان ہوں، لہٰذا بچہ میرا ہی ہے اور اسلامی شریعت کے مطابق مسلمانوں کے قبرستان ہی میں غسل، کفن وغیرہ دیا جائے، تو اسی کے مطابق یہاں کہ ایک مفتی صاحب نے مسلمان کے ایک غیر مسلم عورت سے ناجائز تعلق سے پیدا ہونے والے بچہ کو مسلمان شمار کیا تو کیا ایسے بچہ کو مسلمان ہی شمار کریں گے یا شریعت کی رو سے اس بچہ کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب تفصیل سے دیجئے، اس لئے کہ بھائی اور مفتی صاحب کے کہنے کی بناء پر بچہ مسلمان ہی شمار ہوا اور کیا مسلمانوں کے قبرستان میں ہی دفنانا چاہئے اور دفنا بھی دیا گیا تھا، تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ناجائز تعلق کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کا نسب زنا کرنے والے مرد سے نہیں جوڑا جاتا چاہے ماں مسلمان ہو یا غیر مسلم اس بچہ کا نسب اس کی ماں سے جوڑا جاتا ہے ایسی ہی صراحت حدیث شریف میں موجود ہے، اب نابالغ کی حالت میں ہی یہ بچہ انتقال کر جائے تو اس کا کیا کیا جائے؟ اس موضوع پر حضرت اقدس

تھانویؒ نے ایک خاص کتاب لکھی ہے اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ زنا کی اولاد ماں کے تابع شمار ہوگی اور ماں کافر ہو تو نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی اور نہ ہی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، مجموعۃ الفتاویٰ میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ نیز فتاویٰ دارالعلوم میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بھی یہی فرماتے ہیں: جس کی وجہ سے اس بچہ کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفنانا بھی نہیں چاہئے اور نہ ہی اس کی جنازہ کی نماز پڑھنی چاہئے۔

اس بھائی کا کہنا یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں اور یہ بچہ بھی میرا ہی ہے اس لئے اس کو مسلمان ہی شمار کیا جائے صحیح نہیں ہے حدیث شریف کے صریح خلاف ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں بھی کچھ لوگوں نے ایسا بچہ اپنا ہونے کا دعویٰ کیا تھا، جس کو رد کر دیا گیا تھا جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں اس کے متعلق بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۰۹﴾ اللہ تعالیٰ کو واحد کے صیغہ سے مخاطب کرنا

سوال: اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ محسن اور مہربان ہیں اس کو کیوں ہم ''آپ'' کے لفظ سے مخاطب نہیں کرتے، اس میں زیادہ عزت اور احترام ہے، اور اے اللہ تو یہ کر دے، تو ویسا کر دے، ایسا کہتے ہیں، تو اللہ کے لئے لفظ ''تو'' کا استعمال کیوں کرتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اللہ ایک ہے، اس لئے اللہ کے لئے لفظ ''تو'' کا استعمال کیا جاتا ہے ''آپ'' میں ایک سے زائد ہونے کا وہم پیدا ہوتا ہے، اس سے بچنے کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا جاتا، لیکن اس کے باوجود کوئی شخص عزت کے طور پر ''آپ'' کا لفظ استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۱۰﴾ خودکشی کرنا

سوال: کیا خودکشی کرنا جائز ہے؟ ایک مسلمان شخص زندگی سے تنگ آ کر زندگی سے مایوس ہو کر یا گھریلو جھگڑوں سے تنگ آ کر خودکشی کرنا چاہے تو کیا اس کے لئے خودکشی کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... خودکشی کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے ایسے شخص کے لئے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہنے کی وعید بیان کی گئی ہے یعنی پریشانی سے گھبرا کر خودکشی نہ کر کے پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ہمت، دعا اور اللہ سے مدد طلب کرنی چاہئے، خودکشی تو دور کی بات! پریشانی سے گھبرا کر موت کی دعا اور تمنا کرنا بھی گناہ ہے۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۱۱﴾ آیات قرآنیہ اور مقامات مقدسہ کی تصویروں والے کیلنڈر چھاپنا اور ان کی تجارت کرنا

سوال: ہندو یا مسلمانوں کا نیا سال شروع ہوتا ہے اس وقت کچھ تاجر حضرات کیلنڈر چھپواتے ہیں جس میں قرآن کی آیتیں، مقامات مقدسہ کی تصویریں وغیرہ مطبوع ہوتی ہیں اور وہ کیلنڈر ہندوؤں یا مسلمانوں کے گھروں میں جاتے ہیں اور ان کی بے حرمتی بھی ہوتی ہے، تو ایسے کیلنڈر چھاپنا اور بیچنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جس طریقہ سے قرآن مجید کا ادب و احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طریقہ سے قرآن مجید کی آیتیں جس چیز پر لکھی ہوئی ہوں ان کا بھی ادب کرنا ضروری ہے، اس لئے بے ادبی ہوتی ہو تو چھاپنا بھی گناہ ہے۔ اور بیچنے والے یا ہدیہ دینے

والے کو یہ بات معلوم ہو کہ فلاں شخص اس کا ادب نہیں کرے گا تو ایسے شخص کو کسی بھی حالت میں دینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۱۲﴾ دینی رسائل واخبار پڑیا باندھنے کے کام میں لینا

سوال: مذہبی ماہناموں، رسائل، اخبارات وغیرہ کو دکان میں پڑیا باندھنے کے کام میں لا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایسی چیزوں میں قرآن مجید کی آیتیں تو ہوتی نہیں ہیں لیکن بزرگوں کی باتیں ہوتی ہیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جس کاغذ پر اولیاء اللہ اور انبیاء وغیرہ کے اسماء مطبوع ہوں ان کاغذات کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے دکان میں پڑیا باندھنے کے کام میں نہیں لانا چاہئے، اس کے علاوہ دوسرے کاغذات کو کام میں لا سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۱۳﴾ دعوت ناموں پر اللہ لکھا ہوا ہو تو

سوال: رشتہ داروں کی طرف سے آئے ہوئے دعوت نامے جن میں اللہ یا ۷۸۶ یا پھر اسلامی اسماء مثلاً: عبد الواحد، موسیٰ، سلیمان، اسماعیل وغیرہ وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے تو ایسے کاغذات جلانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ایسے کاغذات جلانا جائز ہے اور دفن کرنا بھی جائز ہے کہ جس کی وجہ سے ان کی بے ادبی نہ ہو۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۱۴﴾ مسجد میں قبلہ والی دیوار پر ٹائلز لگانا

سوال: فی الحال بمبئی کی ایک مسجد کے جماعت خانہ کے آگے والی دیوار میں رنگین ٹائلز لگائی گئی، ٹائلز کے سامنے کھڑے رہنے سے اس ٹائلز میں انسان کا عکس (سایہ) نظر آتا

ہے، صاف نظر تو نہیں آتا لیکن آدمی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ سامنے جو نظر آ رہا ہے وہ انسان ہے تو ایسی ٹائلز لگانا کیسا ہے؟ اس لئے کہ نماز بہترین عبادت ہے تو ٹائلز رہنے دی جائیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نمازی کے سامنے کا عکس اگر برابر صاف نظر آتا ہو تو نماز مکروہ ہوگی سوال میں جو تفصیل مذکور ہے کہ ''صاف نظر تو نہیں آتا'' لہٰذا سایہ کے حکم کے مطابق اس کا حکم ہوگا اور ایسی مسجد میں نماز تو ہو جائے گی۔ یہ سوال ٹائلز لگانے سے پہلے پوچھنا چاہئے تھا، اب توڑنا ضروری نہیں، مسجد کو خواہ مخواہ مزیّن کرنے سے بچانا چاہئے۔

﴿۲۹۱۵﴾ بغیر اجازت مسجد کی اشیاء کا ذاتی استعمال

سوال: کیا کسی کی اجازت کے بغیر مسجد سے گھڑی وغیرہ گھر لے جا کر استعمال کرنا گناہ ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ مسجد میں چوری کرنا گناہ نہیں ہے کیا ایسا کہنا صحیح ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد کی وقف چیزیں اور اس جیسی دوسری وقف اشیاء کا کوئی مالک نہیں ہوتا بلکہ ان کا مالک حقیقتاً و حکماً دونوں اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہی ہے، لہٰذا جو اشیاء مسجد کے لئے وقف ہیں انہیں اپنے ذاتی فائدہ کے لئے مسجد کے باہر لے جا کر استعمال کرنا جائز نہیں۔ ''مسجد میں چوری کرنا گناہ نہیں'' ایسا کہنا بالکل غلط ہے۔

﴿۲۹۱۶﴾ مؤذن سے مسجد کے بیت الخلاء صاف کروانا

سوال: ہمارے یہاں مسجد کا ہر کام مؤذن کے سپرد کر دیا گیا ہے حتی کہ مؤذن مسجد کے پیشاب خانے اور بیت الخلاء بھی صاف کرتا ہے، اور اذان بھی دیتا ہے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......مؤذن صاحب بیت الخلاء صاف کرے اور پھر پاک ہو جائے اور بعد میں اذان دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مؤذن کا درجہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت ہی اونچا ہے، اس لئے ان سے اس طرح کے کام نہیں کروانے چاہئیں جن میں ان کی توہین ہوتی ہو، خاص کر ایسا کام جو دوسرے آدمیوں سے بھی کرایا جا سکتا ہو۔

﴿۲۹۱۷﴾ گھر بنانے کے لئے آئی ہوئی امدادی رقم میں سے جو بچ جائے اس کا کیا کیا جائے؟

سوال: رہائشی گھر بنانے کے لئے لوگوں سے روپیوں کی مدد لینا اور گھر بن جانے کے بعد بچی ہوئی رقم اپنے ذاتی خرچ میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کر سکتے تو اب اس رقم کا کیا کیا جائے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......محض گھر بنانے ہی کے لئے مدد کے طور پر رقم دی ہو تو دوسری ضرورتوں میں استعمال کرنا ہو تو مدد کرنے والے کی رضامندی سے دوسری جگہ استعمال کر سکتے ہیں۔

﴿۲۹۱۸﴾ اساتذہ کے احترام کے خاطر کھڑا ہونا

سوال: استاد جب کلاس میں آتے ہیں اس وقت طلباء ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا استاد کی آمد پر طلباء کا کھڑا ہونا جائز ہے؟ ایک بھائی کا کہنا ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب مجلس میں آتے تھے تو صحابہ حضور ﷺ کے احترام کی خاطر کھڑے ہو جاتے تھے تو حضور اکرم ﷺ نے اس طرح کرنے سے صحابہ کو منع کیا؛ اس لئے کسی کے احترام کی خاطر کھڑا ہونا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... طلباء کا اپنے استاد کے احترام میں کھڑے ہونا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن انہیں کھڑے ہونے کے لئے مجبور نہ کیا جائے اور اگر آنے والے کے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس طرح کھڑے ہونا یا کھڑے ہونے دینا مکروہ ہے۔

ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کی آمد پر صحابۂ کرام کھڑے ہوئے، اس لئے ان کا یہ عمل ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ نے جو اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع کیا وہ تواضع کے پیش نظر تھا۔ (مشکوٰۃ ومرقاۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۱۹﴾ طلب باراں کا جدید طریقہ اور اس کا حکم

سوال: مسلمانوں میں ایک ایسا رواج جاری ہو گیا ہے کہ جب بارش کی تنگی ہوتی ہے تو لڑکے، لڑکیاں اور جوان مرد ''میولا'' (طلب باراں) مانگنے کے لئے نکلتے ہیں اور گھر گھر جاتے ہیں اور دروازہ پر کھڑے ہو کر کچھ اشعار پڑھتے ہیں اور گھر والے کچھ نہ کچھ دیتے ہیں تو ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً ...... شریعت نے طلب باراں کا طریقہ بتلایا ہے، اور حضور اقدس ﷺ نے اس پر عمل بھی کر کے بتایا ہے اس لئے اب اس خاص اور مبارک طریقے کو اختیار کر کے مذکورہ بالا اسلام کے خلاف طریقہ اور رواج کو ترک کرنا چاہئے۔ مذکورہ بالا طریقے کے مطابق محلّے محلّے جماعت اور ٹولیاں بنا کر پھرنا اور طرز میں طرز ملا کر اشعار پڑھنا اور چندہ کرنا اور اس سے کھچڑا وغیرہ کی ضیافت کرنا فضول ہے اور اس میں اعانت بھی نہیں کرنی چاہئے اور سنت طریقے کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

﴿۲۹۲۰﴾ غسل خانہ میں برہنہ حالت میں اوراد کا پڑھنا

سوال: غسل کے وقت جب برہنہ حالت میں ہوں تو کیا اوراد پڑھنا درست ہے؟ اور کیا نہیں پڑھنا چاہئے؟ اس حالت میں مرد اور عورت کے لئے ایک ہی حکم ہے یا جدا جدا؟ کئی عورتیں غسل کا پانی لوٹے میں لے کر اس لوٹے پر کچھ پڑھ کر دم کرتی ہیں پھر وہ پانی بدن پر بہاتی ہیں، تو کیا ایسا بھی کوئی طریقہ ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر برہنہ حالت میں ہوں اور ناپاک پانی جمع ہو رہا ہو تو ایسی حالت میں کچھ نہیں پڑھنا چاہئے اور پڑھنا بھی گناہ ہے۔ (شامی:۱۰۲) ناپاکی اور برہنہ حالت نہ ہو تو پڑھنے کی گنجائش ہے، مرد اور عورت دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہے، پانی پر دم کرنے کے بعد بدن پر بہانا اور اس کے بغیر پاک نہ ہونے کا جو گمان عورتوں میں ہے وہ بالکل واہیات میں ہیں۔ شریعت کی جانب سے ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔

﴿۲۹۲۱﴾ فضائل بتا کر کام کرنا بہتر ہے یا مسائل بتا کر؟

سوال: ہمارے گاؤں کے پیش امام صاحب جو عالم بھی ہیں، ان کا کہنا ہے کہ تبلیغی جماعت والوں کے لئے فضائل بتا کر کام کرنے سے بہتر یہ ہے کہ مسائل بتا کر کام کریں۔ کیا یہ بات قرآن وحدیث کی روشنی میں صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... فضائل سننے سے عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور کام کی اہمیت معلوم ہوتی ہے؛ اس لئے فضائل بتائے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "بشروا ولا تنفروا" بشارت سناؤ اور نفرت پیدا نہ کرو۔ اس لئے فضائل جو معتبر احادیث سے ثابت ہیں اسے سنا کر عمل کرنے کی ترغیب دینی چاہئے، اور ضرورت کے

وقت مسائل معتبر علماء سے معلوم کر کے ان پر عمل کرنا چاہئے۔

﴿۲۹۲۲﴾ ''۷۸۶'' کے ساتھ ''۹۲'' لکھنا کیسا ہے؟

سوال: ''۷۸۶'' کے نیچے ''۹۲'' لکھا جائے تو کیسا ہے؟ اس لئے کہ سات سو چھیاسی بسم اللہ کا عدد ہے اور ''۹۲'' حضور ﷺ کا عدد ہے، مذکورہ طریقے پر قرآن شریف کی آیتوں کو لکھنے سے پہلے ''۷۸۶-۹۲'' لکھا جائے تو شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے ہونی چاہئے، یہ شریعت کا حکم ہے چاہے زبانی پڑھ کر شروع کریں یا لکھ کر، اسی وجہ سے کاغذ پر اللہ کا نام لکھ کر شروع کیا جاتا ہے۔

قرآن شریف میں جہاں سلیمان علیہ السلام کا خط ملکۂ سبا بلقیس کو لکھنے کا تذکرہ ہے اس میں بھی بسم اللہ ہی سے شروع کیا گیا ہے، لیکن ہمارے یہاں ایسے خطوط کی بے ادبی ہوتی ہے اور ادب کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا ہے، اس لئے ''ابجد'' کے قاعدے کے مطابق بسم اللہ کا عدد یعنی ''۷۸۶'' لکھ دیتے ہیں تا کہ بسم اللہ کے ذریعے لکھے جانے کا ثبوت ہو جائے، لیکن حضور ﷺ کے پاک نام کے ساتھ ابتداء کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لئے ''محمد'' نام کا عدد ''۹۲'' لکھنے کا حکم بھی نہیں ہے بلکہ نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔

﴿۲۹۲۳﴾ کفایت شعاری اور میانہ روی سے گھر چلانا

سوال: میں اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہوں، اور میں اپنے گھر میں کھانے پینے میں تنگی کرتا ہوں۔ میرا کام دھندا برابر چلتا ہے۔ لیکن میرے بچوں کا دل جس چیز کے کھانے کو چاہیں وہ میں دیتا نہیں ہوں اور کنٹرول رکھتا ہوں۔ مجھے جو مناسب لگتا ہے

اس کے مطابق دیتا ہوں۔ تو اس طرح کھانے پینے میں جو تنگی میں کرتا ہوں وہ صحیح ہے یا نہیں؟

نوٹ: کوئی بھی شخص میرے یہاں چندہ کے لئے آئے تو میں اس کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتا اور میں اپنی حیثیت کے مطابق دیتا ہوں، لیکن گھر میں تنگ دستی اور میانہ روی سے خرچ کرتا ہوں۔ تو یہ کیسا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... اپنی حیثیت اور مالی حالت کے مطابق خیرات اور سخاوت کرنی چاہئے اور یہ خیرات اور سخاوت ہر حالت میں افضل ہے۔ اور ایسا کام کرنا بہت ثواب کا کام ہے۔ گھر میں زیادہ اسراف نہ کرتے ہوئے کفایت شعاری اور میانہ روی سے خرچ کرنا بہت اچھی بات ہے، ہر ایک کام میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہوتا ہے، قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''جو لوگ خرچ کرنے میں فضول خرچی نہیں کرتے، اسی طرح ضرورت کے مطابق خرچ کرنے میں کمی بھی نہیں کرتے اور حدّ اعتدال میں رہ کر خرچ کرتے ہیں تو وہ مبارک بادی کے لائق ہیں۔ مطلب یہ کہ اسراف نہیں ہونا چاہئے، اسی طرح بخل بھی نہیں ہونا چاہئے، فضول خرچی کے متعلق قرآن شریف اور احادیث میں وعید وارد ہوئی ہے، فضول خرچی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا، اور بخیل کو حدیث میں اللہ کا دشمن کہا گیا ہے اور سخی اللہ اور جنت کے نزدیک ہوتا ہے۔

﴿۲۹۲۴﴾ چندہ کی رقم سے جلسہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: ہمارے محلّہ میں ایک دینی مدرسہ ہے، مسلمان بھائیوں نے مل کر چندہ جمع کر کے مدرسہ قائم کیا ہوا ہے، پورے سال چندہ کا کام جاری رہتا ہے، ہم لوگ مدرسہ کا ایک جلسہ

کرنا چاہتے ہیں، تاکہ مدرسہ کی زیادہ شہرت ہو اور ہمیں زیادہ چندہ مل سکے۔

فی الحال ہمارے پاس مدرسہ کا ذاتی مکان بھی ہے، اور بینک میں بھی کافی رقم جمع ہے، مدرسہ کے کچھ مکان ہیں جن کا کرایہ آتا ہے، ہم اس جلسہ کے لئے مدرسہ کی رقم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس کام کے لئے الگ سے چندہ کرنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... چندہ کر کے جمع کی جانے والی رقم کا دارومدار دینے والے کی نیت پر ہوتا ہے، عام طور پر یہ رقم مدرسہ کے کاموں کے لئے اور پڑھائی پر خرچ کرنے کے لئے ہوتی ہے، لہٰذا چندہ کی رقم جلسہ کے لئے استعمال نہیں کر سکتے، البتہ چندہ کرتے وقت اس بات کی صارحت کردی گئی ہو کہ مدرسہ کے کاموں میں ایک جلسہ بھی کریں گے تو اب اس میں خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

﴿۲۹۲۵﴾ ہر جمعہ میں تقریر کرنا

سوال: ہمارے گاؤں کے پیش امام جمعہ کی اذان کے بعد اور خطبہ سے پہلے ہمیشہ ۲۰-۳۰ منٹ کا بیان کرتے ہیں، لوگ جمعہ کی نماز کے لئے آتے ہیں اور ان کے لمبے بیان سے اکتا جاتے ہیں، اس طریقے پر ہمیشہ بیان کرنے سے لوگوں میں نماز سے دلچسپی کم ہو رہی ہے، اور کام دھندے والے لوگ زیادہ وقت ہونے کی وجہ سے اکتا جاتے ہیں، تو اس طرح ہمیشہ بیان کرنا کہ جس سے لوگوں میں نماز سے دلچسپی کم ہو رہی ہو مناسب ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور اقدس ﷺ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تو یہ تھا کہ وہ تقریر میں اتنا ہی وقت لیتے تھے جس سے سامعین اکتاہٹ محسوس نہ کریں، لہٰذا امام صاحب کو لوگوں کا خیال رکھنا چاہئے، اور آج کل لوگ بھی

ضرورت سے زیادہ کاہل ہیں، کیا وہ ایک ہفتہ میں صرف ۲۰ منٹ بھی دین کی بات سننے کے لئے نہیں دے سکتے؟ جب کہ واہی تباہی باتوں میں گھنٹوں گذار دیتے ہیں، امام صاحب اگر مناسب سمجھیں تو پانچ منٹ کم کر دیں یا لوگوں میں جوش پیدا کریں جس سے لوگ پورے شوق سے تقریر سن سکیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۲۶﴾ بلوں پر اسمائے مبارکہ ہوں تو ان کی تعظیم ضروری ہے؟

سوال: ہم دُکان چلاتے ہیں اوراس کے لئے بل بنانا اور لکھنا پڑتا ہے، ان بلوں پر ”اے کے محمد“ لکھا ہوا ہوتا ہے، کبھی کبھی ان بلوں کو پھاڑنا بھی پڑتا ہے، اور گاہکوں کو بھی دینا پڑتا ہے تو اس میں محمد کے نام کی بے ادبی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... ”محمد“ نیز دیگر اسماء انبیاء جن کاغذوں پر لکھے ہوئے ہوں ان کاغذوں کا جتنا ہو سکے ادب و احترام کرنا چاہئے، ان اسماء کی یا یہ اسماء لکھے ہوئے کاغذوں کی بے ادبی کرنا مکروہ ہے، لہٰذا جو ان کاغذوں کی بے ادبی کرے گا وہ گنہگار کہلائے گا، اتفاقاً بالضرورت ایسے نام چھاپنے پڑیں تو ان کو پھاڑ کر پھینکنے کے بجائے حفاظت سے رکھنا چاہئے یا دفن کر دینا یا جلا دینا چاہئے، اور جو بل گاہک کے پاس جائیں ان کا ادب کرنے کی ذمہ داری ان گاہکوں کی ہے۔ (عالمگیری: ۹۵)

﴿۲۹۲۷﴾ تسبیح پڑھتے ہوئے دنیا کی باتیں کرنا

سوال: حضرت شیخؒ کے معمولات پورے کرتے ہوئے دنیوی یا گھر کے کام کی باتیں کر سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تسبیح پڑھتے وقت مکمل دھیان تسبیح میں ہی لگانا چاہئے،

اور ایسی ہر چیز سے جو دھیان ہٹانے والی ہو دور رہنا چاہئے، اور اسی وجہ سے بعض بزرگ ہوا، روشنی کے بغیر کے چھوٹے سے کمرہ میں اپنے وظائف پڑھتے تھے؛ کیوں کہ تنہائی میں اللہ کی طرف توجہ اور دھیان زیزدہ رہتا ہے یعنی بہتر اور اچھا تو یہی ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو بات کرنا جائز ہے، منع یا گناہ نہیں ہے۔

﴿۲۹۲۸﴾ نماز یا تراویح کی ریکارڈنگ

سوال: اگر کوئی شخص نماز کی یا تراویح کی ٹیپ ریکارڈنگ کرے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... جائز ہے، لیکن تماشہ نہ بن جائے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

﴿۲۹۲۹﴾ ٹیپ ریکارڈ پر قرأت سننا

سوال: ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو پر قرآن شریف سننا یا ریکارڈ کرنا جائز ہے؟ میں دل کی سچی نیت سے روز صبح کی قرأت سنتا ہوں کہ جس سے آفات اور بلائیں دور ہوں اور برکت نازل ہو، تفریح یا دل بہلانے کے لئے ٹیپ یا ریڈیو نہیں بجاتا۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو کا اکثر استعمال لہو ولعب کے لئے ہوتا ہے، اس لئے یہ لہو ولعب کا سامان ہے؛ اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ اس پر ایسی پاکیزہ چیزیں نہ سنی جائیں، لیکن حقیقت میں کوئی آدمی پڑھتا ہو اور جیسے اس کو ادب کے ساتھ سنا جاتا ہے اسی طرح ادب کے ساتھ ٹیپ رکارڈ یا ریڈیو کی قرأت کو بھی سنا جائے اور تفریح مقصود نہ ہو تو ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈ پر قرأت سننا اور ریکارڈ کرنا جائز ہے۔

آفت، بلا کو دور کرنے کے لئے اور گھر میں برکت پیدا کرنے کے لئے حضور اقدس ﷺ

کے حکم کے مطابق نفل نمازیں پڑھنے اور خود تلاوت کرنے سے زیادہ کوئی چیز فائدہ مند نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۰﴾ فتوے کی حقیقت

سوال: فتویٰ کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ فتویٰ میں مفتی صاحب اپنی مرضی سے حقیقت لکھتے ہیں یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو بیان کرتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... شریعت کی زبان میں جو وسیع علم رکھتا ہو اور خود مجتہد ہو ایسے شخص کو مفتی کہا جاتا ہے۔ اور مفتی اس شخص کو کہتے ہیں جو سائل کو دلیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم بیان کرے: ''المفتی ھو المخبر بحکم الله عن دلیل لمن سال عنه''۔ (فتوی اور اس کے اصول وضوابط ص ۱۴۱ وعربی ص ۱۲)۔ لیکن اس زمانہ میں جو امام کی عبارتوں اور مسلک کو جانتا ہو اور اس کو معتبر کتابوں سے نقل کرتا ہو تو مجازاً اس کو بھی مفتی کہا جاتا ہے۔

اب ایسا شخص کسی کے سوال کے جواب میں کسی معتبر امام مجتہد کا قول لکھ کر دے تو اس کو ''فتویٰ'' کہا جاتا ہے، جو قرآن شریف اور حدیث پاک کے فرامین کے مطابق ہی ہوتا ہے، مفتی کی اپنی خواہش کے مطابق نہیں ہوتا، جس کی مکمل تفصیل ''شرح عقود رسم المفتی'' میں مل سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۱﴾ جماعت کا لاؤڈ اسپیکر پر پابندی لگانا

سوال: ہمارے یہاں کی جماعت نے شادی کے موقع پر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے بالکل منع فرمایا ہے، ان میں سے بعض بھائیوں کی رائے یہ ہے کہ مندرجہ ذیل شرائط کو بجا

لاتے ہوئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے کی اجازت دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، آپ سے درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل شرائط کے مطابق لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب لکھ کر ممنون فرمائیں۔

نعت شریف، حمد شریف، اور بزرگانِ دین اور اولیاءِ کرام کے بیانات لاؤڈ اسپیکر پر سنائے جائیں جس سے لوگوں کے دل خوش ہوں اور معاشرے میں دینی ماحول کی فضاء قائم ہو تو اس طور پر سنائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اذان، تقریر، حمد ونعت وغیرہ کے لئے کر سکتے ہیں، ممنوع نہیں ہے، لیکن آپ کی جماعت نے جو پابندی لگائی ہے وہ مناسب ہے اس لئے کہ بعض حمد ونعتوں میں شعراء مبالغہ سے کام لیتے ہیں، اور شعراء اپنے تخیّل سے غلط عقائد پیش کرتے ہیں، موسیقی (میوزِک) کو ایسے ریکارڈ میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے، جس کا سننا اور بجانا ناجائز اور حرام ہے، نیز تھوڑا موقع ملتے ہی زیادہ خرابی پیدا ہونے کا امکان بھی رہتا ہے، ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے جماعت کا یہ اقدام قابلِ تحسین اور لائقِ تعریف سمجھا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۲﴾ پانی کے کنویں میں پڑھنے کے کاغذات ڈالنے کے بعد اسے بیت الخلاء کا کنواں بناسکتے ہیں؟

سوال: ایک پانی والا کنواں تھا، اس میں چار پانچ سال قبل ایک شخص نے پڑھنے کے کاغذات ڈالے تھے وہ کنواں چار پانچ سال سے ویران وبے کار پڑا ہوا ہے، فی الحال اس کنویں کو بیت الخلاء کے کام میں لانے کا ارادہ ہے تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔

تفصیلاً جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کاغذات ڈالنے کو چار پانچ سال ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اس کے نشانات بھی باقی نہیں رہے ہوں گے؛ اس لئے اب اس کو بیت الخلاء کے کنویں کے طور پر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۳۳﴾ فرعون نے لڑکوں کو قتل کرنا کب بند کیا؟

سوال: فرعون نے لڑکوں کو قتل کرنا کب بند کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزہ لے کر آئے تب؟ یا فرعون غرق ہوا وہاں تک قتل کرنا جاری تھا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کتب تفسیر میں ابھی تک کوئی متعین وقت میری نظر سے نہیں گذرا ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۳۴﴾ موت کی خبر سن کر إنا للہ پڑھنا

سوال: ایک شخص کا کہنا ہے کہ کوئی غم اور موت کی خبر اگر باہر گاؤں سے آئے تو ﴿قالوا :انا للہ وإنا إلیہ راجعون﴾ پڑھنا چاہئے اور خود اپنے گاؤں سے خبر ملے تو ''قالوا'' نہیں، فقط ''إنا للہ وإنا إلیہ راجعون'' پڑھنا چاہئے۔ تو پہلی صورت میں ''قالوا'' پڑھنا اور دوسری صورت میں ''قالوا'' نہ پڑھنا کیا عربی قوانین سے ثابت ہے؟ یا دونوں میں سے کسی میں بھی ''قالوا'' پڑھنا ضروری نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... غم ومصیبت کی خبر ملتے ہی إنا للہ الخ پڑھنا مستحب ہے، ترجمہ: ہم اللہ ہی کے ہیں اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ''قالوا'' کے معنی ہیں ''انہوں نے کہا'' لہذا اس جگہ اس لفظ کا تلفظ بے معنی ہے لہذا یہ لفظ نہیں پڑھنا چاہئے، اپنے

گاؤں سے موت کی خبر ہو اس وقت بھی اور باہر گاؤں سے موت کی خبر ہو تب بھی۔

﴿۲۹۳۵﴾ آپ ﷺ کی روح مبارک کسی ولی کی شکل میں حاضر ہو سکتی ہے؟

سوال: تاریخِ اولیاءِ گجرات میں لکھا ہے کہ احمد آباد کے ایک بڑے بزرگ شاہ عالمؒ درس دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی وجہ سے درس دینے کے لئے حاضر نہ ہو سکے تو اس وقت شاہ عالمؒ کی شکل وصورت میں حضور ﷺ نے حاضر ہو کر سبق پڑھایا، پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ شکل بدل کر آ سکتے ہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق جس شخص نے حضور ﷺ کا دیدار کیا تو اس نے آپ ﷺ ہی کا دیدار کیا، شیطان آپ ﷺ کی شکل وصورت اختیار نہیں کر سکتا اس لئے شمائل وغیرہ کتابوں میں آپ ﷺ کا جو حلیہ بیان کیا گیا ہے اسکے علاوہ کسی حلیہ میں کسی نے آپ کو دیکھا تو یہ دیکھنے والے کی حالت پر مبنی ہے، صورتِ مسئولہ میں مذکورہ تاریخی قصہ اگر شرعی ثبوت سے صحیح ثابت ہو جائے کہ حضور ﷺ کو حضرت شاہ عالمؒ کی شکل میں دیکھا گیا تو یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت کے مریدین وشاگردان کو حضرت کے ساتھ جو محبت اور کامل مناسبت تھی اس کی وجہ سے انہوں نے حضور اقدس ﷺ کو حضرت شاہ عالمؒ کی شکل میں دیکھا اور تعلیم حاصل کی۔

سفینۃ الاولیاء اور تاریخِ صوفیاءِ گجرات کے ص:۲۰۲ پر لکھا ہے کہ حضرت شاہ عالمؒ کی شکل وصورت حضور ﷺ کی شکل وصورت سے بہت ملتی جلتی تھی تو اس اعتبار سے ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ تو اپنی اصل حالت (شکل وصورت) میں ہی ہوں اور شاگردوں نے عادت کے مطابق آپ ﷺ کو اپنے استاذ حضرت شاہ عالمؒ سمجھ لیا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۶﴾ اسرائیل کی کھجوروں سے افطار کرنا کیسا ہے؟

سوال: ماہِ رمضان میں ہمارے یہاں ''یوکے'' میں کھجوروں کے بکس (BOX) ملتے ہیں ان بکس پر مختلف ملکوں کے نام ہوتے ہیں جہاں کی وہ کھجور ہوتی ہیں۔ ماہ رمضان کے درمیان اسرائیل کی کھجوریں زیادہ بیچی جاتی ہیں، دوسرے ملکوں (جن میں مسلم مما لک کی بھی کھجوریں ہوتی ہیں) کی کھجوریں بھی بیچی جاتی ہیں، روزہ افطار میں اسرائیل کی کھجوریں سستی ہونے کی وجہ سے زیادہ استعمال کی جاتی ہیں تو اسرائیل کی کھجوریں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ان کھجوروں کی تجارت سے نصاریٰ کو فائدہ ہوتا ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کھجور سے افطار کرنا سنت ہے بیچنے سے یا پیک کرنے سے کوئی چیز اسرائیلی یا نصرانی نہیں ہوجاتی، لہٰذا جو سستہ ہو اسے خرید کر روزہ افطار کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، اسلام دشمن یا مسلم دشمن ظالم ملکوں کی اشیاء کے استعمال سے ان کو مالی فائدہ ہوتا ہے، لہٰذا ان کو اس طرح فائدہ پہونچانے سے بچنا بھی بہتر ہے۔

﴿۲۹۳۷﴾ سورج گہن سے متعلق بیہودہ افواہ

سوال: چند روز قبل سورج گہن ہوا اس کے متعلق پوچھنا یہ ہے کہ گہن کیا ہوتا ہے؟ ایک مسلمان بھائی سے میں نے سنا کہ اگر کوئی حاملہ عورت اس وقت باہر نکلتی ہے تو اس پر گہن کا اثر ہوتا ہے یا اس عورت کو جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ نقص وعیب والا ہوتا ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......سورج گہن ہو یا چاند گہن ہو یہ دونوں قادرِ مطلق اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی نشانیوں میں سے ہیں، جو لوگ چاند یا سورج کی پرستش کرتے ہیں ان کے لئے ایک تنبیہ اور ذلّت ہے کہ تم جن چیزوں کو خدا سمجھتے ہو وہ اتنے کمزور ہیں کہ ان

کی روشنی لے لی گئی تب بھی وہ کچھ نہیں کر سکتے، لہٰذا اسی قادرِ مطلق خدا کی عبادت کرنی چاہیئے جس سے بڑا اور بلند کوئی نہیں ہے۔سوال میں مذکورہ عقیدہ بالکل غلط ہے اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، لہٰذا ایسا عقیدہ اور خیال رکھنا بالکل صحیح نہیں ہے۔

﴿۲۹۳۸﴾ مسجد حرام کی وجہ تسمیہ

سوال: مسجدِ حرام کو مسجدِ حرام کیوں کہا جاتا ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: حرام کے معنی حرمت و احترام اور عزت والا ہونے کے ہیں اور کعبہ شریف کی مسجد کو مسجدِ حرام کہتے ہیں؛ اس لئے کہ وہ مسجد بے حد حرمت اور عزت والی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۳۹﴾ حلال اور حرام مال جمع ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک بڑا خاندان ہے وہ ناجائز طریقہ سے روزی کماتا ہے لیکن اس خاندان میں سے ایک شخص حلال روزی کماتا ہے اور اسی خاندان میں اپنی آمدنی دے کر انہیں کے ساتھ کھاتا ہے، پیتا ہے تو جو شخص حلال روزی کماتا ہے تو شریعت کی رو سے اس میں کوئی حرج ہوگا؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً: جہاں حلال و حرام دونوں آمدنی جمع ہو جائیں تو دیکھا جائے گا کہ زیادہ حصہ حلال کا ہے یا حرام کا اور اس اعتبار سے حکم لگایا جائے گا۔ (عالمگیری ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۴۰﴾ حرام اور حلال میں فرق نہ کرنے والے کی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

سوال: ایک شخص کو حلال و حرام کا علم نہیں ہے وہ شخص سنن، فرائض کا پابند ہے، صدقہ

خیرات خوب کرتا ہے تو اس کی یہ عبادتیں قبول ہوگی یا نہیں؟ ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جو شخص حلال وحرام کو جانتا ہی نہ ہو اور اسی میں لگا رہتا ہو اس کے باوجود فرض واجب سنت وغیرہ کا پابند بھی ہو تو اس وجہ سے شریعت نے اس پر جو حق لازم کیا ہے وہ تو ادا ہو جائے گا، لیکن بارگاہِ عالی میں قبول نہ ہوگا، یعنی اس کی عبادت کا فریضہ اس کے ذمہ سے اتر جائے گا، البتہ ان عبادتوں کا جو ثواب ملنا چاہئے وہ ثواب اسے نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۴۱﴾ مشورہ کے خلاف کرنے میں کوئی وعید ہے؟

سوال: مشورہ کیا گیا ہو اور اس کے مطابق عمل نہ کیا جائے یا یہ کہ اس کے خلاف عمل کیا جائے تو اس سلسلہ میں کوئی وعید ہو تو بتائیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اس سلسلہ میں کوئی وعید ہے یا نہیں، یہ میرے علم میں نہیں۔

﴿۲۹۴۲﴾ استمناء بالید کی حرمت

سوال: میں ایک بیس سال کا نوجوان ہوں کچھ دنوں سے مجھے استمناء بالید (مشت زنی) کی عادت ہوگئی ہے۔ (کتنے ہی نوجوان اس سے توبہ کرتے ہیں اور اسے گناہ سمجھتے ہیں لیکن جوانی کے جوش میں کچھ مدت بعد دوبارہ مشتِ زنی کرنے لگتے ہیں) یہ گناہ کا کام ہے اسے جاننے کے بعد میں نے اللہ کے حضور توبہ کی لیکن پھر یہ عادت واپس شروع ہوگئی اس طرح میں توبہ کرتا رہتا ہوں اور پھر یہ عادت شروع ہو جاتی ہے تو کیا میں سخت گنہگار کہلاؤنگا؟ اور میری اصل توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور کیا یہ مشتِ زنی گناہ کا کام ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......علامہ حصکفیؒ درمختار میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ "ناکح الید ملعون" ترجمہ: مشتِ زنی کرنے والا ملعون ہے اور یہ کام خلاف فطرت ہے، دین وصحت دونوں اعتبار سے سخت نقصان دہ ہے لہٰذا ایسے گناہ کے کام چھوڑ دینا چاہئے، نیز ایسے کام کرنے والوں کے ہاتھوں میں جب وہ میدان حشر میں اٹھیں گے حمل ہوگا، لہٰذا اب کبھی یہ کام نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر کے اور جو ہو گیا اس پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لینی چاہئے کہ اس طرح اللہ کے یہاں توبہ قبول ہو جاتی ہے اور گناہ بھی بالکل معاف ہو جاتا ہے، توبہ کے بعد پھر یہ گناہ ہو جائے تو دوبارہ اسی طرح توبہ کر لینی چاہئے۔

﴿۲۹۴۳﴾ عربوں کو ہلکا سمجھنا

سوال: فی الحال عرب حضرات لوگوں کی نظر میں بدنام ہو گئے ہیں اور لوگ ان کے بارے میں بہت ہی برا بھلا کہتے ہیں، حقیقۃً فی الحال ان کے کام بھی ایسے ہی ہیں جیسے دوسرے ملکوں میں جا کر لاکھوں روپیوں کا جوا کھیلنا، اجنبی عورتوں کے ساتھ عیاشیاں کرنا شراب پینا وغیرہ، لوگ کہتے ہیں کہ عرب حضرات عیاشی میں پڑ گئے ہیں تو کیا ان کے بارے میں اس طرح کہہ سکتے ہیں؟ کیا اس میں کوئی گناہ ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عربی ہو یا عجمی جو لوگ شراب، جوا یا زنا کار ہوں تو ایسے ناجائز وحرام کام کرنے والے سخت گنہگار ہوں گے، لیکن ایسے چند لوگوں کو لے کر پورے عرب معاشرے کو ہلکا سمجھنا یا ان کے خلاف برا بھلا کہنا مناسب نہیں ہے، عرب دشمنی جو یہودیوں کی مراد ہے یہ ان کی مدد کرنے کے برابر ہے، ان کے اعمال خراب ہوں گے لیکن قلبی اور دینی صلاحیت ابھی بھی ہم سے زیادہ اچھی ہے، آج بھی اگر انہیں کوئی

اچھا بہتر رہبر مل جائے تو اخلاق واعمال کی بلند چوٹی پر پہنچ سکتے ہیں، لہٰذا ایسے کاموں سے یا عربوں کے خلاف ایسی باتوں کو پھیلانے سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۴۴﴾ بعض درخت لگانے سے جنات آتے ہیں کیا اس کی کوئی حقیقت ہے؟

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ بعض درخت ایسے ہیں جنہیں ہمارے گھر کے صحن (باڑے) میں نہیں لگانا چاہئے اس وجہ سے کہ ایسے درخت لگانے سے جنات آتے ہیں، شرعاً اس کی کوئی حقیقت ہے؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو وہ درخت کون کون سے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... یہ اعتقاد بالکل غلط اور خیال خام ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، جنات بھی اللہ کی مخلوق ہے اور وہ مختلف جگہوں پر رہتے ہیں البتہ ان کے شر سے بچنے کے لئے حدیث شریف میں جو دعائیں مذکور ہیں انہیں پڑھتے رہنا چاہئے۔

﴿۲۹۴۵﴾ فارسی، عربی اور اردو زبان کی ایجاد کیسے ہوئی؟

سوال: فارسی کا موجد کون تھا؟ اسی طرح عربی اور اردو کا موجد کون تھا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... عربی تو آسمانی زبان ہے، جنت میں جنتیوں کی زبان عربی ہی رہے گی، اور یہ زبان جنت ہی سے آئی ہے، فارسی کی ایجاد کے متعلق کہیں لکھا ہوا نظر سے نہیں گذرا، اردو مغلیہ دور میں وجود میں آئی تھی پہلے یہ لشکری زبان تھی جو فارسی اور عربی سے مل جل کر بنی تھی بعد میں عوام کے استعمال میں آکر اور سدھر جانے کے بعد ایک عظیم زبان بن گئی، اور اس کی مٹھاس کی وجہ سے یہ مستقل زبان ہی بن گئی۔

﴿۲۹۴۶﴾ جمعرات اور چاند رات کو اگربتی جلانا

سوال: جمعرات یا چاند رات کے دن اگربتی یا لوبان سلگانا ضروری ہے؟ مسلمانوں کو

اپنے گھروں میں اگربتی رکھنا ضروری ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... خوشبو لگانا یا گھر میں خوشبو کی دھونی دینا اچھی بات ہے، لیکن لوبان اور اگربتی سلگانے کو ضروری سمجھنا یا اس کے لئے کوئی خاص دن مقرر کرنا غلط ہے۔ مسلمانوں کو اس طرح کی جھوٹی اور غلط پابندیوں سے بچنا چاہئے، نیز مسلمانوں کو گھر میں اگربتّی رکھنا ضروری ہے ایسا عقیدہ رکھنا سراسر غلط اور نادانی پر مبنی ہے۔

﴿۲۹۴۷﴾ گمشدہ بکری کا مالک کون ہوگا؟

سوال: زید کے یہاں ایک گمشدہ بکری آئی، زید نے اسے دو، تین مرتبہ نکال دیا لیکن بکری گئی نہیں اور دوسرے محلّہ میں جانے سے کسی نے اسے پیر میں مارا تو وہ لنگڑی ہوگئی، اور اس کے واپس آنے کی وجہ سے زید نے اسے اپنے یہاں رکھا اور اعلان کیا کہ جس کی ہوگی وہ لے جائے گا۔ بکری آج تقریباً دو ڈھائی سال سے زید کے یہاں ہے اور اس کو پانچ بچے بھی ہوئے ہیں۔ اور آج تک کوئی اسے لینے نہیں آیا، تو اب زید اس کا کیا کرے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بسیار تلاش واعلانات کے بعد بھی اس کا کوئی مالک ظاہر نہیں ہوا اور کوئی اسے لینے نہیں آیا، تو اس بکری کو کسی غریب ومحتاج کو صدقہ کر دیا جائے اور اگر زید خود ہی حاجتمند ہو تو خود بھی رکھ سکتا ہے۔ (شامی وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۴۸﴾ کتا پالنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: کسی بھی غریب یا مالدار مسلمان شخص کے لئے کتا پالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: شکار یا حفاظت کے لئے غریب ہو یا مالدار دونوں کے لئے کتا پالنا درست ہے البتہ فقط شوق کے لئے کتا پالنے سے حدیث شریف میں منع کیا گیا

ہے، اور مذکورہ ضرورت کے بغیر کتا پالنا یا رکھنا روزانہ ایک یا دو قیراط نیکی کم کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص:۳۵۹)۔فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۴۹﴾ جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے

سوال: سننے میں آیا ہے کہ گھر میں، گھر کے صحن میں یا گھر کے پیچھے کتا رہتا ہو تو اس گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، کیا یہ حقیقت کتاب سے ثابت ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مشکوٰۃ شریف:۳۸۵ پر حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو یا کتا ہو وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

﴿۲۹۵۰﴾ کتے کو کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: آپ محترم کا گذشتہ ماہ جواب آنے کے بعد میں نے اپنا پالتو کتا ایک بھنگی کو دے دیا تھا، کتا دیدینے کے بعد اُس کے یہاں وہ بیچارہ بھوکا مر رہا ہے اور میرے یہاں آتا ہے تو کیا میں اسے کھلا سکتا ہوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بغیر ضرورت کتا پالنا ناجائز ہے لیکن اگر بھوکا ہو تو اُسے کھانا دینا یا اس پر رحم کرنا ممنوع نہیں ہے، لہٰذا اگر تمہاری پالنے کی نیت نہ ہو صرف اللہ کی مخلوق سمجھ کر اس پر رحم کر کے کھلاتے ہو تو ثواب کے مستحق ہوں گے کوئی گناہ نہ ہوگا، جیسے کہ ایک زناکار عورت کی بخشش ایک پیاسے کتّے کو پانی پلانے کی وجہ سے ہوئی تھی۔

﴿۲۹۵۱﴾ ہاتھ پیر کی انگلیاں چٹخانا

سوال: کیا ہاتھ پیر کی انگلیاں چٹخانا گناہ کا کام ہے؟ اور کیا اسے شیطان کی تسبیح کہا جاتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ہاتھ پیر کی انگلیاں چٹخانا نماز کی حالت میں ہو یا مسجد میں ہو مکروہِ تحریمی ہے، ابن ماجہ شریف کی حدیث میں منع کیا گیا ہے، اسی طرح مذکورہ دونوں حالتوں کے علاوہ انگلیاں چٹخانا اکثر فقہاء کی آراء کے مطابق مکروہِ تنزیہی ہے۔ (طحطاوی ص:۲۰۸، شامی جلد:۱) لہٰذا ضرورتِ شدیدہ کے بغیر نماز کے باہر بھی انگلیاں چٹخانے سے بچنا چاہئے۔ (ہدایہ) اسے شیطان کی تسبیح تو نہیں کہیں گے البتہ اسے شیطان کے ساتھ مشابہت میں شمار کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۵۲﴾ بدکار پڑوسی عورت سے شادی کے متعلق اگر کوئی مشورہ مانگے تو کیا کرنا چاہئے؟

سوال: ایک عورت برے کام کرتی ہے اور اس عورت کے باہر سے پیغام آتے ہیں ہم اس عورت کے پڑوسی ہیں اور جو مرد پیغام دینا چاہتا ہے وہ ہم سے اس عورت کے کردار کے متعلق پوچھتا ہے تو سوال یہ ہے کہ ہم اس عورت کی تعریف کریں یا برائی؟ اور شریعت تو یوں کہتی ہے کہ تم جو چیز اپنے لئے پسند کرو وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرو تو اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......قرآن کریم اور حدیث شریف میں غیبت اور بہتان وغیرہ کا بہت بڑا گناہ بیان کیا گیا ہے، اور اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں جس سے تمام مسلمانوں کو بچنا چاہئے لیکن کچھ حالات ایسے ہیں کہ اگر ان میں غیبت ہو جائے تو گناہ نہیں، جن میں سے ایک حالت سوال میں مذکور ہے، ایسے موقعہ پر سچّی حقیقت بتا دینے میں کوئی گناہ نہ ہوگا۔ (شامی ج:۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۵۳﴾ زنا، چغلی معاف ہوں گے یا نہیں؟

سوال: زنا، چغلی معاف ہوں گے یا نہیں؟ مرد اپنے چچا کی لڑکی کے ساتھ بغیر پردے کے بے تکلفی کے ساتھ رہ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... اگر سچّے دل سے توبہ کی جائے تو معاف ہو سکتے ہیں لیکن چغلی میں مزید شرط یہ ہے کہ جس کی چغلی کی گئی ہو اس سے بھی معاف کرا لیا جائے، چچا کی لڑکی شریعت کے حکم کے مطابق نامحرم میں شمار کی جاتی ہے اس سے شرعاً پردہ کرنا ضروری ہے اس لڑکی کے ساتھ بے تکلفی کا تعلق چھوڑ دینا چاہئے، لڑکی اور اس کے گھر والوں کے ساتھ زیادہ تعلق نہ رکھے، دل کی حالت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے باوجود تہمت سے بچنا بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۵۴﴾ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

سوال: کیا حضور ﷺ نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے؟ نیچے کا مضمون دھیان سے پڑھیں، صحیح بخاری (اردو ترجمہ) جلد اول ص:۱۱۱ پارہ نمبر:۱ ''باب الوضوء'' میں ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا یا بیٹھ کر پیشاب کرنا دونوں جائز ہیں، اس کے تحت لکھا ہے کہ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی قوم کے پڑاؤ کے پاس تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر پانی مانگا تو میں آپ کے پاس پانی لے کر آیا اور آپ ﷺ نے وضو فرمایا، اوپر جو حوالہ دیا گیا ہے اس کے مترجم ''مرزا حیرت دہلوی'' ہیں مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

حضرت مفتی صاحب سے عرض ہے کہ آپ ذرا تفصیلی جواب دیں کہ آپ ﷺ نے ہو

سکتا ہے کہ مجبوراً کھڑے ہوکر پیشاب کیا ہو؟ لیکن وہاں لکھا ہے کہ کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر دونوں طریقوں سے پیشاب کرنا جائز ہے کسی مجبوری کا تذکرہ نہیں کیا۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... ''مرزا حیرت دہلوی'' شدت پسند اہلِ حدیث ہے لہٰذا ان کے ترجمہ میں غیر مقلدیت کا بہت ہی گہرا اثر ہے، ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا'' اس کے متعلق محدثین نے کئی وجوہات بیان کی ہیں جیسے کہ مجبوری کی حالت: گھٹنوں میں درد تھا یا یہ کہ وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ تھی اور آپ بیٹھ نہیں سکتے تھے وغیرہ وغیرہ، لہٰذا ان حالتوں میں کوئی حرج نہیں، ورنہ مسئلہ تو یہی ہے کہ کسی خاص مجبوری کے علاوہ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا خلافِ ادب اور مکروہ ہے۔ (طحطاوی ص:۳۲، بذل ج:۱،ص:۲۷)

﴿۲۹۵۵﴾ نیوتہ دینا، لینا دونوں ناجائز ہیں۔

سوال: دیگر عرض یہ ہے کہ فی الحال گجرات میں شادی کا موسم ہے بعض حضرات اپنے فرزندوں کے ولیمہ کی دعوت کے وقت یا لڑکی کی شادی کے وقت شامیانہ کے قریب ٹیبل رکھتے ہیں جہاں وہیوار (نیوتہ) لے کر اس کو کاپی میں درج کیا جاتا ہے، تو اس طرح وہیوار (نیوتہ) لینے دینے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

اسی طرح نانا اپنی نواسی اور نواسہ کی شادی کے وقت اپنے رشتہ داروں کی موساڑا (یعنی ماموں کی طرف سے) کی دعوت دیتا ہے، اور اِس دعوت میں نیوتہ کے طور پر کچھ رقم لی جاتی ہے پھر یہ رقم اپنی لڑکی کو دیدی جاتی ہے، تو اس رسم کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... مذہبِ اسلام سادگی پسند اور سیدھا سادہ مذہب ہے اس کے تمام احکام دنیا وآخرت میں کامیابی دلانے والے ہیں، اسی طرح نکاح اور اس کے

احکام بھی آسان اور سادے ہیں، لیکن ہم نے اس سے بے توجّہی برت کر اپنی من مانی سے یا دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی ریا کاری اور مالداری دکھانے کے لئے بہت سی غلط رسومات اختیار کر لی ہیں، جن کی وجہ سے دنیا میں تو پریشان حال ہیں ہی لیکن آخرت میں ہمارا کیا ہوگا، وہ تو اللہ کی مہربانی ہی پر موقوف ہے۔

ہدیہ اور بخشش وغیرہ کے لئے بھی فقہی کتابوں میں مکمل طور پر وضاحت اور تفصیل موجود ہے، اور حدیث شریف میں بھی ہدیہ لینے اور دینے کو جائز قرار دیا گیا ہے، مزید اس کو تعلقات بڑھانے والا اور محبت پیدا کرنے والا بتلایا گیا ہے؛ اس لئے ہمیں حدیث اور فقہ کے حکموں کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے، شادی اور ولیمہ کے موقعہ پر بھی ہم شریعت کے حدود کی رعایت نہیں کرتے، اور اس سے تجاوز کرتے ہیں اور اپنی شریعت کو اس معاملہ میں ناقص سمجھتے ہوئے دوسروں کے طریقے کو اپنا رہے ہیں جو بند ہونا چاہئے۔

شادی اور ولیمہ کی دعوت کے موقعہ پر ٹیبل رکھ کر وہیوار (نیوتہ) کے نام سے جو رقم لی جاتی ہے جس کو بعض جگہ چاندلا اور شیش کہا جاتا ہے، بعض جگہ نوید اور آپ کے یہاں وہیوار کہا جاتا ہے، یہ ہمارا غیروں کا اختیار کردہ رواج ہے جو شرعاً ناجائز وممنوع ہے، حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ وغیرہ اکابرین علماء نے صاف طور پر اسے ناجائز لکھا ہے، جس کی بعض وجوہات درجِ ذیل ہیں۔

(۱) رقم دینے والا ہدیہ اور بخشش کے اصولوں کی رعایت نہیں کرتا صرف ریا کاری اور شہرت کی خاطر یہ وہیوار دیتا ہے، اور بیہقی شریف کی حدیث کے مطابق ریا کاری یا شہرت کی

خاطر دینا گناہ اور ذلّت کا سبب ہے۔

(۲) اپنے یہاں خوشی کا موقعہ تھا تو اس وقت انہوں نے ہمیں دیا تھا اس لئے ہمیں بھی دینا چاہئے یعنی عاریت یا قرض کے طور پر دیا تھا جس کا ادا کرنا ضروری ہے، ادا نہ کریں تو بد گمانی پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے بھی ناجائز ہے۔

(۳) غیروں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے یہ رسم ہم میں جاری ہوگئی ہے جس سے تشبہ کا گناہ ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ جو انسان غیروں کے ساتھ مشابہت اختیار کریگا تو وہ انہی میں سے ہوگا۔

(۴) نہ دیں گے تو لوگوں میں بخیل کہے جائیں گے یا ذلیل ہوں گے اور بے عزتی ہوگی، خاص طور پر ویڈیو بھی اتارا جاتا ہے؛ اس لئے بھی یہ ناجائز ہے۔

(۵) بعض مرتبہ وسعت نہ ہونے کے باوجود قرض لے کر یا سودی قرض لے کر اس ذمہ داری کو پورا کیا جاتا ہے جس کا ناجائز و حرام ہونا ظاہر ہے۔

(۶) مباح یا مستحب کام بھی ضروری یا لازم سمجھ کر کرنا یہ بھی منع کے درجہ میں آجاتا ہے۔

(۷) ہوٹل میں کھانے کے بعد پیسے دئے جاتے ہیں؛ اس لئے شادی اور ولیمہ میں بھی ہوٹل کا کھانا کھایا اس لئے اس کے پیسے وہیوار (لین دین اور رواج) کے نام سے ادا کئے جاتے ہیں۔

(۸) موساڑا بھی غیر مسلموں کا رواج ہے یہ لوگ لڑکیوں کو میراث نہیں دیتے اور اس کے عوض میں خوشی اور غمی کے وقت مَامِیرُو یا ایسے ہی دوسرے کسی نام سے بہن یا اس کی اولاد کو دینا ضروری سمجھ کر دیتے ہیں؛ اس لئے مشابہت کی وجہ سے ناجائز اور ممنوع ہے۔

حضرت مفتی عبد الغنی کاوی رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: ہدیہ اور تحفہ جس کا بدلہ نہ لینے کے ارادہ سے دیا جائے لیکن اپنے یہاں کے رواج اور دستور کے مطابق شادی یا ختنہ یا ایسے ہی دوسرے مواقع میں جو لوگ دیتے ہیں جس کو ظاہر میں ہدیہ کہا جاتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے دیکھتے ہوئے واپس لینے کی نیت سے دیا جاتا ہے، دینے والا بھی اس کی فہرست اپنے پاس رکھتا ہے اور لینے والا بھی اس کی فہرست رکھتا ہے، ہمیں دیا ہے تو ہمیں بھی ان کے یہاں خوشی کے موقع پر دینا پڑے گا اگر نہیں دیا جاتا ہے تو لوگوں میں چہ می گوئیاں ہوتی ہے کہ فلاں ہمارا لے کر بیٹھ گئے اور ہمارے یہاں دیا نہیں اسی کو چاندلا کہا جاتا ہے اور یہ قرض کی طرح ہو جاتا ہے، اور قرض کا موضوع بہت دور تک پہنچ جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں فتاویٰ عبد الغنی) فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۵۶﴾ مرد کب بالغ کہلائے گا؟

سوال: شریعت کی رو سے مرد کب بالغ شمار ہوتا ہے؟ زید کی عمر فی الحال ۲۵ سال کی ہے تو اسے کتنے سالوں کی فائتہ نمازوں کی قضاء کرنی پڑے گی؟ اور اگر روزے چھوٹ گئے ہوں تو کتنے سالوں کے روزے قضاء کرنے پڑیں گے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... جب مرد کی منی شہوت سے نکلے یا احتلام ہو اس وقت سے مرد بالغ شمار ہوگا، اور اگر کسی شخص کی عمر زیادہ ہو جانے کے باوجود مذکورہ علامتیں ظاہر نہ ہوں تو قمری (اسلامی) سال کے اعتبار سے پندرہ سال مکمل ہو کر سولہواں سال شروع ہو جائے تو شریعت کی جانب سے اس پر بالغ ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا۔ (طحطاوی ص: ۶۲ اور درمختار) اور اس وقت سے نماز اور روزے کی قضاء کا حساب کرنا چاہئے۔

﴿۲۹۵۷﴾ عمر اسلامی مہینوں کے مطابق شمار کی جائے یا انگریزی مہینوں کے مطابق؟

سوال: میرے شاگرد کی پیدائش دسمبر ۱۹۵۲ء میں ہوئی وہ اس سال رمضان میں تراویح پڑھانا چاہتا ہے تو پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ پندرہ سال مکمل ہونے میں دو مہینے باقی ہیں تو یہ پندرہ سال اسلامی تاریخ کے مطابق شمار کئے جائیں یا انگریزی تاریخ کے مطابق؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کسی بھی نماز کی امامت کے لئے امام کا بالغ ہونا ضروری ہے، نابالغ کا بالغوں کی امامت کرنا درست نہیں ہے، بالغ ہونے کی دو علامتیں ہیں، ایک کو حقیقی اور دوسرے کو حکمی کہتے ہیں۔

(۱) جس شخص کو احتلام یا انزال ہونے لگے تو اسے حقیقی معنی میں بالغ شمار کیا جائے گا۔

(۲) جس شخص کی عمر پندرہ سال ہونے کے باوجود بھی مذکورہ علامت ظاہر نہ ہوں تو پندرہ سال مکمل ہونے کے بعد سولہواں سال شروع ہوتے ہی اس پر بھی بالغ ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا، اور اس کی امامت بھی درست ہوگی، اور اس سلسلہ میں انگریزی سال کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ اسلامی سال کے اعتبار سے حساب لگایا جائے گا، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ۱۹۵۲ء کے سال پیدا ہونے والے لڑکے کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۵۸﴾ چھوٹے بچے کو ماں کا دودھ دوائی کے ساتھ پلانا

سوال: ماں کے دودھ میں دوا ملا کر چھوٹے بچہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ بہشتی زیور میں ہے کہ عورت کے دودھ کو بطور دواء استعمال کر سکتے ہیں، ماں کا دودھ اس کے بچہ کے کان، آنکھ میں ڈال سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... دو سال یا اس سے کم عمر کے بچہ کو ماں کا دودھ پینا اور

پلانا جائز ہے، نیز بچہ کے آنکھ، کان میں دودھ ڈالنے کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بچوں کو دودھ ڈالے بغیر شفاء نہ ہوتی ہو یا کوئی مسلمان ماہر طبیب ایسا کرنے کو کہے تو جائز ہے۔ (شامی ج:۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۵۹﴾ اسٹیل کے برتن کا استعمال

سوال: کھانے پینے میں اسٹیل کے برتنوں کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... کھانے پینے میں یا دوسرے کسی بھی کام میں اسٹیل کے برتنوں کے استعمال سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے، لہٰذا جائز ہے۔ (درمختار، شامی اور جوہرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۰﴾ چھینک اور جمائی کی حقیقت

سوال: چھینک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، اور جمائی شیطان کی طرف سے، اسے سمجھائیے؟ اس لئے کہ ہر شئ کا خالق و مالک تو اللہ ہی ہے اور ہر شئ اس کے ہی اختیار میں ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... چھینک ہو یا جمائی، اچھی چیز ہو یا بری، ہر شئ کا خالق تو اللہ ہی ہے اور اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی شئ حرکت بھی نہیں کر سکتی، چھینک آنے سے دماغ کی صفائی ہوتی ہے جس کی بناء پر بدن میں چستی آتی ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور جمائی آنے سے بدن میں سستی آتی ہے جو اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۱﴾ جھوٹی شہادت دینا اور حق والوں کا حق ادا نہ کرنا

سوال: میرے قریہ (گاؤں) میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اس کی صرف دو لڑکیاں ہیں اور کوئی اولاد نہیں ہے، مرحوم کے انتقال کے بعد چھوٹی لڑکی نے اپنے سمدھی سے مشورہ کیا کہ بڑی بہن غریب ہے وہ کچھ نہیں کر سکے گی، اس لئے پوری جائداد پر قبضہ کر لیتے ہیں، بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو سمجھایا لیکن وہ نہیں مانی تو بڑی بہن نے کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا کہ والد کی جائداد میں اس کا بھی حصہ ہے اور اس جائداد سے اسے بھی حصہ ملنا چاہئے تو چھوٹی بہن اور اس کے سمدھی نے جھوٹی فریاد کی کہ اس نے والدہ کی مار پیٹ کی ہے، تو کورٹ نے اس کو، اس کے شوہر کو اور اس کے تینوں بچوں کو قید میں بند کر دیا، بعد میں صحیح حقیقت ظاہر ہونے پر بڑی بہن اور اس کے شوہر اور اس کے تینوں بچوں کو کورٹ نے چھوڑ دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس طرح جھوٹی فریاد داخل کرنا اور تینوں کو جیل بھجوانا اور جھوٹے مقدمہ میں روپئے برباد کرنا اور جھوٹی گواہی دینا از روئے شریعت وحدیث شریف کیسا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... حق والوں کو ان کا حق نہ دینا کبیرہ گناہ ہے، اس لئے ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے، اور اگر بھول ہو گئی ہو تو توبہ کر لینی چاہئے اور حق والوں کو ان کا حق ادا کر دینا چاہئے یا معاف کروا لینا چاہئے۔ خیال رہے کہ اللہ کے یہاں ہر چیز کا جواب دینا ہے، اگر حق والوں کا حق دنیا میں نہیں دیا تو آخرت میں نیکیوں کی صورت میں دینا پڑے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۲﴾ ولد الزنا کے حقوق

سوال: ایک شادی شدہ نوجوان لڑکے نے ایک پرائی عورت کے ساتھ زنا کیا، جس کے

نتیجہ میں اس پرائی عورت سے اسے ناجائز بچہ پیدا ہوا، البتہ اس نوجوان لڑکے نے اس سے توبہ کرلی ہے، اب یہ شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ اسکی اس لڑکے کے متعلق کیا ذمہ داری ہے؟ اس بچہ کو وہ اپنے گھر لاکراس کی پرورش کرسکتا ہے یانہیں؟ اس بچہ کی پرورش کی ذمہ داری اس نوجوان کی ہے یانہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......زنا سے پیدا ہونے والا بچہ شریعت میں زانی کا بچہ نہیں سمجھا جاتا، اس لئے والد پر اپنے بچہ کے جو حقوق لازم ہوتے ہیں زانی پر ولدالزنا کے وہ حقوق لازم نہیں ہوتے اور نہ ولدالزنا پر باپ ہونے کی حیثیت سے زانی کا کوئی حق لازم ہوتا ہے، اس بچہ کا نام اس کی والدہ کے نام کے ساتھ جوڑا جائیگا، اوراس کی پرورش کی ذمہ داری بھی اسکی والدہ پر ہے، البتہ آپ اس کی پرورش کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، ناجائز یا ممنوع نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۴﴾ ثواب جاریہ کی فضیلت

سوال: عرض وگذارش یہ ہے کہ بندہ کو مندرجہ ذیل احادیث کی ضرورت ہے تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

(۱) پانی کے لئے بورنگ یا کنواں کھدوانے کی فضیلت پر حدیث شریف تحریر فرمائیں۔

(۲) قرآن پاک وقف کرنے یا پڑھنے کے لئے ہدیہ دینے کی فضیلت پر حدیث شریف تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......ابوداؤد شریف باب فی فضل سقی الماء

عن سعد ابن عبادة انه قال یا رسول الله ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل

قال الماء فحفر بئرا و قال هذه لام سعد۔ (۲۳۹/۱۱،مشکوۃ:۱۶۹)۔

عن سعد بن عبادة ان امه ماتت فقال یا رسول الله ان امی ماتت افاتصدق عنها قال نعم قال فای الصدقة افضل قال سقی الماء فتلك سقایة سعد بالمدینة۔ (نسائی شریف:۱۱۳/۲)

(۲) علامہ سیوطیؒ کی شرح الصدور کے حوالہ سے فتاویٰ محمودیہ مطبوعہ پاکستان (۲۱۶/۹) پر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث اس طرح لکھی ہے۔

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ ان مما یلحق المؤمن عن عمل حسناته بعد موته علماً علمه و نشره او ولدا صالحاً ترکه او مصحفاً ورثه او مسجداً بناه او بیتا لابن السبیل بناه او نهراً اجراه او صدقة اخرجها من ماله فی صحته و حیاته یلحقه من بعد موته۔ (شرح الصدور باب ماینفع لمیت فی قبرہ:۲۹۶)۔

﴿۲۹۶۴﴾ دری، گدے، سوفے کو پاک کرنے کا طریقہ

سوال: مسجد کی دری پر ایک بچہ نے پیشاب کر دیا تو اب اسے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے، نیز گھروں میں صوفوں اور گدوں پر ناپاکی لگ جائے تو ان کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ مذکورہ اشیاء پر کچھ دیر پانی بہانے سے یہ اشیاء پاک ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......جن اشیاء پر ناپاکی لگی ہو اور وہ ناپاکی ان چیزوں میں پیوست ہو گئی ہو تو ان چیزوں کے پاک ہونے کے لئے ان کو تین مرتبہ دھونا اور ہر مرتبہ نچوڑنا ضروری ہے، اگر وہ ایسی ہوں کہ ان کو نچوڑا نہ جا سکتا ہو تو ان پر پانی بہایا جائے اور ان کو لٹکا دیا جائے اور اتنی دیر انتظار کیا جائے کہ ان کا پانی ٹپکنا بند ہو جائے، تین مرتبہ ایسا کرنے سے ان کے پاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور اگر وہ چیز از قبیل ریگزین یا

پلاسٹک ہواور ایسی سخت ہو کہ ناپا کی ان میں پیوست نہ ہوتی ہو تو اسے صاف کر کے تین مرتبہ اوپر سے پانی بہا دینے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی۔

دری اور صوفے اور گدے وغیرہ کو بہتے پانی میں چھوڑ دیا جائے اور ان پر سے اتنا پانی بہایا جائے کہ ناپا کی دور ہو جائے اور صاف ہو جانے کا یقین ہو جائے تو وہ چیز پاک ہو جائے گی۔ (شامی:۱)

﴿۲۹۶۵﴾ تراویح پڑھانے کی اجرت کے وبال سے بچنے کی شکل

سوال: میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حافظ قرآن ہوں، اور کئی سالوں سے تراویح پڑھاتا ہوں، پہلے جس جگہ میں میں تراویح پڑھاتا تھا اس جگہ مجھے تراویح پڑھانے کے روپے ملتے تھے اور وہ روپے میں لیتا تھا، مجھے یاد ہے اب تک کل کتنے روپے میں نے لئے ہیں، اب میری حالت الحمد للہ بہت اچھی ہے، اور اب میں ان روپیوں کے وبال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہوں، تو اسکا کیا طریقہ ہے؟ اور یہ رقم کسے دینی چاہئے؟ اسکی آسان صورت بتا کر ممنون فرمائیں۔

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینا قرآن پاک کو فروخت کرنے کے مانند ہے، اس لئے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور اتفاق سے شروع میں لے لئے ہوں تو اس فعل سے توبہ کرنا ضروری ہے، اور جن سے لئے ہوں انہیں واپس کر دیا جائے، اگر انہیں واپس کرنا ممکن نہ ہو تو غریب اور محتاج کو صاحب اموال کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے تو انشاء اللہ گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔ (شامی) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۶﴾ بورنگ فیل ہوجائے تو بھی اس پر ثواب ملے گا۔

سوال: ایک شخص نے پانی کے لئے بورنگ کروایا، لیکن اتفاق سے وہ بورنگ فیل ہو گیا، تو کیا یہ بورنگ کروانے والے کو اس کا ثواب ملے گا؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً...... بورنگ کے لئے جو خرچہ کیا وہ اگر اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے کیا تو اس پر ضرور ثواب مل جائیگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۷﴾ دوسرے کے مکان میں کھڑکی کھولنا

سوال: میری ملکیت کے پڑوس میں ایک شخص نیا مکان چار منزلہ اپارٹمنٹ بنوار ہا ہے، اور ہماری عمارت گراؤنڈ فلور اور دو منزلہ ہے، ہمارے مکان کے پیچھے گارڈن ہے اس میں حمام وبیت الخلاء ہے، جو اوپر کھلا ہے، ہوا اور روشنی کے لئے، میرے پڑوس والا جو اپارٹمنٹ بنا رہا ہے اس کی دیوار ہماری دیوار سے متصل ہے، اور اوپر کی طرف سے اس کی دیوار میں کھڑکی اور روشن دان بنوار ہا ہے، یہ کھڑکی ہماری چھت پر کھلتی ہے، ان کھڑکیوں اور روشن دانوں سے ہمیں سخت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے اگر کوئی کوڑا کرکٹ، گندا پانی ڈالے تو وہ بھی ہماری چھت پر گرے گا، ہم اپنی ملکیت میں نیا تعمیری کام کروانا چاہیں تو اس فلیٹ کی کھڑکیاں بند ہو جائیں گی، اس لئے کہ اس نے میری دیوار سے متصل بنایا ہے، اس وقت لڑائی جھگڑے کا اندیشہ ہے تو کیا اس کے لئے ایسی کھڑکی اور روشن دان بنوانا جائز ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......حدیث شریف میں پڑوسی کی بہت اہمیت وارد ہے، اور پڑوسی کے حقوق بھی بتا کر ایک دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لئے ہمیں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ ہمارے کسی عمل سے ہمارے پڑوسی کو

تکلیف نہ پہنچے،اور پڑوسی کی رعایت کرتے ہوئے کوئی کام کرنا چاہئے۔
مذکورہ شخص اپنی زمین میں جو تعمیر کروا رہا ہے اس سے آپ کے مکان میں پردہ وغیرہ میں تکلیف ہو رہی ہے تو آپ اپنی طرف سے اسے کھڑکی کھولنے سے روک سکتے ہیں۔
عالمگیری وفتاویٰ بزازیہ میں ہے:

اصابته ساحة فی القسمة فاراد ان یبنی علیها و یرفع البناء و منعه الآخر فقال تفسد علی الریح و الشمس له الرفع کلما شاء و له ان یتخذ حماما او تنورا و ان کف عما یؤذی جاره فهو احسن فقد جاء فی الحدیث من آذی جاره ورث الله تعالیٰ داره و جرب فوجد کذالك و قال فصیروا الصغار له المنع۔ (عالمگیری،فتاویٰ بزازیہ:۶/۴۱۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۶۸﴾ ”عالم کے سونے کو فضیلت ہے عابد کی عبادت پر“ اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟

سوال: ۱......کیا عالم کا صرف سونا، جاہل یا عابد کے عبادت کرنے اور ستر سال کی عبادت سے افضل ہے؟ یعنی کیا عالم کے سونے کو عابد کی عبادت پر فضیلت ہے؟ اس عبارت کا مقصد، مفہوم اور اس میں حکمت کیا ہے اس کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔
۲......”درست تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقلمندی نہیں ہے“ اس عبارت میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً......عالم اپنے علم پر عمل کر کے خود تو فائدہ اٹھاتا ہی ہے لیکن اپنا علم دوسرے کو سکھا کر اسکو بھی فائدہ پہونچاتا ہے،تو عالم کے علم کا فائدہ صرف اس تک محدود نہیں بلکہ متعدی ہے یعنی اسکا فائدہ دوسروں کو بھی ہوتا ہے اور عابد کی عبادت یا جاہل کی عبادت سے اسے خود فائدہ پہنچتا ہے،اسکا فائدہ متعدی نہیں ہے،اور عالم راحت کے لئے آرام کرتا ہے تو یہ آرام کرنا فرض کفایہ عبادت کی تیاری کے لئے ہونے کی وجہ سے

ایسے سونے میں بھی ثواب ہے۔

۲...... ہر کام سے پہلے اس کے انجام کے بارے میں سوچ لینا چاہئے، اسکو شروع کرنے سے کیا نتیجہ حاصل ہوگا اور اس کام کا آخری انجام کیا ہوگا اس کے بارے میں سوچ لینا چاہئے تاکہ بعد میں افسوس یا پچھتانے کا موقع نہ آوے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۶۹﴾ کرایہ دار کا سیلاب کی مدد (جو حکومت کی طرف سے ان کو ملی ہے) سے مکان کی مرمت کروانا اور مکان مالک کا مدد سے مطالبہ کرنا

سوال: میں نے اپنے دوست طیب بھائی سے ایک کارخانہ قریب ۲۰۰۵ کے سال میں کرایہ پر لیا تھا، ۲۰۰۶ میں ہمارے کارخانہ میں سیلاب آیا، جس کی وجہ سے میرے کارخانہ کے مال اور مشینری کو بہت نقصان ہوا، ہمارا بیمہ بھی نہیں تھا، سرکار کی طرف سے ہمارے کارخانہ کو کچھ رقم سیلابی راحت کے طور پر ملی وہ ہم نے اپنے نام سے فارم بھرا تھا تو ہمارے نام سے سرکار کی طرف سے چیک آیا تھا اس رقم سے ہم نے کارخانہ کی مشین اور سامان اور ہمارے مال کے نقصان میں خرچ کیا تھا، ہمارا کارخانہ بالکل دومہینہ سے بند تھا، کارخانہ کے مالک نے دومہینہ کا کرایہ بھی ہم سے نہیں لیا اور ہم نے مالک سے کارخانہ اور مشین رپیرنگ اور سامان اور صفائی کا خرچ بھی نہیں لیا، سرکار کی طرف سے ہمارے نام سے جو رقم آئی تھی اس میں سے خرچ کر کے کارخانہ مکمل شروع کردیا، اور اس علاقہ کے تمام کارخانے والوں نے ایسا ہی کیا تھا، کسی مالک نے سرکاری مدد کے آدھے روپے لئے تو کارخانہ شروع کرنے کا خرچ بھی اسی سے لیا گیا، میرے پاس جو رقم آئی اسکا میں نے مذکورہ طریقہ سے استعمال کیا تو اب پوچھنا یہ ہے کہ اس رقم میں مکان مالک کا کوئی حصہ لگتا ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں آپ کے لکھنے کے مطابق فارم آپ نے اپنے نام سے بھرا تھا، سرکاری مدد آپ کے نام سے آئی تھی اور آپ نے ان روپیوں سے کارخانہ کی صفائی اور مرمت کام وغیرہ کروا کر کارخانہ کو شروع کرنے کے لائق بنایا، تو یہ اصلاً وقانوناً صحیح ہوا، اب کارخانہ کے مالک کا ان روپیوں میں حصہ مانگنا صحیح نہیں ہے اور آپ کے لئے دینا ضروری نہیں ہے۔

﴿۲۹۷۰﴾ پرائی عورت کے انڈے میں مرد کی منی داخل کر کے انجیکشن کے ذریعہ رحم مادر میں پہنچا کر اولاد حاصل کرنا

سوال: ایک شخص کی شادی کو دس سال ہو چکے ہیں اور آج تک یہ شخص اولاد کی نعمت سے محروم ہے، اس شخص نے جانچ کروائی تو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی کے رحم میں انڈوں کی کمی ہے بلکہ انڈے کالعدم ہیں، اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ اولاد ہونے کی امید بالکل نہیں ہے اب یہ شخص اپنی پہلی بیوی کو نکاح میں باقی رکھ کر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو از روئے شرع کیا اس کی اجازت ہے؟ اور اس کے بعد اس پر شوہر ہونے کی حیثیت سے کیا کیا ذمہ داریاں لازم ہوتی ہیں؟

۲......اس کے سسرال والے اور دوسرے متعلقین اس پر زور دیتے ہیں کہ تو دوسرا نکاح نہ کر بلکہ ڈاکٹری علاج کروا کر اولاد حاصل کر لے اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کا مادۂ منویہ لے کر پرائی عورت کے انڈے میں داخل کر کے کانچ کی پیٹی جیسی مشین میں اس کی پرورش ہوتی ہے، اور بعد میں انجیکشن کے ذریعہ رحم مادر میں داخل کر دیا جاتا ہے تو پوچھنا یہ ہے کہ اس طریقہ میں شرعی اصول کے مطابق کوئی خرابی تو نہیں ہے؟ کیا اس طریقہ سے اولاد حاصل

کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً......اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں: کہ وہ جسے چاہتا ہے نرینہ اولاد دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے زنانہ اولاد دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے دونوں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ رکھتا ہے، کسی کو دینا نہ دینا اسکی حکمت اور دانائی پر مبنی ہے، ہمیں اسکے حکم پر ہر حال میں راضی رہنا چاہئے، تاہم اگر دوسرا نکاح کرنے سے اولاد کی نعمت مل سکتی ہو تو اس ارادہ سے دوسرا نکاح کرنا جائز اور درست ہے البتہ اس وقت دونوں عورتوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا لازم اور ضروری ہے، ورنہ قیامت کے دن سخت گناہ ہوگا۔

۲......آج کے ترقی یافتہ دور میں ٹیسٹ ٹیوب بیبی یا ایسی دوسری ترکیبوں سے اولاد حاصل کی جاتی ہے، (اخبارات میں ان کی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں) یہ اسلامی تعلیمات کے منافی اور بے حیائی اور فطرت سلیمہ کے خلاف ہے، اس میں اسلام کی افضلیت اور نسل کی پاکیزگی باقی نہیں رہتی، اور بے حیائی کا زور و غلبہ ہوتا ہے، لہذا ایسا عمل کرنے والے یا کروانے والے تمام گناہ میں برابر کے حصہ دار ہونگے۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۷۱﴾ اراضئ وقف کے جو روپے حکومت کی طرف سے ملے اس سے شہر میں دکان خریدنا

سوال: ہمارے یہاں ریلوے اور ہائیوے کی نئی لائینیں شروع ہورہی ہیں اس کے لئے سینٹرل گورنمنٹ کا حکم بھی آ گیا ہے، اور گاؤں کے بہت سے لوگوں کی زمینیں ریلوے اور ہائیوے میں جارہی ہیں، ان زمینوں کے جو روپے ملیں گے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس سے دوسری زمین خریدی جائے یا شہر میں دکان لی جائے، اگر زمین رکھی جائے تو

لوگ زراعت پر لیتے نہیں ہیں اگر لیتے ہیں تو بہت معمولی رقم دیتے ہیں، گذشتہ سال مسجد کی دو زمینیں ایسی تھی کہ جسے زراعت پر کسی نے نہیں لیا مکمل سال بے فائدہ پڑی رہی اگر شہر میں دکان لی جائے تو سال دو سال میں اچھی خاصی رقم کرایہ میں ملتی ہے، تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... وقف زمین اگر حکومت لے لے اور اس کے عوض روپے دے تو ان روپیوں سے دوسری وقف کی جائداد خرید لینی چاہئے، اس لئے ان روپیوں سے زمین ہی خریدنی ضروری نہیں ہے، شہر میں مکان یا فلیٹ خرید کر وقف کر کے اس سے آمدنی حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿۲۹۷۲﴾ نابالغ بچوں کو مساجد میں لانا

سوال: ہمارے یہاں بعض مصلی اپنے ساتھ اپنے نابالغ بچوں کو بھی مسجد میں نماز اور تراویح کے لئے لاتے ہیں جس کی وجہ سے مسجد میں شور ہوتا ہے بعض مصلی اور کمیٹی والے منع کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ بچوں کو مسجد میں لانا چاہئے یا نہیں؟ اور لانا چاہئے تو کتنی عمر کے بچوں کو مسجد میں لانا چاہئے؟ نماز میں شرارت کریں تو ان کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... مسجد اللہ کی عبادت کی جگہ ہے اور اس جگہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خصوصی نسبت ہے اس لئے اس کا احترام کرنا، گندگی، بدبو اور نجاست سے پاک رکھنا، ادب کرنا ہر ایک مسلمان پر لازم اور ضروری ہے ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ: **"جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم"** (ابن ماجہ) یعنی مسجدوں کو اپنے چھوٹے بچوں اور پاگلوں سے بچائے رکھو۔

اس لئے جن چھوٹے بچوں کو پاکی ناپاکی اور مسجد کی اہمیت کا خیال نہ ہو ایسے بچوں کو مسجد میں لانا جائز نہیں ہے، فقہاء نے مکروہ تحریمی لکھا ہے شریعت میں اسکے متعلق کوئی خاص عمر بتائی نہیں ہے لیکن دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ " **مروا صبیانکم بالصلوۃ اذا بلغوا سبعا و اضربوھم اذا بلغوا عشراً**" یعنی بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو ان کو عادت بنانے کے لئے اور اسلامی تہذیب سکھانے کے لئے نماز پڑھنے کا حکم کرنا چاہئے اور عادۃً اس عمر میں پاکی ناپاکی اور مسجد کی اہمیت اور آداب وغیرہ کی کچھ نہ کچھ تمیز ہو جاتی ہے اس لئے اس عمر کے بچوں کو مسجد میں لانے کی اجازت ہونی چاہئے اور اس سے کم عمر کے بچوں کو مسجد میں لانے سے احتراز کرنا چاہئے۔

بچوں کو پاکی ناپاکی اور مسجد کے آداب کی رعایت کی تمیز ہو ایسے بچوں کو مسجد میں لانے سے کمیٹی یا ذمہ داروں کا منع کرنا درست نہیں ہے، بلکہ نرمی اور محبت سے مسجد اور اعمال مسجد کی طرف رغبت دینی چاہئے اس لئے کہ یہ مستقبل کے مسجد کو آباد کرنے والے ہیں۔

صف بنانے کی ترتیب اور سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت امام کے علاوہ اگر ایک ہی مقتدی ہے چاہے یہ بالغ ہو یا نابالغ تو اس کو امام کے داہنی طرف ایڑی کے پاس اس کی انگلی رہے اس طرح کھڑا ہونا چاہئے اور مقتدی دو ہوں یا دو سے زائد ہوں تو ان کو پیچھے صف میں کھڑا ہونا چاہئے، حضور ﷺ نے فرمایا: **لیلنی منکم اولوا الاحلام و النھی الخ** ۔اس لئے امام کے پاس پہلی صف میں اہل علم وتقوی اور بالغوں کو کھڑا ہونا چاہئے اور جب بالغوں کی صف ہو جائے تو نابالغوں کی صف ہونی چاہئے اگر نابالغ ایک ہی بچہ ہے تو فقہاء نے تنہا صف میں کھڑا رہنے کو مکروہ کہا ہے اس لئے وہ بالغوں کے ساتھ صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔(شامی: جلد اول)

لیکن اس طرح نابالغوں کی الگ صف بنانے میں ان کی شرارت کا خطرہ ہو اور افہام و تفہیم سے کام نہ چلے اور مسجد میں انتشار اور اختلاف کا خطرہ ہو تو بچوں کو لانے سے منع کرنے کے بجائے ان کے والد یا انکے بڑے ذمہ داروں کو یہ سمجھانا چاہئے کہ وہ دوسری صف میں یا تیسری صف میں اپنے ساتھ لے کر کھڑے ہوں اس طرح دوسری صف یا تیسری صف یا اس کے بعد کی صفوں میں نابالغوں کا صف میں کھڑا ہونا درست ہے مکروہ نہیں ہے اور کسی کی نماز میں خرابی یا کمی بھی واقع نہ ہوگی اور بچے بھی نماز اور مسجد کی فضاء سے مستفیض ہو سکیں گے۔ (بحرالرائق، کبیری، شامی، احسن الفتاویٰ وغیرہ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

﴿۲۹۷۳﴾ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا

سوال: قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھنے کے سلسلہ میں دلیل کے طور پر فتاویٰ میں سے یہ فتویٰ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی ازواج مطہرات کی طرف پیٹھ کی تھی۔ لہٰذا قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ تو اس دلیل کا اس حقیقت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ وہ سمجھ میں نہیں آتا۔ نیز ازواجِ مطہرات سے مراد کون ہے؟ ان کی قبروں یا حجروں کی جانب پیٹھ کرنا اور بیٹھنا مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے؟

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... قبلہ کی جانب پیٹھ کر کے بیٹھنا جائز ہے اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ جب حضور اقدس ﷺ معراج تشریف لے گئے تھے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام بیت المعمور (جو آسمان والوں کا قبلہ ہے اور کعبہ شریف کے بالکل اوپر ہے) کی طرف پیٹھ کر کے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ (شرح شفاء ج:۱،ص:۳۸۰)۔

نیز حضور اقدس ﷺ کی ازواج کے حجروں کے متعلق آپ نے جو لکھا ہے وہ غلط ہے۔ اور وہ آپ نے کہاں سے لکھا ہے؟ اس کا حوالہ لکھ کر جواب معلوم کرلیں۔ فقط واللہ تعالی اعلم

﴿۲۹۷۴﴾ نئی مساجد کی تعمیر صحیح جہت پر رکھنی چاہئے

سوال: ہماری مسجد جو کہ بریڈفورڈ میں واقع ہے، ایک پرانی عمارت کو خرید کر پانچ وقت کی نماز اور مدرسہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے، حال ہی میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے ملحقہ زمین کو خرید کر اس پر نئی مسجد بنانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر نئی جگہ کو مکمل استعمال کیا جاتا ہے تو مسجد کا رخ خانہ کعبہ سے ہٹ جاتا ہے۔ کچھ ساتھیوں کا خیال ہے کہ جگہ کو زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے اور اندر سے صفوں کو ٹیڑھا کر کے قبلہ رخ کرلیا جائے، جبکہ کچھ ساتھی یہ چاہ رہے ہیں کہ پوری عمارت کو قبلہ رخ بنایا جائے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ: نئی مسجد میں کوئی نشان (مینار، گنبد) وغیرہ نہیں جس سے باہر کے دیکھنے والوں کو یہ عمارت مسجد نظر آئے، لہذا گذارش ہے کہ ان مسائل میں رہنمائی فرمائیں،

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً...... نماز چاہے فرض یا نفل ہو یا سجدہ تلاوت ہو اس کو ادا کرتے وقت قبلہ کی طرف متوجہ ہونا شرط اور لازمی ہے، اور یہ حکم قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہے ﴿فول وجهک شطر المسجد الحرام﴾

''فتاوی عالمگیری'' میں لکھا ہے کہ '' لایجوز لاحد اداء فریضة ولا نافلة ولا سجدة تلاوة ولا صلاة جنازة الا متوجها الی القبلة''، کذا فی شرح الوهاج۔

اب اگر کعبہ شریف سامنے ہے اور ایسی حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں تو عین کعبہ کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے اور اگر ایسی جگہ یا مقام پر نماز پڑھی جارہی ہے کہ جہاں سے کعبہ دور ہے اور تعمیرات کی وجہ سے نظر نہیں آرہا تو جہت کعبہ کی طرف توجہ کرنا کافی ہے، اس حالت

میں عین کعبہ کی طرف توجہ کرنا لازم اور ضروری نہیں:

”اتفقوا علی ان القبلة فی حق من کان بمکة عین الکعبة فیلزمه التوجه الی عینها ..... ومن کان خارجا عن مکة فقبلته جهة الکعبة“

جہت قبلہ کی تعیین کرنے میں فقہاء نے جو تفصیل بتائی ہے اس کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ جن جگہوں میں صحابہ کرام، تابعین یا مشائخ نے جو مساجد بنائی ہیں اس کی اتباع لازم و ضروری ہے۔ موجودہ زمانہ کی سائنسی تحقیقات سے بھی مدد تو لی جاسکتی ہے، مگر کسی جگہ صحابہ یا خیر القرون کی مسجد کو یہ سائنسی تحقیقات غلط بتائے تو اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔

یورپ وخصوصا انگلینڈ میں ابھی تقریبا پچاس سال سے مسلم آبادی بڑھنی شروع ہوئی ہے اور اب تک پرانی بلڈینگوں، مکان و چرچ کو مسجد کے طور پر استعمال کرتے چلے آرہے ہیں جو عامۃً جہت قبلہ پر نہیں ہے، اس لئے جہت قبلہ کے سلسلہ میں دی ہوئی رخصت پر یعنی معمولی انحراف کے ساتھ عمل کرتے ہوئے انہیں مکانوں کو نماز کے لئے استعمال کرتے رہیں، اس میں شرعا نماز درست اور صحیح ہے۔

اب جبکہ زمین خرید کر بنیادی طور پر مساجد قائم کی جارہی ہیں (اور پرانی عمارتوں کو مسجد شرعی میں تبدیل کیا جارہا ہیں) تو عمارت اور محراب اور قبلہ کو بھی فقہاء کے بتائے ہوئے اور یہاں کی سب سے پرانی مسجدوں کو دیکھ کر صحیح تعمیر کرنی چاہئے تاکہ مستقبل میں جو لوگ اس پر عمل کرنا چاہیں تو صحیح جہت پر نماز پڑھ سکیں، اور جہت مسجد کو غلط قرار نہ دے سکیں۔ ”امداد الفتاوی“ (ص ۱۴۶ ج ۱) میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایسے ہی ایک سوال میں جواب تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے یہاں گورمنٹ نے ایک احاطہ مسجد کے لئے وقف کیا تھا جو قبلہ رو نہیں، لیکن اس

میں ربع دائرہ سے بہت کم یعنی ۱/۶ حصہ دائرہ کے فرق ہوسکتا ہے، کیا وہاں مسجد بنادی جائے؟ کیونکہ قبلہ رو کرنے میں چاروں طرف ٹکڑے کاٹ دینے سے رقبہ آدھارہ جاتا ہے، اگر اس طرح مسجد بنانے میں اعتراض نہ ہو تو مسجد بہت کشادہ ہوسکتی ہے اور ضرورت کی سب چیزیں بن سکتی ہیں۔

الجواب: اوپر کی گنجائش بنی ہوئی مساجد کے لئے مذکور ہوئی ہے تاکہ جمہور مسلمین کا تخطیہ لازم نہ آئے، لیکن قصدا مسجد منحرف بنانا جس میں مفسدہ مذکورہ یعنی تخطیہ سے زیادہ مفاسد ہیں، جیسے افتراق بین المسلمین و اطالت لسان معترضین و جسارت عوام علی الخروج عن الحدود واستخفاف حدود وامثالھا خلاف مصلحت ہے، و نظیرہ ما مر من عدم اعتبار النجوم فی المساجد القدیمة وفی اعتبارھا فی المفاوز، ان مفاسد کے مقابلہ میں رقبہ کا کم ہوجانا اہون ہے۔ یہ میری رائے ہے، بہتر ہے کہ دوسرے حضرات اہل علم سے بھی مشورہ کرلیا جائے۔ کتبہ اشرف علی

مذکورہ بالا تصریحات کے بعد صورت مسئولہ میں صحیح جہت قبلہ قائم کر کے تعمیر کرنے میں زمین کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو چھوڑ دینا چاہئے، اور بقیہ حصہ مسجد کے دوسرے امور میں استعمال ہوسکتا ہے، پوری زمین پر تعمیر کر کے نماز کے لئے صفیں ٹیڑھی کرنے سے نماز تو درست ہوجائے گی، لیکن ایک تو ٹیڑھا پن محسوس ہوگا اور بعد میں دوسری جگہ پر تعمیرات کرتے وقت اس کی ظاہری تعمیر کو معیار بنا کر سمت قبلہ اور محراب کی رعایت نہ رکھیں گے اور غلط طریقہ کا رواج پڑنے کا سبب بنے گا، تاریخ اسلام میں چھوٹی مسجدیں تو ملیں گی، لیکن کسی جگہ ایسی مسجد نہیں ملی گی کہ تعمیر کے اعتبار سے بڑی ہو مگر صفوف کے اعتبار سے اس میں ٹیڑھا پن ہو۔

۲:...... مسجد کے لئے منارہ ہونا شرط اور ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی مسجد بن سکتی ہے مگر مسجد کے لئے منارہ کا ہونا ایک علامت اور شعائر کی حیثیت رکھتا ہے جس کو دیکھ کر ہر ایک آدمی سمجھ لیتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی عبادت کی جگہ اور مسجد ہے اور ہر مذہب والا چاہے وہ حق پر یا باطل پر اپنی مذہبی عبادتوں کی جگہ علامات ضرور رکھتے ہیں تو پھر مسلمان کیوں اس میں چشم پوشی کرتے ہیں، فقط واللہ تعالی اعلم

مبادیات فقہ

از

حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی مدظلہٗ
﴿خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ﴾
مفتی بریڈفورڈ (یو۔کے)۔سابق مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:

فقیهٌ واحدٌ أشد علی الشیطان من ألف عابد

(رواه الترمذي، وابن ماجه)

حضرت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

”ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے سخت تر ہے“

(ترمذی، ابن ماجہ)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از: حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)

قدرت نے انسان کی فطرت میں کسبِ کمالات کی بے پناہ خواہش ودیعت فرمائی ہے ،جب اس کے سامنے کسی چیز کی خوبی بیان کی جاتی ہے تو اس کی حساس طبیعت اس کی تحصیل کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے، اور غیر محسوس طور پر اس چیز کی محبت اس کے دل میں جا گزیں ہو جاتی ہے؛ اسی وجہ سے فلسفۂ تعلیم میں ہر طالب علم کے لیے ضروری قرار دیا گیا کہ فن کے شروع میں فن کی تعریف، موضوع، غرض و غایت اور مصنف کتاب کی سوانح سے ضروری واقفیت حاصل کرے، ماہرین تعلیم نے ان چیزوں کو طلب علم کے لیے اصول اور مبادی قرار دیا ہے؛ اور کمالات انسانی کی دو قسمیں ہیں: کمال علمی اور کمال عملی: کمال علمی کو کمال عملی پر جو برتری حاصل ہے وہ کسی بیان کی محتاج نہیں ہے، پھر علم کی دو قسمیں ہیں: دینی علم اور دنیوی علم؛ اور فضیلت کا مدار چوں کہ افادیت پر ہے، اور دنیوی علوم کی افادیت وقتی ہے اور دینی علوم کی افادیت ابدی ہے؛ اس لیے دینی علوم کے تفوق میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، اور علوم دینیہ میں علم فقہ کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے ہر شخص بہ خوبی آشنا ہے، قرآن فہمی اور حدیث طلبی کا آغاز چوں کہ فقہ ہی سے ہوتا ہے اور یہی ان دونوں کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ہے، اگر طالب علم علم فقہ میں کچا ہے تو وہ قرآن پاک اور احادیث شریفہ کے سمجھنے میں کبھی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا، اسی طرح اگر احادیث اور قرآن کریم پڑھ لینے کے بعد علم فقہ تک اس کی رسائی نہ ہو تو یقین کرنا چاہیے کہ اس نے سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی کچھ نہیں پڑھا، وہ پوست ہی میں اٹک کر رہ گیا ہے مغز تک اس کی رسائی نہیں ہوئی ہے۔

آج کل طلباء میں جو علم فقہ سے عام بے توجہی، بے مذاقی اور بے رغبتی نظر آتی ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ: اساتذہ شروع میں علم فقہ کی تعریف، موضوع، غرض وغایت، مقام ومرتبہ، ائمۂ فن کے حالات ومعلوماتِ عامہ پر سَیر حاصل گفتگو نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ: طالب علم میں علم فقہ سے لگاؤ اور دلچسپی پیدا نہیں ہوتی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ: اس موضوع پر نہ تو عربی میں کوئی مستقل تصنیف ہے، نہ فارسی میں نہ اردو میں، جس سے اساتذہ اور طلباء استفادہ کرسکیں؛ اس لیے عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ: کوئی ایسی کتاب ہونی چاہیے جس میں علم فقہ کے مبادیات اور عمومی معلومات درج ہوں؛ مجھے بڑی خوشی محسوس ہورہی ہے کہ مکرمی جناب مولانا مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی زید مجدہم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور ''مبادیات فقہ'' کے نام سے ایک کامیاب رسالہ مرتب فرمایا، جو مدارس عربیہ کے اساتذہ کے لیے اور علم فقہ کے طلباء کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس رسالہ میں انھیں علم فقہ کے اصول ومبادیات پر سیر حاصل بحث ملے گی، اور علم فقہ کے سلسلہ میں عمومی معلومات سے بھی ضروری واقفیت حاصل ہوگی۔ واقعۃً یہ کام کسی مفتی ہی کے کرنے کا تھا؛ کیوں کہ فقہیات پر جتنی نظر اس کی وسیع ہوسکتی ہے کسی دوسرے کی نہیں ہوسکتی، اور مفتی صاحب ماشاء اللہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (گجرات) کی مسند افتاء کا فخر ہیں۔ احقر دعا گو ہے کہ: اللہ پاک جل شانہ مفتی صاحب موصوف کی یہ خدمت قبول فرمائیں اور انھیں مزید ملی خدمات کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالنپوری

دارالعلوم دیوبند ۹۶/۱۲/۲۵ھ

احوالِ واقعی

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم - امابعد

زیرِ نظر کتاب ''مبادیات فقہ'' کوئی خاص اہمیت کی حامل نہیں تھی، وہ نہ تو کوئی مستقل تصنیف تھی نہ اس کا مرتب کہنہ مشق مصنف تھا، بس سعید روحوں اور اکابر کی حوصلہ افزائی کا ثمرہ تھا؛ مگر اللہ جل شانہ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ اس کریم آقا نے اس کو شرف قبولیت سے نوازا، اور طلباء عزیز کو اس سے متمتع فرمایا۔

ڈابھیل کے مشہور تاریخی، علمی مرکز ''مدرسہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین'' میں جب سے بندہ کے سر دار الافتاء کی ذمہ داری کے ساتھ ہدایہ اولین کی تدریس کی ذمہ داری آئی، کتاب شروع کرانے سے پہلے تفصیل کے ساتھ مبادیات فقہ بتانے کا دستور رہا؛ چوں کہ یہ کتاب خصوصی اہمیت کی حامل ہے اور اپنا ایک مخصوص معیار رکھتی ہے، نیز طلباء بھی منتہی درجات کے اور ذہین وفہیم ہوتے ہیں؛ اس لیے مبادیات پر سیر حاصل بحث کی ضرورت پڑی، پہلے سال تو مطالعہ کر کے مبادیات ذکر کروائے؛ مگر دوسرے سال پھر یہی صورت پیش آئی تو مواد جمع کرنا مناسب معلوم ہوا، پھر اس کو مرتب کر کے رکھ لیا گیا کہ جب ضرورت محسوس ہو تو سب کتابوں کی ورق گردانی کے بجائے اس مجموعہ کو دیکھ لیا جائے تاکہ سہولت رہے؛ چناں چہ اس طرح یہ مجموعہ مرتب ہو گیا، اور بہت سے طلباء نے اور رفقاء مدرسین نے اس کو پسند کرتے ہوئے نقل کر لیا۔

کئی سال اسی طرح گزر گئے، شدہ شدہ اس مجموعہ کی خبر حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری دام مجدہم کو ہو گئی، اور انھوں نے اس کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر فرمایا، اپنی نااہلی کی وجہ سے ان کی اس فرمائش پر پسینہ پسینہ ہو گیا، اور جان چھڑانے کے لیے بھیجنے کا وعدہ

کرلیا، اور مزید ایک سال گزر گیا؛ مگر اس کے باوجود اُن کی خدمت میں پیش کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، ادھر ان کا اصرار اور تقاضا بڑھتا رہا، مجبوراً ان کی خدمت میں پیش کرتے ہی بنی؛ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر اور ترقیات سے نوازے، اپنی درسی خدمات اور دیگر علمی مشغولیتوں کے باوجود اس کا حرف حرف دیکھا، اور بہت ہی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے طبع کرانے کی تجویز رکھی، بلکہ خود ہی تکلیف فرما کر تمام امور انجام دیے؛ اسی وجہ سے نہ تو طبع اول کے وقت افتتاحیہ لکھا گیا نہ ناقص ہونے کی وجہ سے اختتامی الفاظ لکھے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان اوراق کو شرف قبولیت سے نوازا، اور پہلا ایڈیشن چند دنوں میں ہاتھوں ہاتھ نکل گیا؛ مگر مشغولیت کی وجہ سے اب بھی اس کو مکمل نہ کرسکا، حسبِ سابق حضرت مولانا کا پھر تقاضہ ہوا اور طبع ثانی کی ضرورتوں کا احساس دلایا، تو اللہ پر اعتماد اور توکل کرتے ہوئے اس کی تکمیل شروع کی۔ دست بہ دعا ہوں کہ پروردگار اس مختصر رسالہ کو مبتدی طلباء کے لیے مشعل راہ بنائیں، اور شرف قبولیت سے نواز کر اس عاجز کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ بنائے۔ آمین

العبد: اسماعیل کچھولوی، جامعہ ڈابھیل

۱۴/صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ کی تعریف اور اقسام مقدمہ

الحمدللّٰہ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعد: ہرفن شروع کرنے سے پہلے کچھ مبادیات اور مقدمات کا جاننا ضروری ہے؛ تاکہ فن میں بصیرت تامہ حاصل ہوسکے۔

مقدَّمہ (بفتح الدال) مقدِّمہ (بکسر الدال) دونوں طریقوں سے بولا جاتا ہے۔

''دستورالعلماء'' (۳/۳۱۴) میں ہے: **المقدمة إمابكسر الدال أو بفتحها اه**

مقدمہ ماخوذ ہے مقدمۃ الجیش سے، گذشتہ زمانہ میں جب روبہ رولڑائی ہوتی تھی تو لشکر کے پانچ حصے کیے جاتے تھے، اوران کو مقدمہ، قلب، میمنہ، میسرہ، ساقہ کہا جاتا تھا، لشکر کا امیر یا امیر المومنین اگر شریک جنگ ہوتا تو وہ ''قلب'' میں رہتا تھا، اور ''مقدمہ'' میں لشکر کے بہادر اور چیدہ حضرات ہوتے تھے، جوآگے چل کر لشکر کے لیے تمام سہولتیں بہم پہونچاتے تھے؛ اسی لیے جو معلومات کسی کتاب یا فن کو شروع کرنے سے پہلے بہم پہنچائی جاتی ہیں ان کو بھی ''مقدمہ'' کہتے ہیں؛ تاکہ ان کے ذریعہ کتاب یا فن کو سمجھنے میں مدد ملے۔

اقسام مقدمہ: اسی لیے مقدمہ کی دوقسمیں کی جاتی ہیں: مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب: علامہ شامیؒ لفظ مقدمہ کی تحقیق کے بعد فرماتے ہیں:

وهی قسمان: مقدمة العلم: وهی مايتوقف عليه الشروع فی مسائله من المعانی المخصوصة، ومقدمة الكتاب: وهی طائفة من الكلام قدمت امام المقصود

لارتباط له بها وانتفاع بها فيه اه(ردالمحتار ۲۵/۱ ـ مکتبه زکریا ۱۱۶/۱)

(یعنی): مقدمہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مقدمۃ العلم ان مخصوص معانی کو کہتے ہیں جن کا جاننا علم کو شروع کرنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے، اور (۲) مقدمۃ الکتاب ان باتوں کا کہتے ہیں جن کو کتاب میں مقصود سے پہلے اس لیے بیان کیا جاتا ہے، کہ مقصود کتاب کو ان باتوں سے خاص تعلق ہے، اور ان کے ذریعہ کتاب سے نفع تام حاصل کر سکتے ہیں۔

مقدمۃ العلم: یعنی: وہ باتیں جن کا جاننا کسی علم کو شروع کرنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے: **وهی مایتوقف علیه الشروع فی مسائله ؛ لیکن لولاه لامتنع** کے درجہ میں ضروری نہیں ہوتا، بلکہ بصیرت تامہ حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے؛ تاکہ یہ اعتراض نہ ہو کہ ہم نے مقدمات کے بغیر ہی علم حاصل کرلیا۔

علم کی تعریف اور اقسام علم

علم کی تعریف مرقاۃ اور شرح تہذیب میں اس طرح کی ہے:

هو الصورة الحاصلة من الشئ عندالعقل اه(ص/۳ مکتبه امدادیه دیوبند)

یعنی: شئ معلوم کی وہ صورت جو عقل انسانی میں حاصل ہوتی ہے۔

اقسام علم: علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) علم شرعی اور (۲) علم غیر شرعی (۱)

علم شرعی کی چار قسمیں ہیں: (۱) علم تفسیر (۲) علم حدیث (۳) علم فقہ (۴) علم توحید (علم کلام)

علم غیر شرعی کی تین قسمیں ہیں: (۱) علم ادب (۲) علم ریاضی (۳) علم عقلی

علم ادب بارہ علوم کے مجموعہ کا نام ہے، جن کو علامہ شامیؒ نے شیخی زادہ کے حوالہ سے شمار کیا

ہے، جو یہ ہیں: (۱) لغت (۲) اشتقاق (۳) تصریف (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع (۸) عروض (۹) قوافی (۱۰) قرض شعر (۱۱) انشاء شعر (۱۲) کتابت۔
بعضوں نے چودہ شمار کیے ہیں، اس میں (۱۳) قراءت اور (۱۴) محاضرات (تاریخ) کا اضافہ کیا ہے۔
علم ریاضی دس علوم کو شامل ہے۔ (۱) تصوف (۲) ہندسہ (۳) ہیئت (۴) علم تعلیمی (۵) حساب (۶) جبر (۷) موسیقی (۸) سیاست (۹) اخلاق (۱۰) تدبیر منزل۔
علم عقلی: (۱) منطق (۲) جدل (۳) اصول فقہ (۴) اصول دین (۵) علم الٰہی (۶) علم طبعی (۷) علم طب (۸) میقات (۹) فلسفہ اور (۱۰) کیمیا وغیرہ کا شمار اس میں ہے۔ (کمافی ردالمحتار ۱/۲۵)
مقدمۂ علم میں آٹھ چیزیں بیان کی جاتی ہیں، اور یہی چیزیں مقدمۂ کتاب میں بیان کی جاتی ہیں؛ تاکہ فن یا کتاب پر بصیرت تامہ حاصل ہوجائے، وہ آٹھ چیزیں حسب ذیل ہیں: (۱) تعریف (۲) موضوع (۳) غرض وغایت (۴) اسماء (۵) مؤلف وواضع (۶) استمداد (۷) حکم (۸) فضیلت۔
فن منطق کی اصطلاح میں ان کا نام رؤس ثمانیہ ہیں۔ ''مرقاۃ'' میں ہے:

إن القدماء كانوا يذكرون في مبادي الكتب أشياءً ثمانية ويسمونها الرؤوس الثمانيةاه (ص/٦٢ـ امداديه).

علامہ شامیؒ نے دس شمار کرائے ہیں: **إعلم أن مبادي كل علم عشرة، نظمها ابن ذكري في تحصيل المقاصد، فقال:**

فـأول الأبـواب فــی المبـادي		وتـلـك عشـرـة عــلـى الـمـراد
الـحـد والـمـوضـوع ثم الواضع		والإسم والإستمداد حکم الشارع
قــصـور الـمسـائـل الـفـضـيـلة		ونسبة فــــائـــدة جــلـيــلة

(۱۱۷/۱ زکریا)

فقہ کی لغوی تعریف

لغت کے اعتبار سے فقہ کا استعمال **بکسر القاف فَقِـهَ** اور **بضم القاف فَـقُـهَ** دونوں طرح ہوتا ہے۔ فَـقِـهَ (بکسر القاف) باب سمع سے ہے جس کے معنیٰ جاننا ہیں، اور فَـقُـهَ (بضم القاف) باب کرم سے ہے، اس کے معنیٰ فقیہ ہو جانا ہیں۔

''درمختار'' میں علامہ علاء الدین حصکفیؒ فرماتے ہیں:

فالفقه لغةً: العلم باالشئ، ثم خص بعلم الشريعة، وفقِه بالكسر فِقُهاً عَلِمَ، وفقُه بالضم فقاهةً صارفقيها اه. (۱۱۸/۱ زکریا)

"**منحة الخالق علی بحرالرائق**" میں علامہ خیر الدین رملیؒ سے نقل کیا گیا ہے:

ويـقـال فـقِه بكسرالقاف إذافهم، وبفتحها إذاسبق غيره إلى الفهم، وبضمها إذاصارالفقيه سجية له. (۳/۱)

یعنی فقِہ بکسر القاف اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی بات سمجھ لے، اور فقَہ (بفتح القاف) اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کوئی شخص بات سمجھنے میں کسی دوسرے سے سبقت کر جائے، اور فـقُـہ (بضم القاف) اس وقت استعمال کرتے ہیں جب فقہ اس کی طبیعت بن جائے۔

علامہ رشید رضا مصریؒ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

ذكرت هذاالمادة في عشرين موضعامن القراٰن، تسعة عشر منها تدل على أن المراد به نوع خاص من دقة الفهم والتعمق فى العلم، الذي يترتب عليه الانتفاع به اه. (تفسير المنار ٣٤٩/٩)

یعنی قرآن پاک میں یہ مادہ بیس جگہ استعمال ہوا ہے، جس میں سے انیس جگہ اس کا مدلول ایک مخصوص قسم کی دقت فہم اور علمی گہرائی ہے جس پر فائدہ مرتب ہو۔

فقہ کی اصطلاحی تعریفات

اصطلاح شرع میں اس کی تعریف مختلف طریقوں سے کی گئی ہے، جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ :فقہ کا اطلاق پہلے عام تھا، پھر یہ لفظ ایک مخصوص فن کے ساتھ خاص ہوگیا۔

فقہ کی پہلی تعریف: صاحب مفتاح السعادۃ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے:

هوعلم باحث عن الأحكام الشرعية الفرعية العملية، من حيث استنباطها من الأدلة التفصيلية اه (٦٢/٢ـدائرة المعارف حيدرآباد)

یعنی: علم فقہ وہ علم ہے جو احکام شرعیہ فرعیہ سے اس حیثیت سے بحث کرے، کہ اس کا استنباط تفصیلی دلائل سے کیا گیا ہے؛ لیکن یہ تعریف اصول فقہ کی تو موزوں ہے مگر فقہ کے لیے موزوں نہیں ہے؛ نیز اس تعریف کے اعتبار سے صرف مجتہد پر فقیہ کا اطلاق ہو سکے گا حافظ للفروع کو فقیہ کہنا صحیح نہ ہوگا، البتہ مجازاً اس کو فقیہ کہہ سکیں گے۔

دوسری تعریف: شیخ ابن ہمامؒ نے فقہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ...

هوالتصديق بالاحكام الشرعية القطعية اه (تحرير ابن همام ص/٤١)

اس تعریف میں ابن ہمامؒ نے لفظ تصدیق کا اضافہ کردیا ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ نے اسی وجہ سے اس تعریف کو پہلی تعریف سے اچھا کہا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: فالأولى مافي

التحرير من ذكر التصديق، الشامل للعلم والظن اه.(بحرالرائق ١/٣ـ ١/٤ دارالمعارف بیروت)

اورابن ہمامؒ نے یہ تغیراس لیے کیا ہے کہ: فقہ کو جولوگ ظنی کہتے ہیں ان پر رد ہوجائے ؛اس لیے کہ فقہ قطعی ہے۔

یہ ایک طویل بحث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: چوں کہ فقہ کا مأ خذ کتاب ، سنت اوراجماع ہےاس لیے قطعی الثبوت ہے؛ لیکن چوں کہ اس کا اکثر حصہ ظنی الدلالۃ ہے؛ اس وجہ سے اس میں قیاس کے لیے گنجائش ہے، اوراسی بناء پر کسی مجتہد کے مسلک کو بالکلیہ غلط نہیں کہہ سکتے ، اورکسی ایک مسئلہ پر عمل کرنا نہ صرف درست ہے بلکہ ضروری ہے؛ درمختار میں لکھا ہے....

إذاسئلناعن مذهبنا وعن مذهب مخالفنا قلنا وجوباً:مذهبنا صواب يحتمل الخطأ، ومذهب مخالفنا خطأ يحتمل الصواب؛ وإذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلناوجوباً: الحق ما نحن عليه والباطل ماعليه خصومناه (١/٣٣ـ ١/١٣٩زكريا)

یعنی:اگرکوئی ہم سے پوچھے کہ تمہارا (فقہی) مسلک ٹھیک ہے یا تمہارے مخالفین (شوافع مالکیہ اورحنابلہ وغیرہم) کا؟ تو ہم جواب دیں گے کہ: ہمارا مسلک صحیح ہے مگراس میں خطا کا احتمال ہےاور ہمارے مخالفین کا مسلک خطا ہے مگراس میں درستگی کا احتمال ہے،(لأن المجتهد يخطي ويصيب)؛اوراگر ہمارے اعتقادات کے متعلق پوچھا جائے کہ تم حق پرہو یاتمہارے مخالفین (معتزلہ،خوارج وغیرہ) کے اعتقادات حق ہیں؟ تو ہم پورے یقین کے ساتھ کہیں گے کہ: ہمارے اعتقادات حق ہیں اور ہمارے مخالفین کے

اعتقادات باطل ہیں؛ (اس لیے کہ ان کا ثبوت نصوص قطعی الدلالۃ سے ہونے کی وجہ سے اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے)۔

تیسری تعریف: ''ارشاد القاصدین'' میں اس طرح تعریف کی ہے کہ: تکالیف شرعیہ عملیہ کے جاننے کا نام علم فقہ ہے، جیسے: عبادات، معاملات، عادات وغیرہ۔

چوتھی تعریف: امام سیوطیؒ نے ''اتمام الدرایۃ'' اور ''نقایۃ'' میں اس طرح تعریف کی ہے کہ: علم فقہ ان احکام شرعیہ کا پہچاننا ہے جو اجتہاد سے نکالے گئے ہو۔ (مفید المفتی ص/۵)

پانچویں تعریف: امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعریف اس طرح نقل کی گئی ہے کہ:

معرفة النفس مالها وماعليها (آدمی کا اپنے لیے مفید اور مضر چیزوں کا جان لینا) لیکن یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے۔ ''بحر الرائق'' میں ہے کہ:

عرفه الإمام الأعظم بأنه معرفة النفس مالها وماعليها؛ لكنه يتناول الأعتقاديات كوجوب الايمان، والوجدانيا ت اي الأخلاق الباطنة والملكات النفسانية، والعمليات كالصلوة والصوم والبيع؛ فمعرفة مالها وماعليها من الاعتقاديات علم الكلام، ومعرفة مالها وماعليها من الوجدانيات هي علم الأخلاق والتصوف كالزهد والصبر والرضا و حضور القلب فى الصلوة ونحوذلك، ومعرفة مالها و ما عليها من العمليات هى الفقه المصطلح؛ فإن أردت بالفقه هذا المصطلح زدت عملاًعلى قوله مالها وماعليها، وإن أردت علم ما يشمل على الأقسام الثلاثة لم تزد، وأبوحنيفة إنمالم يزد لأنه أراد الشمول أي أطلق العلم على العلم بمالهاوماعليها سواء كان من الأعتقاديا ت والوجدانيات او العمليات ومن ثم سمى الكلام فقهاً أكبر اه (۶/۱ - دار المعارف)

یعنی :امام اعظمؒ نے فقہ کی تعریف کی ھے:" **معرفة النفس مالها وما عليها**"
؛ لیکن یہ تعریف اعتقادات جیسے کہ: وجوب ایمان اور وجدانیات یعنی: اخلاق باطنہ اور ملکات نفسانیہ اور عملیات جیسے کہ: نماز، روزہ اور خرید وفروخت؛ وغیرہ کو شامل ہے، پس جو چیزیں آدمی کے لیے از قبیل اعتقادات جاننا ضروری ہے ان کا نام تو علم کلام ہے، اور جو چیزیں از قبیل وجدانیات آدمی کے لیے جاننا ضروری ہے ان کا نام علم اخلاق وعلم تصوف ہے، جیسے: زہد وصبر، رضا، نماز میں حضور قلب وغیرہ، اور جو چیزیں آدمی کے لیے اعمال کے قبیل سے جاننا ضروری ہیں ان کا اصطلاحی نام علم فقہ ہے؛ پس اگر فقہ سے آپ کی مراد اصطلاحی علم فقہ ہے تو **معرفة النفس مالها وما عليها** پر "عملاً" کی قید بڑھا دیجیے، اور اگر ایسا علم مراد لینا چاہتے ہوں جو تینوں اقسام کو شامل ہو تو مذکورہ قید کے اضافہ کی ضرورت نہیں ہے؛ امام اعظمؒ نے اس قید کا اضافہ اس لیے نہیں فرمایا کہ انھوں نے سب کی شمولیت کا ارادہ فرمالیا ہے، یعنی: انھوں نے مطلق علم مراد لیا ہے، خواہ اعتقادات ہوں یا وجدانیات یا عملیات؛ اور اسی لیے آپ نے علم کلام کا نام ''فقہ اکبر'' رکھا ہے۔

چھٹی تعریف: صوفیاء کے نزدیک فقیہ کی تعریف جیسا کہ حسن بصریؒ سے منقول ہے، یہ ہے:

إنما الفقيه الزاهد فى الدنيا، الراغب فى الآخرة، البصيربدينه، المدا وم علىٰ عبادة ربه، الورع، الكاف نفسه عن اعراض المسلمين، العفيف عن اموالهم، الناصح لجماعتهم اه.(احياء العلوم ١/ ٢٩)

یعنی فقیہ وہ شخص ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو اور آخرت کی طرف رغبت کرنے والا ہو، دین سے باخبر ہو، پروردگار کی عبادت پابندی سے کرتا ہو، پرہیزگار ہو، مسلمانوں کی

آبرو ریزی سے بچتا ہو، ان کے مالوں سے کنارہ کش ہو اور ان کا خیر خواہ ہو۔

ساتویں تعریف: امام غزالیؒ نے فقہ کی تعریف یہ کی ہے کہ:

معرفة الفروع والوقوف على دقائق عللهاه. (مختصراًاحياء العلوم ١/ ٢٨)

یعنی: فروعات کو جاننا اور ان کی دقیق علتوں سے واقف ہونا۔

موضوع

کسی علم میں جس چیز کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے اس چیز کو موضوع کہتے ہیں، **ومايبحث فيه عن عوارضه الذاتية**. اور اس کو جاننے کی ضرورت اس لیے ہے کہ بحث میں خلط نہ ہو جائے۔

فقہ کا موضوع مکلّف کا فعل ہے ثبوتاً وسلباً یعنی: عاقل، بالغ کا فعل بہ اعتبار ثبوت وسلب کے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ: فقہ کا موضوع جب مکلّف کا فعل ٹھہرا تو غیر مکلّف کا فعل موضوع نہیں ہوگا، حالاں کہ فقہ میں نابالغ بچہ کے احکام سے بھی بحث ہوتی ہے، مثلاً: دس سال کی عمر میں نماز کا لازم ہونا، بچہ کوئی خیانت کرے تو ضمان کا حکم وغیرہ ؛تو اس کا جواب یہ ہے کہ بچہ کو جو نماز کا حکم دیا جاتا ہے وہ عادت ڈالنے کے لیے دیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ بالغ ہو کر نماز ترک نہ کرے، اس کو نماز کا حکم اس وجہ سے نہیں دیا جاتا کہ وہ مکلّف ہے، اور جنایت کا تاوان لڑکے پر نہیں ہے بلکہ لڑکے کے ولی پر ہے، جیسے کوئی جانور کسی کا کچھ نقصان کر دے تو اس کا تاوان مالک سے وصول کیا جاتا ہے؛ غرض

غیر مکلّف کا فعل علم فقہ کا موضوع نہیں ہے۔ **كما فى ردالمحتار ٢٨/١ .**

غرض وغایت

جس مقصد کے پیش نظر کوئی کام کیا جائے تو اس کو ''غرض'' کہتے ہیں، اور مقصد کے حصول کو ''غایت'' کہتے ہیں۔ ''دستور العلماء'' جلد ثالث میں ہے:

إعلم أن مايترتب على فعل إن كان تصوره باعثاًللفاعل على صدوره عنه يسمىٰ غرضا وعلةًاه.

یعنی: جاننا چاہیے کہ وہ چیز جس پر کوئی فعل مرتب ہو، اگر اس چیز کا تصور فعل پر فاعل کے اقدام کا سبب ہو تو اس کو ''غرض وعلت'' کہتے ہیں، مثلاً: جامع مسجد پہنچنے کے ارادہ سے کوئی چلے، تو یہ جامع مسجد پہنچنا غرض ہے، اور جامع مسجد پہنچ جانا غایت ہے، اسی تھوڑے سے فرق کی وجہ سے مناطقہ کے یہاں غرض اور غایت دو مستقل چیزیں ہیں؛ مگر حقیقت اور مصداق کے اعتبار سے دونوں ایک ہے۔

فقہ کی غرض وغایت " الفوز بسعادة الدارين "یعنی دونوں جہاں کی سعادت سے کامیاب ہونا ہے، یعنی: خود بھی دنیا میں جہالت کے اندھیروں سے نکل کر علم کی روشنی میں پہونچنا، ترقی کرنا، خود بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پہچاننا اور عمل کرنا، اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے کر آخرت میں اعلیٰ درجات حاصل کرنا۔ كمافى رد المحتار ٢٧/١ .

استمداد

یعنی علم فقہ کا مأخذ کیا ہے؟ اس میں کس سے مدد لی گئی ہے؟ تو جاننا چاہیے کہ: جو چیزیں اصول فقہ کی مأخذ ہیں – یعنی: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس – وہی

چیزیں فقہ کی بھی مأخذ ہیں۔
اگر کسی کو یہ اشکال ہو کہ: فقہ کے اس کے علاوہ بھی چند مأخذ ہیں مثلاً شرائع ماقبلنا سے بھی فقہ میں استمداد ہوتا ہے اور تعامل ناس، اقوال صحابہ اور تحری سے بھی مسائل کا ثبوت ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: وہ کتاب اللہ میں شامل ہیں یا حدیث پاک میں، اور اقوال صحابہؓ حدیث میں داخل ہیں اور تعامل ناس اجماع میں داخل ہے، اور تحری واستصحابِ حال قیاس میں داخل ہے۔

وأما استمداده فمن الأصول الأربعة: الكتاب والسنة والاجماع والقياس المستنبط من هذه الثلاثة؛ وأما شريعة من قبلنا فتابعة للكتاب، وأما اقوال الصحابة فتابعة للسنة، وأما تعامل الناس فتابع للاجماع، وأما التحري واستصحاب الحال فتابعان للقياس اه. (البحر الرائق (۱/ ۷)

حکم

دین پر عمل کرنے کے لیے جن مسائل کا جاننا ضروری ہے ان کا سیکھنا اور حاصل کرنا فرض عین ہے، مثلاً: بالغ ہوتے ہی طہارت اور نماز کو صحیح پڑھنے کے مسائل، اسی طرح مالدار ہوتے ہی زکوۃ وحج کے ضروری مسائل سیکھنا فرض عین ہے، اور باقی کے جزئیات اور فروعات کا جاننا، اور اس میں مہارت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ علامہ شامیؒ نے نقل کیا ہے کہ: اگر کسی شخص نے بقدر ضرورت قرآن مجید حفظ کیا اور وقت ملا تو اس کو مسائل فقہ سیکھنا افضل ہے، کیوں کہ حفاظ بہ نسبت فقیہ کے زیادہ ملتے ہیں، اور عبادت ومعاملات میں مسائل کی ضرورت زیادہ رہتی ہے۔

تعلم باقي الفقه أفضل من تعلم باقي القرآن؛ لكثرة حاجة العامة إليه في عباداتهم ومعاملاتهم، وقلة الفقهاء بالنسبة إلى الحفظة الحفاظ اه. (شامي ۱/۲۷ـ ۱/۲۹ مكتبه رشيديه پاكستان).

فضیلت

قرآن پاک میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے:﴿ ومن يؤت الحكمة فقد أوتي خيراً كثيراً﴾ بہت سے مفسرین نے حکمت سے فقہ مراد لیا ہے؛ پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ: جس کو علم فقہ دیا گیا اس کو خیر کثیر دی گئی۔

نیز مشکوۃ شریف میں ہے:

عن معاوية قال قال رسول الله ﷺ: من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين. (ص/۳۲)

یعنی: اللہ تعالیٰ جل شانہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو فقہ فی الدین عطا فرماتے ہیں؛ یعنی: دین کی ٹھیک سمجھ عطا فرماتے ہیں، چاہے تو وہ ظاہر شریعت سے متعلق ہو یا طریقت سے متعلق ہو۔

عن ابن عباس رضؓ: فقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد. (مشكوة ص/۳٤)

یعنی: ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ: عابد کو خود اپنے زہد وورع اور عبادات سے فائدہ پہنچتا ہے؛ مگر دوسرے لوگوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اور فقیہ حلال وحرام اور دیگر مسائل کی تعلیم دے کر لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے؛ اس لیے شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے، نیز عابد

کوشیطان اکثر گمراہ بھی کردیتا ہے؛ مگر فقیہ مسائل جاننے کی وجہ سے اکثر اوقات گمراہی سے بچ جاتا ہے، جیسا کہ ''اخبار الاخیار اردو'' (ص/۳۳) پر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا واقعہ منقول ہے کہ:

شیخ ضیاء الدین ابونصر موسیؒ کا بیان ہے کہ: میں نے اپنے والد ماجد حضرت غوث الاعظمؒ کی زبانی خود سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ: ایک سفر کے دوران میں اس جنگل میں پہنچا جہاں پانی نہ تھا، میں نے کئی دن وہاں قیام کیا؛ لیکن پانی نہ ملا، جب پیاس کی شدت ہوئی تو اللہ نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا، جس نے میرے اوپر سایہ کرلیا، پھر اس میں سے چند بوندیں ٹپکیں جنھیں پی کر تسکین ہوئی، اس کے بعد ایک روشنی پیدا ہوئی جس نے پورے آسمان کو گھیر لیا، پھر اس میں سے ایک عجیب صورت نظر آئی اور اس نے کہا: ''اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں جو کچھ میں نے دوسروں پر حرام کیا ہے تیرے لیے حلال کرتا ہوں تو جو چاہے مانگ اور جو چاہے کر''، یہ سن کر میں نے أعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم پڑھ کر کہا: بھاگ جا ملعون! کیا بک رہا ہے! اس کے بعد فوراً ہی وہ روشنی اندھیرے میں بدل گئی، اور وہ صورت دھواں بن کر کہنے لگی: ''اے عبدالقادر! تم پروردگار کے احکام جاننے کی وجہ سے اور حالات ومنازل کی واقفیت کے سبب مجھ سے بچ گئے ہیں، میں نے اس ترکیب کے ذریعہ ستر (۷۰) اہل طریقت کو راستہ سے ایسا بھٹکایا کہ وہ کہیں کے نہ رہے، بتائیے یہ کونسا علم وہدایت ہے جو اللہ نے آپ کو عنایت کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: ''اللہ کا فضل وکرم ہے اور وہی ابتداء وانتہاء میں رہبری کرتا ہے'' ۔اھ

ایک اور حدیث میں ہے:

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ا: خصلتان لايجتمعان في منافق: حسن سمت، ولافقه فی الدين. رواه الترمذي.(۹۸/۲)

یعنی: دو خصلتیں ایسی ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہوسکتیں: ایک تو خوش اخلاقی اور دوسری فقہ فی الدین

الحاصل! تفقہ بہت ہی قابل قدر اور قیمتی چیز ہے، نیز بخاری شریف میں حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ: تفقهوا قبل أن تسودوا یعنی: سردار ہونے سے پہلے فقہ سیکھ لو۔ طبرانی میں ایک حدیث ہے: مجلس فقه خير من عبادة ستين سنة یعنی: فقہ کی مجلس میں شرکت ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

ایک اہم تنبیہ

قرآن پاک یا حدیث پاک میں جہاں فقہ کی فضیلت آئی ہے وہاں ایک بات ملحوظ رکھنی چاہیے، وہ یہ کہ: زمانۂ نبوت میں جہاں فقہ کا اطلاق ہوتا تھا وہاں اس سے مراد موجودہ فقہ اصطلاحی نہیں ہوتا تھا؛ بلکہ اس کا اطلاق عمومی تھا، ظاہر شریعت طریقت ومعرفت وغیرہ سب کو شامل ہوتا تھا، امام اعظمؒ سے اسی لیے فقہ کی تعریف "معرفة النفس مالها وماعليها" نقل کی گئی ہے۔

امام غزالیؒ "احیاء العلوم" میں رقم طراز ہیں:

(اللفظ الأول الفقه)فقد تصرفوا فيه بالتخصيص لابالنقل والتحويل إذ خصصوه بمعرفة الفروع الغريبة فی الفتاویٰ والوقوف على دقائق عللها و اسكثثار الكلام فيها وحفظ المقالات المتعلقة بها، فمن كان أشد تعمقا فيها وأكثر اشتغالاً يقال

بها هو الأفقه؛ ولقد كان اسم الفقه فى العصر الأول مطلقاً على علم طريق الآخرة ومعرفة دقائق آفات النفوس ومفسدات الأعمال وقوة الإحاطة بحقارة الدنيا و شدة التطلع إلىٰ نعيم الآخرة واستيلاء الخوف على القلب، و يدلك عليه قوله عزوجل ﴿ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم﴾ مايحصل به الإنذار والتخويف هو هذا الفقه دون تفريعات الطلاق والعتاق واللعان والسلم والإجارة اه (ص ۲۸/).

یعنی: لفظ فقہ میں نقل وتحویل کے ذریعہ نہیں بلکہ تخصیص کے ذریعہ تصرف کیا گیا ہے؛ اس لیے کہ فتاویٰ کی نادر فروعات کے جاننے اور اس کے دقیق علل سے واقفیت حاصل کرنے اور اس میں بہ کثرت کلام کرنے اور اس سے متعلق اقوال کے حفظ کرنے کے ساتھ اس کو مخصوص کر دیا، پس جو شخص اس میں زیادہ ماہر اور زیادہ مشغول ہو اس کو ''افقہ'' کا خطاب دے دیا؛ حالاں کہ لفظ فقہ عصر اول میں راہِ آخرت اور آفاتِ نفوس کے دقائق جاننے اور مفسداتِ اعمال کے پہچاننے اور دنیا کی حقارت پر پوری طرح حاوی ہو جانے اور آخرت کی نعمتوں کو خوب دیکھنے اور قلب پر خوف کو غالب کرنے پر بولا جاتا تھا، اس پر دلیل آیت قرآنی: ﴿لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ﴾ ہے، کہ جو فقہ انذار وتخویف کا ذریعہ بنتا ہے وہ یہی فقہ ہے نہ کہ طلاق وعتاق ولعان وسلم واجارہ کے فروعی مسائل۔

امام غزالیؒ آگے فرماتے ہیں کہ:

''صرف انہی فروعات میں الجھ کر رہ جانا اپنے دل کو سخت اور خشیت کو رخصت کر دیتا ہے''۔

ملا علی قاریؒ نے ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں:

قوله يفقهه فى الدين أي أحكام الشريعة والطريقة والحقيقة ولا يختص بالفقه المصطلح المختص بالأحكام الشريعة العملية كما ظن اه (ص/ ۲۱۹۔ص/۲۶۷ اشرفی بک ڈپو دیوبند)

اس لیے قرآن وحدیث میں جہاں اس کی فضیلت آئی ہے اس کو عام سمجھنا چاہیے، اور اپنے اندر دونوں (علم ظاہر شریعت یعنی: فقہ اصطلاحی اور علم باطن یعنی: تصوف وسلوک) کو جمع کرنے کی صورتیں پیدا کرنی چاہیے، باقی لفظ فقہ کی تعمیم سے علم حفظ فروع خارج نہیں ہے؛ کیوں کہ جو فضائل علم فقہ بالمعنی الاعم کے ہیں وہی فضائل علم فقہ بالمعنی الاخص کو بھی شامل ہیں۔

اب موجودہ اصطلاحی علم فقہ کی فضیلت کے سلسلہ میں علمائے ربانی کیا فرماتے ہیں اسے بھی ملاحظہ فرمایئے! ''درمختار'' میں ''خلاصہ'' سے نقل کیا ہے کہ:

النظر فى كتب أصحابنا من غير سماع أفضل من قيام الليل (ص/۲۷۔ ص ۲۹/ مكتبه رشيديه پاكستان)

یعنی: ہمارے اصحاب (حنفیہ) کی کتابوں کا مطالعہ کرنا بغیر (کسی استاذ سے) سننے کے، رات کو نوافل پڑھنے سے افضل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تہجد پڑھنا نفل ہے، اور فقہ حاصل کرنا اگر بہ قدر ضرورت ہو تو فرض عین ہے، اور فقہ میں مہارت حاصل کرنا ہو تو فرض کفایہ ہے، اور نوافل میں مشغول ہونے سے فرض میں مشغول ہونا بلاشبہ افضل ہے؛ اسی وجہ سے علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ:

جو شخص دن کو مطالعہ کرتا ہے اور رات کو تہجد پڑھتا ہے، اس کے لیے دن اور رات دونوں میں افضل علم حاصل کرنا ہے۔

قال إسماعيل بن أبي رجاء: رأيت محمداً في المنام فقلت: ما فعل الله بك؟ فقال: غفرلي ثم قال:" لوأردت أن أعذبك ماجعلت هذا العلم فيك"، فقلت له: فاين ابويوسف؟ قال: فوقنا بدرجتين، قلت فأبو حنيفة؟ قال: هيهات! ذاك في أعلىٰ عليين اه. (ص/۳۵)

حضرت امام محمدؒ کے انتقال کے بعد اسماعیل بن ابی رجاءؒ نے ان کو خواب میں دیکھا، اور دریافت کیا کہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ آپ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی، پھر ارشاد فرمایا کہ: "اگر میرا ارادہ تجھے عذاب دینے کا ہوتا تو یہ علم (فقہ) تیرے سینہ میں نہ رکھتا" (فقہ کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ آدمی اس کی برکت سے جہنم سے بچ جائے یہی سب سے بڑی کامیابی اور سعادت ہے)؛ پھر اسماعیل بن ابی رجاءؒ نے پوچھا کہ: امام ابو یوسفؒ کہاں ہیں؟ امام محمدؒ نے جواب دیا کہ: ہم سے دو درجہ اوپر ہیں، پھر انھوں نے پوچھا کہ: امام ابوحنیفہؒ کہاں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ: ارے! ان کا کیا پوچھنا؟ وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

علم فقہ کی فضیلت میں امام محمدؒ کا یہ قول بھی قابل توجہ ہے آپ فرماتے ہیں کہ:

لاينبغي للرجل أن يعرف بالشعر والنحو؛ لأن اٰخرأمره إلى المسئلة، وتعليم الصبيان ولابالحساب؛ لأن اٰخر أمره إلى مساحة الأرضين، ولا بالتفسير؛ لأن اٰخرأمره إلى التذكيروالقصص، بل يكون علمه في الحلال والحرام ومالابدمنه من الأحكام، كماقيل:

إذا مـــا اعتــز ذو عــلـم بـعـلـم		فـعـلـم الـفـقه أ ولىٰ باعتزاز
فـكـم طيب يفوح ولا كمسك		و كـم طيـر يـطير ولا كبازي

(درمختار علی هامش الشامی ۲۸/۱۔ ص/۱۲۲ زکریا)

یعنی: آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ شعر گوئی اور نحو میں مہارت حاصل کرے؛ کیوں کہ شاعر کا انجام کار (لوگوں کی مدح سرائی یا برائی کر کے) بھیک مانگے گا، اور نحو کا ماہر انجام کار تعلیم صبیان میں مشغول ہوگا، اور چاہیے کہ حساب داں بھی نہ بنے؛ کیوں کہ وہ انجام کار زمین کی پیمائش کرتا پھرے گا، اور چاہیے کہ ماہر تفسیر بھی نہ ہو؛ اس لیے کہ وہ انجام کار قصہ گوئی اور وعظ گوئی میں مصروف رہے گا، بلکہ اس کو چاہیے کہ علم فقہ میں مہارت حاصل کرے؛ (اس لیے کہ لوگ کبھی اس سے مستغنی نہیں ہوسکتے) جیسا کہ کسی نے خوب کہا کہ: جب ذی علم اپنے علم سے اعزاز حاصل کرتا ہے تو علم فقہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے؛ اس لیے کہ بہت سی خوشبوئیں مہکتی ہیں؛ لیکن مشک کی طرح نہیں ہوسکتیں، اور بے شمار پرندے اڑتے ہیں؛ مگر باز کو نہیں پہنچ سکتے۔

نیز علم حدیث وعلم تفسیر کے جو فضائل ہیں وہ بھی فقہ پڑھنے والے کو حاصل ہوجاتے ہیں؛ اس لیے کہ فقہ درحقیقت درایت حدیث کا نام ہے، فقہ کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث ہی کا عطر ہے، اس کی مثال ایسی سمجھئے جیسے: دودھ مکھن اور گھی؛ حدیث کو دودھ سمجھئے اس سے مکھن اور گھی بنتا ہے، اسی طرح اصل قرآن وحدیث ہے اور فقہ اس کا گھی ہے، جس کے بغیر انسان اپنی زندگی نہیں گزار سکتا۔

''درمختار'' میں ہے کہ:

إن الفقه هو ثمرة الحديث، وليس ثواب الفقيه أقل من ثواب المحدث اه. یعنی: فقہ حدیث کا خلاصہ ہے، اور فقیہ کا اجر محدث کے اجر سے کم نہیں ہے۔

اسماء

یعنی: اس فن کو دوسرے کن کن ناموں سے یاد کیا جاتا ہے؟ تو چوں کہ اس میں حلال وحرام ،مکروہ وناجائز وغیرہ احکام ہیں؛ اس لیے اس کو "علم الحلال والحرام" بھی کہا جاتا ہے، نیز اس کو علم فقہ، علم فتاویٰ، علم الاحکام اور علم آخرت بھی کہتے ہیں۔

واضع

سراج الامت ،امام الائمۃ ،امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فن کے واضع ہیں؛ چناں چہ امام شافعیؒ کا قول ہے: والناس علىٰ عيال أبي حنيفة في الفقه (شامي ١/٤٢ زكريا) لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی اولاد ہیں، لیکن ترتیب فقہ کا سلسلہ اس طرح ہے:

الفقه زرعه ابن مسعودؓ، وسقاه علقمةؒ، وحصده إبراهيم النخعيؒ، و داسه حمادؒ، وطحنه أبو حنيفةؒ، وعجنه أبويوسفؒ، وخبزه محمدؒ؛ فسائر الناس يأكلون من خبزه. اه (درمختار ١/٣٤ـ ١/٤٢ زكريا)

یعنی علم فقہ کی تخم ریزی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کی، اس کی آبیاری حضرت علقمہؒ نے کی، ابراہیم نخعیؒ نے اس کو کاٹا، اور حمادؒ نے گاہا، اور امام ابوحنیفہؒ نے اس کو پیسا، اور امام ابویوسفؒ نے اس کو گوندھا، اور امام محمدؒ نے اس کی روٹیاں پکائی؛ اب تمام لوگ ان کی پکائی ہوئی روٹیاں کھارہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

علامہ ابن قیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں افتاء کے سلسلہ میں ایک فصل قائم کی ہے، جس میں بتلایا ہے کہ صحابہ میں مسند افتاء پر کون کون حضرات فائز رہے ہیں؟ وہ لکھتے ہیں کہ: چھ صحابہؓ ایسے تھے کہ جن میں تمام صحابہ کا تفقہ جمع تھا: (۱) حضرت عمرؓ (۲) حضرت علیؓ (۳) حضرت زید بن ثابتؓ (۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۶) حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔

ان میں آپس میں فہم وعقل وروایت کے اعتبار سے فرق تھا، حضرت عمرؓ امور خلافت میں مشغول ومنہمک ہونے کی وجہ سے نشر علم کی طرف متوجہ نہ ہوسکے؛ اس لیے ان کا علم محفوظ نہ ہوسکا، حضرت علیؓ کا علم محفوظ تو ہوگیا؛ مگر روافض نے اس میں خلط کردیا اس لیے بتمامہ قابل اعتماد نہ رہا، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اپنی فطری صلاحیت، ذکاوت اور گوناگوں مناقب کی وجہ سے اور علم کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام کے مالک ہوگئے۔

اشاعت وظہور اسلام سے قبل ۲۳۴/حضرات کا نام عبداللہ تھا، اور سب کے سب مشرف بہ اسلام ہوکر صحبت نبوی ﷺ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو خصوصی شہرت حاصل ہوئی۔ (اصابۃ فی تمییز الصحابۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چھٹے نمبر پر اسلام لائے، اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کثرت سے آمد ورفت رکھتے تھے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے صحابی ان کو حضور اکرم ﷺ

کے اہل بیت میں سمجھنے لگے تھے، آپ حضور اکرم ﷺ کے خاص خدام میں شمار ہوتے تھے، صاحب وسادہ، صاحب مسواک، صاحب نعلین؛ وغیرہ آپ کا لقب ہوگیا تھا، آپ نے حبشہ کی ہجرت کی، اور آپ کو غزوۂ بدر کی شرکت کی سعادت بھی حاصل ہوئی، اور حضور اکرم ﷺ سے سیرت وصورت میں مشابہ تھے۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ: عبداللہ بن مسعودؓ ایک ''جھولا'' ہے جو علم سے بھر دیا گیا ہے، نیز فرمان رسول ﷺ ہے کہ: جس پر ابن مسعودؓ راضی ہیں اس پر میں بھی راضی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اشاعت علم کے سلسلہ میں آپ کو کوفہ روانہ کیا، اور وہاں والوں کو لکھا کہ: ''ابن مسعودؓ کے علم کا میں زیادہ محتاج تھا؛ مگر میں تم کو ترجیح دے کر تمہارے پاس ان کو روانہ کرتا ہوں''، وہ اپنے ساتھ ڈیڑھ ہزار شاگردوں کو لے کر کوفہ تشریف لے گئے، حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا قاضی بھی بنادیا تھا، حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ تشریف لائے، اور ۳۲ھ میں ساٹھ سال کی عمر میں اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی اور جنۃ البقیع میں دفن ہوئے۔

عن مسروق أنه قال: انتهىٰ علم الصحابة إلىٰ ستة: عمر، وعلي، وأبي، وزيد، وأبي الدرداء، وابن مسعود؛ ثم علم الستة إلىٰ علي و عبداللّٰه بن مسعود. (مقدمهٔ نورالإيضاح بحوالهٔ التقريب للنووي)

مسروق کا قول ہے کہ: صحابہؓ کا علم چھ آدمیوں میں سمٹ آیا یعنی: عمرؓ اور علیؓ اور ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ اور ابو درداءؓ اور ابن مسعودؓ میں؛ پھر ان چھ کا علم حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ میں سمٹ آیا۔ (رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم أجمعين)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں میں دو شاگرد بلند پایہ تھے: ایک اسودؒ

اور دوسرے علقمہؒ؛ اسودؒ کے متعلق لکھا ہے کہ: اشبہ یعنی: عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ کامل مشابہ تھے، ۸۴ھ میں وفات ہوئی، اور علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک نخعی بڑے جلیل القدر فقیہ، اسود بن یزید کے چچا اور ابراہیم نخعیؒ کے ماموں تھے، حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے، قرآن وعلم ابن مسعودؓ، علیؓ، عمرؓ، ابو درداءؓ اور عائشہؓ سے حاصل کیا، علقمہ کے شاگردوں میں ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعیؒ ہیں، ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں وفات پائی۔

ابراہیم نخعیؒ کے شاگردوں میں حماد بن مسلم کوفیؒ ہیں، آپ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ ہیں، آپ کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے، امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: جب بھی میں نے نماز پڑھی اور اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کی، تو ساتھ میں میں نے حمادؒ کو ضرور یاد کیا۔

سراج الامۃ، امام الائمۃ، امام اعظم، ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ

امام صاحبؒ کے متعلق مؤرخین کا اختلاف ہے کہ آپ عربی النسل ہیں یا عجمی نژاد ہیں؟ جو لوگ آپ کو عربی النسل قرار دیتے ہیں وہ آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کرتے ہیں: نعمان بن ثابت بن زوطی بن یحییٰ بن زید بن اسد بن راشد الانصاری؛ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ آپ عجمی نژاد اور فارسی النسل ہیں، اور سلسلۂ نسب اس طرح بیان کرتے ہیں: نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ، امام صاحبؒ کے پوتے سلسلۂ نسب اس طرح بیان کرتے ہیں: نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان؛ ان دونوں قولوں کو جمع کرنا آسان ہے، وہ اس طرح کہ زوطی زمانۂ جاہلیت کا نام ہے اور نعمان اسلام لانے کے بعد کا نام ہے، اسی طرح ماہ

اور مرزبان دونوں کے معنیٰ سردار کے ہیں۔

امام صاحبؒ کے والد ثابت کی ولادت جب کوفہ میں ہوئی، تو ان کو ان کے والد زوطی حضرت علیؓ کی خدمت میں لے گئے اور برکت کی دعا چاہی، آپؓ نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا کی، اللہ جل شانہ نے دعا کو قبول فرمایا اور اس دعا کی برکت سے ثابت کی ذریت میں امام صاحبؒ کی پیدائش ہوئی، عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں کوفہ میں ۸۰ھ میں امام صاحبؒ کی پیدائش ہوئی، آپ کا اسم گرامی ''نعمان'' رکھا گیا، آپ کے سن پیدائش کے متعلق ایک قول ۶۱ھ کا بھی ہے؛ لیکن پہلا ہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے، آپ کی وفات بغداد میں ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ (مقدمۂ اوجز المسالک)

امام صاحب بچپن ہی سے ذہین، فہیم اور سلیم الطبع تھے، شروع میں آپ نے تجارت شروع کی، پھر اس کو چھوڑ کو طلب علم کی طرف متوجہ ہوئے، اس زمانہ میں چوں کہ علم کلام کا بہت چرچا تھا؛ اس لیے آپ نے علم کلام میں مہارت حاصل کی، اور ''فقہ اکبر'' نامی کتاب تصنیف فرمائی، اس کے بعد فقہ کی طرف متوجہ ہوئے، تقریباً دس سال حضرت حمادؒ کے درس میں شریک رہے، اس وقت حضرت حمادؒ کا فقہ کا درس بہت مشہور تھا، حضرت حمادؒ کے علاوہ آپ کے دوسرے اساتذہ تقریباً چار ہزار ہیں، ''مفتاح السعادۃ'' میں لکھا ہے کہ:

عد مشائخ الشافعیؒ فبلغ ثمانین، وعدمشائخ الامام فبلغ اربعة آلاف اھ. (۶۷/۲)

حدیث، تفسیر، ناسخ منسوخ وغیرہ علوم میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی؛ اس وجہ سے آپ کا شمار مجتہد مطلق کے درجہ میں ہونے لگا۔

امام صاحبؒ کی ذہانت وفطانت

امام صاحبؒ کی طفولیت میں ایک دہریہ آیا اوراس نے مناظرہ کا چیلنج دیا، وہ کئی علماء کوشکست دے چکا تھا، حضرت حمادؒ بھی اس کے چیلنج سے متفکر تھے، انھوں نے ایک خواب دیکھا کہ: ایک خنزیر نے درخت کی سب شاخوں کوکھالیا؛ لیکن اس کی جڑ اور تنہ باقی تھا، اس تنہ میں سے ایک شیر نمودار ہوا اوراس نے اس خنزیر کو ہلاک کردیا، صبح کو حضرت حمادؒ کے پاس امام صاحبؒ گئے تو آپ کو مغموم ومتفکر پایا، پوچھنے پر آپ نے دہریہ کا چیلنج اور خواب کا واقعہ سنایا، امام صاحبؒ نے سن کر کہا: الحمدللہ! وہ خنزیر تو دہریہ تھا اور درخت سے مراد علم ہے، اورشاخیں آپ کے علاوہ دوسرے علماء ہیں، اور تنہ اور جڑ آپ ہیں اور شیر میں ہوں، انشاء اللہ اس کو مات دے دوں گا، حضرت حمادؒ اپنے مایۂ ناز شاگرد کو لے کر مجلس مناظرہ (جو جامع مسجد میں تھی) میں پہنچے، دہریہ نے منبر پر چڑھ کر اپنے اعتراضات بیان کرنے شروع کیے، مقابل میں جب امام صاحبؒ کی کم عمری کو دیکھا تو آپ کی تحقیر وتذلیل شروع کی، امام صاحبؒ نے کہا کہ: ''اس کو چھوڑ اور اپنا دعویٰ بیان کر''، امام صاحبؒ کی اس جرأت پر دہریہ متعجب ہوا، اوراپنا سوال پیش کیا:

کیف یمکن أن یوجد شئ لأ ول له ولا اٰخر له؟ (یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی موجود شئ کا نہ اول ہو نہ آخر؟) اس کا اشارہ حق جل وعلا کی صفت ازلیت وابدیت کی طرف تھا، اس کے جواب میں امام صاحبؒ نے پوچھا کہ: تجھے گنتی آتی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! امام صاحبؒ نے پوچھا: ایک سے پہلے کیا عدد ہے؟ اس نے جواب دیا: ھو الأول لیس قبلہ شئ وہ اول ہے اس سے پہلے کوئی عدد نہیں، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: جب

واحد مجازی سے پہلے کچھ بھی نہ ہوا ایسا ہوسکتا ہے تو واحد حقیقی سے پہلے بھی کچھ نہ ہوا ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟۔

دہریہ کا دوسرا سوال تھا کہ: ہر چیز کسی نہ کسی جہت میں ہے تو پھر اللہ کا چہرۂ انور کس جہت میں ہے؟ امام صاحبؒ نے جواب میں فرمایا کہ: تم نے کبھی چراغ تو جلایا ہوگا، بتلایئے روشنی کا رخ کدھر ہوتا ہے؟ اس نے کہا کہ: اس کے نور کے لیے تو سب جہتیں برابر ہیں، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: نور مجازی کے لیے سب جہتیں برابر ہیں تو نور حقیقی کے لیے کیوں نہ برابر ہوگی؟۔

اب دہریہ کا تیسرا سوال تھا کہ: ہر موجود شئ کے لیے کوئی نہ کوئی جگہ ہوتی ہے، بتایئے اللہ پاک کون سی جگہ ہیں؟ امام صاحبؒ نے دودھ منگوایا اور پوچھا بتایئے اس میں گھی کہاں ہے حالاں کہ گھی اس سے بنتا ہے؟ اس نے کہا: اس میں گھی کسی مخصوص جگہ میں نہیں ہے ؛ بلکہ ہر قطرہ میں ہے، اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: جب معدوم ہونے والی چیز ہر قطرہ میں ہوسکتی ہے تو وہ خالق الارض والسماء ہر جگہ کیوں نہ ہوگا؟۔

اب دہریہ کا آخری سوال تھا اللہ پاک کیا کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: تم نے منبر پر رہ کر بہت سے سوال کیے اور میں نیچے کھڑے رہ کر جواب دیتا رہا، اب آپ نیچے اترئے اور مجھے منبر پر چڑھنے دیجیے؛ تاکہ میں جواب دوں، وہ اترا اور امام صاحبؒ منبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا: اللہ جل شانہ تیرے جیسے رذیل کو ذلیل کرتا ہے اور میرے جیسے موحد کے درجات بلند کرتا ہے۔﴿كُلَّ يَوۡمٍ هُوَ فِيۡ شَاۡنٍ﴾ (مفتاح السعادة ۱/ ۷۷)

امام صاحبؒ کے متعلق خود حضور اکرم ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی ہے: ﴿وَاٰخَرِيۡنَ مِنۡهُمۡ

لَـمَّــا يَلْـحَـقُـوْابِهِـمْ ﴾ والی آیت پڑھ کرحضرت سلمان فارسیؓ کی پشت پر ہاتھ مارا، اورفرمایا:''ان میں سے وہ ہوگا'' یعنی: فارسی النسل ؛ایک حدیث میں فرمایا کہ: میری امت میں ایک آدمی ہوگا جوسراج امت ہوگا، اگرعلم ثریا پر ہوگا تو اسے بھی حاصل کرے گا۔علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

هذاأصل صحيح يعتمد عليه فى البشارة بأبي حنيفة اه. (مقدمة أوجزالمسالك ٥٦/١ ـ ٩٠/١ مفتاح السعادة)

غرض کہ حضوراکرم ﷺ نے پیشن گوئی فرما کرامام صاحبؒ کے رتبہ کوآشکارافرمایا۔
امام صاحبؒ کا ورع وتقویٰ بھی بہت بڑھا ہوا تھا،کوفہ میں ایک مرتبہ کسی کی بکری چوری ہوگئی توآپ نے سات سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا۔ (مفتاح السعادة ۷۸/۱)؛اس لیے کہ بکری کی عمرسات سال ہوتی ہے۔ایک مرتبہ سخت گرمی اوردھوپ میں آپ تشریف لے جارہے تھے،دھوپ سے بچنے کے لیے مکانوں کے سایہ میں چلتے تھے کہ ناگاہ ایک مکان کے قریب سایہ سے نکل کردھوپ میں چلنے لگے،کسی نے پوچھا:آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپؒ نے جواب میں ارشادفرمایا کہ: **كل قرض جرنفعاًفهوربواً.** (ہرقرض جس کے ذریعہ نفع حاصل کیا جاوے وہ سود ہے)اس گھر کے مالک نے مجھ سے قرض لیا ہے؛ اس لیے میرے لیے اس کے گھر سے نفع حاصل کرنا تقویٰ کے خلاف ہے۔امام صاحبؒ کے ایک ملازم نے ایک عیب دار کپڑا عیب بتائے بغیر بیچ دیا،آپ نے حاصل شدہ تمام رقم صدقہ کردی۔اس قسم کے بےشمارواقعات ہیں جن سے آپ کے ورع وتقویٰ کی بلندی ظاہرہوتی ہے۔
عبادات میں آپ کا یہ حال تھا کہ: چالیس سال تک عشاء کے وضو سے آپ نے فجر کی نماز

پڑھی ہے، اور ہر ماہ ساٹھ قرآن مجید ختم کرتے تھے، ایک دن میں اور ایک رات میں۔ اور رمضان المبارک میں ۶۱ر قرآن مجید ختم فرماتے تھے، اور جس جگہ آپ کی وفات ہوئی اس جگہ آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا تھا۔ (مفتاح السعادۃ)

امام صاحبؒ نے ۹۹ر مرتبہ خداوند قدوس کی خواب میں -جیسا کہ ان کی شان کے لائق ہے- زیارت کی، ایک مرتبہ فرمایا کہ: اگر اب زیارت ہوئی تو میں حق جل شانہ سے دریافت کروں گا کہ: یاالٰہی! تیری مخلوقات قیامت کے دن تیرے عذاب سے کس طرح نجات پائے گی؟ چناں چہ جب سوویں مرتبہ زیارت ہوئی تو آپ نے وہ بات دریافت کی، تو جواب ملا کہ: جو شخص صبح وشام یہ دعا پڑھے گا اس کی مغفرت کردوں گا:

سُبْحَانَ الْأَبَدِيِّ الْأَبَدَ، سُبْحَانَ الْوَاحِدِالْأَحَدَ، سُبْحَانَ الْفَرْدِ الصَّمَدَ، سُبْحَانَ رَافِعِ السَّمَاءِ بِلاَعَمَدٍ، سُبْحَانَ مَنْ بَسَطَ الْأَرْضَ عَلیٰ مَاءٍ جَمَدٍ، سُبْحَانَ مَنْ خَلَقَ الْخَلْقَ فَأَحْصَاهُمْ عَدَدَ، سُبْحَانَ مَنْ قَسَّمَ الرِّزْقَ وَلَمْ يَنْسَ أَحَدَ، سُبْحَانَ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلاَوَلَدَ، سُبْحَانَ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُواً أَحَدَ. اه (ردالمحتار ۳۵/۱-۱۱٤/۱ زكريا)

امام صاحبؒ نے ۵۵ر مرتبہ حج کیا ہے، آپ نے جب آخری حج کیا تو حاجبِ کعبہ کی اجازت سے رات کو کعبہ کے اندر تشریف لے گئے، اور دو ستونوں کے درمیان اس طرح دو رکعت ادا فرمائی کہ: ایک پاؤں پر کھڑے رہ کر پہلی رکعت میں آدھا قرآن اور دوسرے پاؤں پر کھڑے رہ کر دوسری رکعت میں بقیہ آدھا قرآن پڑھا اور ختم کیا، اور سلام پھیر کر خوب روئے اور یہ دعا فرمائی:

يا إلٰهي! ماعبدك هذاالعبدالضعيف حق عبادتك؛ ولكن عرفك حق معرفتك،

فهب نقصان خدمته لكمال معرفته. ہاتف نے آواز دی:

يا أبا حنيفة! قد عرفتنا حق المعرفة، و خدمتنا فأحسنت الخدمة، و قد غفرنا لك ولمن اتبعك ممن كان علىٰ مذهبك إلىٰ يوم القيامة اه. (ردالمحتار ١/٣٦ـ ١/١٤٤ زكريا) نیز ''مفتاح السعادۃ'' میں لکھا ہے کہ:

(روي) أن الإمام رأىٰ في المنام كأنه ينبش قبرالنبي ا ويجمع عظامه إلىٰ صدره (٢/٨٢)

اس خواب سے امام صاحب گھبرا گئے، اوراس زمانہ کے مشہور معبر امام محمد بن سیرینؒ سے تعبیر دریافت کی، انھوں نے فرمایا کہ: ''یہ خواب تیرا نہیں ہے یہ خواب تو ابوحنیفہؒ کا ہے''، آپؒ نے فرمایا کہ: میں ہی ابوحنیفہ ہوں، تب ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ: ''آپ حضور اکرم ﷺ کے دین کی نشر واشاعت فرمائیں گے''۔

آپ کثرت سے روزہ رکھنے والے تھے اور خاموش رہتے تھے، اور جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو اس طرح بولتے تھے گویا علم کا دریا بہہ رہا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ: آپ اٰية من اٰيات اللّٰه تھے۔

حاسدین ومعاندین

امام صاحبؒ پر ان کی حیات میں بھی اوراس کے بعد بھی حتیٰ کہ اب تک حاسدین ومعاندین عجیب وغریب اعتراضات کرتے رہتے ہیں؛ لیکن عقلاً ونقلاً تمام اعتراضات بکواس سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے، بعض لوگوں نے کہا کہ: آپ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں، بھلا جس کے چار ہزار اساتذہ ہوں اس کو صرف سترہ حدیثیں یاد ہوں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے؟ جب کہ آپ تابعی ہیں؛ کیوں کہ اس پر تمام مؤرخین

کا اتفاق ہے کہ: حضرت انسؓ کی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی ہے، اس لیے امام صاحب کی ولادت کے بارے میں دونوں اقوال کے اعتبار سے آپؒ کی عمر اس وقت ۲۱/سال کی یا ۴۰/سال کی ہوگی، نیز حضرت انسؓ کے علاوہ اور تین چار صحابہ بھی حیات تھے، لہذا امام صاحبؒ کا تابعی ہونا یقینی ہے، اور یہ ایسا شرف ہے کہ آپؒ کے علاوہ کسی دوسرے امام کو حاصل نہیں ہوا۔

''اکمال فی اسماء الرجال'' کے باب ثانی میں ائمہ اربعہ کا ذکر ہے، اس میں سب سے پہلے امام مالکؒ کا ذکر کیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ: آپ تمام ائمہ میں زمانہ، بزرگی اور رتبہ کے اعتبار سے سب سے مقدم تھے؛ امام مالکؒ کی بزرگی مسلَّم ؛ لیکن زمانہ اور عمر کے اعتبار سے امام صاحبؒ یقیناً ان سے مقدم تھے، امام صاحبؒ کی امام مالکؒ سے ملاقات بھی ہوئی ہے، اور بہت سے مسائل میں ان سے بحث ومباحثہ بھی ہوا ہے؛ کسی نے امام مالکؒ سے امام صاحبؒ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے امام صاحبؒ کی تعریف وتوصیف و توثیق کرتے ہوئے یہ جملے ارشاد فرمائے:

قال الشافعي: قيل لمالك: هل رأيت اباحنيفة؟ قال: نعم! رأيت رجلاً لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجة اه. (مشكوة ٢/ ٦٢٥)

امام شافعیؒ امام صاحبؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، آپ امام صاحبؒ کا بہت احترام فرماتے تھے، اور اتنا ادب کرتے تھے کہ جب امام صاحبؒ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے تو نماز فجر میں دعائے قنوت نہ پڑھی اور رفع یدین بھی نہ کیا، وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ: جب کسی چیز میں مجھے کوئی الجھن پیش آتی ہے تو میں دو رکعت پڑھ کر امام صاحبؒ کی روح سے

استفادہ کرتا ہوں، جس کی وجہ سے وہ الجھن رفع ہو جاتی ہے۔

فقہ حنفی

اس سے پہلے جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ نفس فقہ کے تھے، اب فقہ حنفی کے متعلق فضائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے، امام شافعیؒ نے کیا ہی انصاف کی بات فرمائی کہ: **الناس عيال علىٰ أبي حنيفة في الفقه.** (لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی اولاد ہیں)، اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ:

من أراد الفقه فليلزم أصحاب أبي حنيفة، فإن المعاني قد تيسرت لهم، والله ماصرت فقيهاً إلا بكتب محمدبن الحسن اه. (الدر المختار على هامش الشامی ۳۵/۱ ـ ۱۴۳/۱ زكريا)

یعنی: جو فقہ سیکھنا چاہے اس کو چاہیے کہ اصحاب ابوحنیفہؒ کو لازم پکڑے؛ اس لیے (کہ) معانی ومطالب ان کے لیے آسان ہو گئے ہیں، اور خدا کی قسم! میں امام محمد بن حسنؒ کی کتابوں ہی سے فقہ میں ماہر ہوا ہوں۔

علامہ شعرانیؒ ''میزان الاعتدال'' میں فرماتے ہیں:

خداوند قدوس نے جب اس عاجز پر شریعت کے چشمہ کے اسرار کو منکشف فرمایا، تو میں نے تمام مذاہب کو اس سے لگا ہوا پایا، اور میں نے ائمۂ اربعہ کے مذاہب کو دیکھا کہ وہ تمام نہروں کی شکل میں بہہ رہے ہیں، اور وہ تمام مذاہب مٹ مٹا گئے، وہ پتھر کی شکل میں بدل گئے ہیں، اور تمام ائمہ میں سب سے زیادہ لمبی نہر میں نے ابوحنیفہؒ کی پائی، اور اس کے قریب امام مالکؒ کی، اور پھر امام شافعیؒ کی اور پھر امام احمد بن حنبلؒ کی؛ اور ان میں سب سے چھوٹی نہر امام داؤدؒ کے مذہب کی تھی؛ حال یہ کہ وہ پانچویں صدی میں ختم ہو گیا؛ پس میں

نے اس کا مطلب لیا کہ: نہروں کی لمبائی سے ان مذاہب پر عمل کے زمانہ کی لمبائی مراد ہے، پس جس طرح امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تمام مذاہب مدونہ کے شروع میں وجود میں آیا اسی طرح وہ سب سے آخر میں ختم ہوگا۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

''اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں، اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے، یعنی: اگر بالفرض اس وقت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا، اس وقت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کی اس سخن کی حقیقت معلوم ہوگئی جو انھوں نے ''فصول ستہ'' میں نقل کیا ہے کہ: حضرت عیسیٰؑ نزول کے بعد امامؒ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔ (مکتوب ۲۸۲ دفتر اول ص/۵۸۵)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ امام صاحب کی تقلید کریں گے، بلکہ وہ تو مجتہد ہوں گے؛ لیکن ان کا اجتہاد فقہ حنفی کے اجتہاد سے موافق ہوگا۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''فیوض الحرمین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

عرفني رسول الله ﷺ أن فى المذهب الحنفي طريقة أنيقة، هي أوفق الطرق بالسنة المعروفة التي جمعت ونضجت في زمان البخاري وأصحابه. اه

یعنی: مجھ کو حضور اکرم ﷺ نے بتلایا کہ: مذہب حنفی ایک عمدہ طریقہ ہے جو اس سنت سے زیادہ موافق ہے جو امام بخاریؒ اور ان کے اصحاب (دیگر محدثین) کے زمانہ میں جمع ہوئی اور پھیلی۔

نیز ہر زمانہ میں اکثریت مذہب حنفی پر عمل کرتی آئی ہے، اور اکابر صوفیاء بھی مذہب حنفی

کے مطابق ہی عمل کرتے رہے ہیں، جیسا کہ درمختار ص ۴۰/۱ میں ہے:

وقد أتبعه على مذهبه كثيرمن الأولياء الكرام ممن اتصف بثبات المجاهدة وركض في ميدان المشاهدة، كإبراهيم بن أدهم، وشقيق البلخي، ومعروف الكرخي، وأبي يزيد البسطامي، وفضيل بن عياض، وداؤد الطائي، وأبي حامد اللفاف، وخلف بن أيوب، وعبدالله بن مبارك، ووكيع بن جراح، وأبي بكر الوراق، وغيرهم؛ ممن لايحصىٰ لبعده أن يستقصىٰ، فلووجدوا فيه شبهة مااتبعوه ولااقتدوابه ولاوافقوه. اه(١٥٥/١ زكريا)

نیز جس طرح امام صاحبؒ تمام علوم وفنون میں یکتائے زمانہ تھے اسی طرح آپ کے خدام اورشاگرد بھی خصوصی مہارت کے حامل تھے، ابن کرامہ کے سامنے کسی نے کہا کہ: أخطأ أبوحنيفة. (ابوحنیفہؒ نے غلطی کی) ابن کرامہ نے اس کے جواب میں فرمایا: تو یہ کس طرح کہتا ہے! حالاں کہ ابوحنیفہؒ کے پاس ابو یوسفؒ اور زفرؒ جیسے قیاس والے تھے، اور یحییٰ بن ابی زائدہ اور حفص بن غیاث اور حبان جیسے حفاظ حدیث تھے، اور قاسم بن معن جیسا فقہ اور عربیت کا ماہر تھا، اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاضؒ جیسے زاہد تھے؛ ان کے ہوتے ہوئے وہ غلطی نہیں کر سکتے، اور اگر وہ غلطی کرتے بھی تو یہ لوگ ان کو حق کی طرف لے آتے۔ (مفتاح السعادة ۸۳/۲)

امام صاحبؒ کے یہاں تدوین فقہ کی صورت یہ تھی کہ: آپ کے سب شاگرد جمع ہوکر کسی مسئلہ پر بحث کرتے، اخیر میں امام صاحبؒ اس مسئلہ کو پوری وضاحت سے بیان فرماتے، پھر اگر سب کا اتفاق ہوجاتا تو وہ لکھ لیا جاتا، آپ کے طریقۂ اجتہاد میں سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع ہوتا تھا، اس کے بعد حدیث کی طرف، اور جو حدیث قرآن سے

زیادہ قریب ہوتی اس پر عمل کرتے تھے؛ مثلاً صلاۃ خوف کی بہت سی صورتیں احادیث میں مروی ہیں، ان میں سے امام صاحبؒ نے ابن مسعودؓ کی روایت کردہ صورت اختیار فرمائی جو الفاظ قرآن سے زیادہ قریب ہے، پھر اگر حدیث یا صحابہ میں اختلاف ہوتا تو فرماتے کہ: صحابہ کی اقتداء کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، اور بأيهم اقتديتم إهتديتم کے پیش نظر کسی ایک صحابی کی روایت کو اختیار فرماتے، اور تابعین میں اختلاف ہوتا تو چوں کہ ان میں صحبت نبوی ﷺ یا دوسری کوئی خصوصیت نہیں تھی؛ اس لیے فرماتے: نحن رجال وهم رجال. اور خود اجتہاد فرماتے، اس طریقۂ تدوین سے آپ نے ساٹھ ہزار مسائل استنباط فرمائے۔

(عن مالك بن أنس): وضع أبوحنيفة ستين ألف مسئلة فى الإسلام.(وعن الامام أبي بكربن عتيق): أنه وضع خمس مأة ألف مسئلة. (وذكرالخطيب الخوارزمي):أنه وضع ثلاثة آلاف(١) مسئلة ثمانية وثلاثين ألفاًفى العبادة والباقى فى المعاملة؛ لولاهذالبقى الناس فى الضلالة اه.(مفتاح السعادة ٧١/٢)

امام ابوبکر بن عتیقؒ سے مروی ہے کہ: امام صاحبؒ نے پانچ لاکھ مسائل کا استخراج کیا، اور خطیب خوارزمیؒ نے لکھا ہے کہ: آپ نے تین لاکھ مسائل نکالے اڑتیس ہزار عبادت اور باقی معاملات میں؛ اگر آپ نہ ہوتے تو لوگ گمراہی میں رہتے۔ غرض! امام صاحبؒ نے فقہ کے لیے ایسا نمایاں کارنامہ انجام دیا کہ زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

امام صاحبؒ کی وفات

آدمی میں جس قدر کمالات زیادہ ہوتے ہیں حاسدین کی بھی اتنی ہی کثرت ہوتی ہے، امام صاحبؒ کے ساتھ بھی یہی ہوا، خلیفۂ وقت بھی آپ کی مقبولیت کو دیکھ کر حسد کرنے لگا، اور حیلہ سے امام صاحبؒ کو شہید کر کے ہی چھوڑا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ: خلیفہ منصور نے اپنی خلافت کے زمانہ میں آپ سے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بننے کی فرمائش کی، آپ نے انکار فرمایا، منصور نے بہت زیادہ اصرار کیا، آپ نے فرمایا: میں اس کا اہل نہیں ہوں، اس نے کہا کہ: آپ جھوٹ بول رہے ہیں، آپ اس کے یقیناً اہل ہیں، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: اگر میں اپنے قول میں جھوٹا ہوں تو جھوٹا آدمی قاضی نہیں ہوسکتا، اور اگر سچ کہتا ہوں تو میرا عذر قابل قبول ہے اور میں واقعی عہدۂ قضا کا اہل نہیں ہوں؛ غرض کہ امام صاحبؒ نے بڑی شدت سے انکار فرمایا، تو منصور نے آپ کو قید میں ڈال دیا، اور وہاں عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کی وجہ سے آپ کو روزانہ دس درے مارے جاتے تھے اور سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں، امام احمد بن حنبلؒ جب مسئلہ خلق قرآن کے سلسلہ میں قید کیے گئے تو جب ان کو کوڑے مارے جاتے تو وہ امام صاحب کی حالت یاد کر کے ان کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

اس میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کی موت کوڑوں کی مار کی وجہ سے ہوئی یا زہر کی وجہ سے؟ صاحب مفتاح السعادۃ فرماتے ہیں کہ: دس گیارہ دن تک کوڑے مارنے کے بعد منصور نے امام صاحبؒ کے پاس زہر کا پیالہ بھیجا، آپؒ سمجھ گئے اور فرمایا کہ: میں جان بوجھ کر اس کو پی کر خودکشی کے گناہ میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا ہوں، تو بادشاہ کے ملازموں نے

زبردستی آپ کو زمین پر گرادیا اور جبراً وہ پیالہ آپ کو پلادیا، اور آپ کو زدوکوب کیا، جب آپ کو روح نکلنے کا احساس ہوا تو فوراً سجدہ میں چلے گئے، اور اسی حالت میں جان مبارک جاں آفریں کے سپرد کی۔ **فإنالله وإنا إليه راجعون.**

اللہ جل شانہ ہماری طرف سے اور پوری امت کی طرف سے آپ کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرما کر اعلیٰ علیین میں قرب کا درجہ نصیب فرمائے، اور آپ کی قبر مبارک کو نور سے پر فرمائے، اور آپ کے طفیل ہماری بھی مغفرت فرمائے اور آپ کے محبین میں شامل فرمائے۔ آمین

آپ کی وفات ۱۵۰ھ میں بغداد میں رجب یا شعبان یا شوال میں ہوئی ہے، آپ نے اپنی نسبی اولاد میں صرف ایک صاحبزادہ حماد چھوڑا تھا، البتہ روحانی اولاد اور شاگرد بہت ہیں جن میں سے چند مشاہیر کا تذکرہ عنقریب کیا جائے گا۔ آپ کے جنازہ میں خلق کثیر شریک ہوئی، ایک محتاط اندازہ کے مطابق پانچ لاکھ آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی، اس میں منصور بھی شریک ہوا تھا، اور جو لوگ وقت پر حاضر نہ ہوسکے وہ حسرت زدہ دور دور سے آتے رہے، اور تقریباً بیس دن تک آپ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھتے رہے، آپ کو بغداد کے قبرستان میں دفن کیا گیا، آپ کے مزار مقدس پر آج تک لوگ حاضری دیتے رہتے ہیں۔

امام دارالہجرت مالک بن انسؒ

امت مسلمہ مرحومہ میں مسلم الثبوت چار مجتہدوں میں سے ایک آپ ہیں، آپ کا اسم گرامی اور سلسلۂ نسب یہ ہے:

فقیہ الامت، امام دارالہجرت، ابوعبداللہ، مالک بن انس، بن مالک، بن ابی عامر، بن عمرو بن الحارث، بن غیمان۔

آپ کے اجداد میں سب سے پہلے ابو عامر دولت اسلام سے مشرف ہوئے؛ لیکن علمائے اسماء رجال کا اختلاف ہے کہ ابو عامر صحابی ہیں یا نہیں؟ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: آپ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں موجود تو تھے؛ مگر کسی نے بھی آپ کو صحابہ میں شمار نہیں کیا۔

اختلف أهل الرجال في صحبته، ذكره الذهبي في تجريد الصحابة، وقال: لم أرأحداًذكره فی الصحابة، و كان في زمن النبي ا اه. (مقدمه أوجزالمسالك ص/۱۲۔۱۸/۱ مكتبۂ سعادت)

اور قاضی عیاضؒ نے ابوبکر بن علاء سے نقل کیا ہے کہ: آپ جلیل القدر صحابیؓ تھے، اور بدر کبریٰ کے علاوہ تمام غزوات میں شریک بھی ہوئے تھے۔

صحابي جليل، شهد المغازي كلها مع رسول اللّٰها خلا بدراً، و به جزم السيوطي في تنوير الحوالك. (۲/۱۔۱۸/۱ مكتبه سعادة)

امام مالکؒ کے جد امجد کا اسم گرامی بھی مالک ہے، آپ بھی جلیل القدر تابعی ہیں، اور جن چار آدمیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہادت کے بعد رات کو چپکے سے دفن کیا، ان میں سے ایک ہیں۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

جد مالك من كبار التابعين وعلمائهم، وهو أحدالأربعة الذين

حملوا عثمان ليلاً إلىٰ قبره اه. (تنوير الحوالك ٢/١)

اور مقدمۂ اوجز میں **وغسلوه ودفنوه** کی زیادتی ہے۔

امام مالکؒ کی پیدائش ۹۰ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں کہ: ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں ولادت ہوئی؛ لیکن ۹۳ھ والے قول کو اصح کہا گیا ہے، کہتے ہیں کہ: آپ رحم مادر میں دو سال تک رہے، اور بعض کہتے ہیں کہ آپ تین سال تک حالت حمل میں رہے۔

والمشهور عند أهل التاريخ: أنه حمل في بطن أمه ثلاث سنين اه. (مقدمۂ أوجز ص/١٢)

آپ مسجد نبوی ﷺ میں حدیث وفقہ کا درس دیتے تھے، آپ کی عمر مبارک ۱۷/سال کی تھی اس وقت سے درس کا سلسلہ شروع کیا تھا، اور تھوڑے ہی دنوں میں مرجع خلائق بن گئے تھے، آپ کے دروازہ پر طالب علموں کی اتنی بھیڑ ہوتی تھی کہ ہر وقت ایک میلہ سا لگا ہوا محسوس ہوتا تھا، جیسا کہ بادشاہوں کے یہاں ہوتا تھا، امام ابوحنیفہؒ سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے اور مباحثہ بھی، امام صاحب کے علم وفضل کے آپ بہت ہی معترف تھے، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام محمد بن حسنؒ آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ حدیث وفقہ دونوں کا درس الگ الگ ہوتا تھا، اور دونوں کا اہتمام بھی جداگانہ تھا، حدیث شریف کے درس میں بہت ہی زیادہ اہتمام فرماتے تھے، درس حدیث سے پہلے غسل فرماتے، خوشبو لگاتے، نئے کپڑے پہنتے، سر پر بڑی ٹوپی رکھتے، عمامہ باندھتے اور وقار کے ساتھ تشریف لاکر درس دیتے، اور جب تک درس ہوتا رہتا

خوشبو کی دھونی ہوتی رہتی۔

إذا أتاه الناس خرجت إليهم الجارية، فتقول لهم: يقول لكم الشيخ: تريدون الحديث أو المسائل؟ فإن قالوا المسائل، خرج إليهم وأفتاهم وإن قالوا: الحديث، قال لهم: اجلسوا! ودخل مغتسله فاغتسل وتطيب ولبس ثياباً جدداً وتعمم ووضع علىٰ رأسه قلنسوة طويلة اه. (مقدمۂ أوجزص/۱۳)

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں آپ کے پاس حدیث پڑھ رہا تھا، اور آپ ہم سے حدیث بیان کررہے تھے کہ ایک بچھو نے آپ کو ۱۶ر مرتبہ ڈنک مارا، جس کی وجہ سے آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا؛ لیکن حدیث کے درس کو منقطع نہیں فرمایا، جب لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ: ''حدیث شریف کے ادب کی وجہ سے میں نے ادھر توجہ نہیں کی''۔ (مقدمۂ اوجزص/۱۵)

آپ کو مدینہ منورہ سے بہت محبت تھی؛ اس لیے وہاں سے کہیں باہر جانا پسند نہیں کرتے تھے، نیز حضوراقدس ﷺ کے احترام کی وجہ سے مدینہ منورہ میں کبھی جوتے پہن کر اور سواری پر سوار ہو کر نہیں نکلے، اور فرماتے تھے کہ: جس پاک زمین میں آپ ﷺ آرام فرمارہے ہو ں اس کو میں اپنی سواری سے کیسے روند سکتا ہوں! اور تین دن میں صرف ایک مرتبہ بیت الخلاء جاتے تھے اور وہ بھی مدینہ منورہ سے باہر، آپ نے مدینہ میں ہمیشہ کرایہ کے مکان میں زندگی گزاری، خود اپنا مکان نہیں بنایا، یہ حضوراکرم ﷺ کے ساتھ عشق ومحبت اور ادب ہی کی برکت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ: **ما بت ليلة إلا رأيت فيها رسول الله** ﷺ. یعنی: کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں خواب میں حضوراکرم ﷺ کی زیارت سے

مشرف نہ ہوا ہوں۔(مقدمۂ اوجز ص ۱۴)

جس طرح امام ابوحنیفہؒ کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی ہے، اسی طرح امام مالکؒ کے متعلق بھی پیشن گوئی فرمائی ہے:

عن أبي هريرةؓ رواية: يوشك أن يضرب الناس أكباد الإبل يطلبون العلم؛ فلا يجدون أحداً أعلم من عالم المدينة اه قال سفيان بن عيينة: أنه مالك بن أنس اه.(مشكوة شريف ٣٦/١)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''وہ زمانہ قریب ہے کہ لوگ طلب علم میں اپنی اونٹنیوں کو مشقت میں ڈالیں گے، پس وہ عالم مدینہ سے زیادہ علم والا کسی کو نہیں پائیں گے''، سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ: وہ مالک بن انسؒ ہیں۔

آپ کے فخر کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے آپ کے اعلم ہونے کی خبر دی ہے، نیز خود امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ: جب تک میرے بارے میں ستر علماء نے فتویٰ کے صلاحیت کی شہادت نہ دی وہاں تک میں نے فتویٰ نہیں دیا۔

ما أفتیٰ حتى شهد له سبعون إماماً أنه أهل لذلك اه. (مقدمۂ أوجز ص ١٣)

بادشاہ وقت جعفر منصور آپ کا بھی دشمن اور حاسد ہو گیا تھا، اور بہت تکلیفیں دیتا تھا حتی کہ آپ کے ہاتھ بھی اتروا دیے تھے؛ تا کہ کچھ تصنیف وتالیف نہ کرسکیں، اور آپ کو بھی کوڑے مارے جاتے تھے۔ آپ کی تصنیفات میں ''مؤطا'' مشہور آفاق ہے۔ بہ قول علامہ سیوطیؒ آپ اتوار کے دن بیمار ہوئے، اور ۲۲ر دن بیمار رہ کر ربیع الاول کی ۱۰ر یا ۱۴ر تاریخ کو ۱۷۹ھ میں عالم فنا سے عالم بقاء کو رحلت فرما گئے، اور بقیع الغرقد میں مدفون ہوئے، اور بہ قول علامہ واقدیؒ نوے سال کی عمر پائی۔

وقال ابن فرحون: اختلف في تاريخ وفاته، والصحيح أنها كانت يوم الأحد لتمام اثنين وعشرين يومامن مرضه، في ربيع الأول سنة تسع وسبعين ومأة اه. (مقدمۂ أوجزص/۱۲)

آپ کی نسبی اولاد میں دوصاحبزادے: یحییٰ اور محمد اور ایک صاحبزادی: فاطمہ تھیں۔

تذکرۂ امام شافعیؒ

اسم گرامی اور سلسلۂ نسب یہ ہے:

ابوعبداللہ محمد بن ادریس، بن عباس، بن عثمان، بن شافع، بن السائب؛ القرشی الہاشمی۔

آپ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ: جس دن امام ابوحنیفہؒ کی وفات ہوئی ہے اسی دن آپ کی پیدائش ہوئی تھی۔ جب آپ کی عمر شریف دوبرس کی ہوئی تب آپ کی والدہ آپ کو لے کر مکہ مکرمہ حاضر ہوئیں، وہاں انھوں نے مبشرات دیکھے، آپ امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، امام مالکؒ سے حدیث پڑھنے سے پہلے ہی آپ نے مؤطا حفظ کر لی تھی؛ حضوراقدس ﷺ نے آپ کے لیے بھی پیشن گوئی فرمائی ہے: لاتسبوا قريشاً؛ فإن عالمها يملأ الأرض علماً. (أوجز المسالك۔ مفتاح السعادة ۹۰/۱) یعنی: قریش کو برا بھلا نہ کہو کہ ان کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔

آپ نے امام محمدؒ کی کتابوں سے فقہ میں مہارت حاصل کی ہے، صاحب مفتاح السعادۃ نے آپ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ:

فضائله أكثرمن أن تحصىٰ، وبالجملة هوإمام الدنيا، وعالم الأرض شرقاً و غرباً، جمع الله له من العلوم والمفاخر، مالم يجمع لإمام بعده، وانتشر له من الذكر مالم ينتشرلأحد سواه. (۹۲/۲)

اصول فقہ میں آپ نے سب سے پہلے کتاب تصنیف فرمائی ہے، جس کا نام ''الرسالہ'' ہے۔

آپ کی وفات ۲۰۴ھ میں رجب کی اخیری تاریخ کوشب جمعہ میں بوقت نماز عشاء ہوئی ہے، اور جمعہ کے دن بعد العصر آپ کی تدفین عمل میں آئی تھی، آپ کی کل مدت عمر ۵۲ سال ہے۔ رحمه الله تعالیٰ رحمةً واسعةً.

تذکرۂ امام احمد بن حنبلؒ

آپ کا اسم گرامی اور سلسلۂ نسب یہ ہے: ابوعبداللہ احمد، بن محمد، بن حنبل: الشیبانی المروزی۔ آپ کی پیدائش ۱۶۴ھ میں بغداد میں ہوئی ہے اور ۲۴۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے، آپ کی مدت عمر ۷۷/سال ہے۔ صاحب مفتاح السعادۃ نے آپ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ: كان إماما في الفقه، والحديث، والزهد، والورع، والعبادة.
یعنی: آپ فقہ، حدیث، زہد، ورع اور عبادت میں امام تھے۔ آپ کے اساتذہ میں امام شافعیؒ اور سفیان بن عیینہؒ بھی ہیں۔

امام شافعیؒ آپ کی تعریف میں فرماتے ہیں: خرجت من بغداد وما خلفت بها أحداً أتقى وأورع ولا أفقه ولا أعلم من أحمد بن حنبل. (مفتاح السعادۃ ۹۸/۲) یعنی: میں بغداد سے نکلا اس وقت وہاں اپنے پیچھے احمد بن حنبلؒ سے بڑھ کر کسی کو زیادہ متقی اور پرہیزگار، اور بڑا فقیہ اور بڑا عالم نہیں چھوڑا۔

مسئلۂ خلق قرآن میں آپ کی ثابت قدمی اور ضبط مشہور ہے، آپ کے جنازہ میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ شریک ہوئے تھے، اور اژدہام کو دیکھ کر تیس ہزار یہودی اسلام لائے

تھے۔آپ کے دفن کے ۲۳۰؍سال بعد آپ کے قریب ایک قبر کھودتے ہوئے آپ کی قبر کھل گئی،تو کفن ویسا ہی دیکھا گیا گویا کہ آج ہی دفن کیے گئے ہیں۔امام بخاریؒ اور امام ابوداؤدؒ آپ کے شاگرد ہیں۔

تذکرۂ تلامذۂ امام اعظمؒ

امام صاحبؒ کے تذکرہ کے بعد آپ کے ان شاگردوں کا تذکرہ بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے جن کی وجہ سے فقہ حنفی کو شہرت ہوئی، یوں تو امام صاحبؒ کے شاگردوں کا حلقہ بڑا وسیع ہے؛ مگر ان میں سے چار سب سے اونچے درجہ میں شمار کیے جاتے ہیں، ہدایہ میں اکثر ان کا تذکرہ آتا رہتا ہے، ان میں سب سے اول امام ابو یوسفؒ ہیں پھر امام محمدؒ پھر امام زفرؒ پھر امام حسن بن زیادؒ۔فقہاء کا اختلاف ہے کہ امام زفرؒ اور حسن بن زیادؒ دونوں میں تقدیم وتاخیر ہے یا دونوں ایک ہی درجہ میں ہیں؟ علامہ شامیؒ کی شرح عقود رسم المفتی ص؍۶۹ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ: یہ دونوں ایک ہی درجہ کے ہیں؛ مگر صاحب انہر امام زفرؒ کو مقدم اور امام حسنؒ کو مؤخر مانتے ہیں۔

تذکرۂ امام ابو یوسفؒ

امام ابو یوسفؒ کا اسم گرامی مع سلسلۂ نسب یہ ہے: یعقوب بن ابراہیم، بن حبیب، بن خنیس، بن سعد الانصاریؒ اھ.(الجواہر المضیۃ ۲۲۰/۲)

آپ انصاری الاصل ہیں،آپ کے ایک صاحبزادے یوسف نامی تھے؛اس لیے آپ کی کنیت ابو یوسف ہے،آپ کے اجداد میں حضرت سعدؓ سب سے پہلے مسلمان ہیں،غزوۂ احد میں انھوں نے اپنے آپ کو شرکت جہاد کے لیے پیش کیا تھا؛ مگر آپ کی صغرسنی کی وجہ

سے حضور ﷺ نے منظور نہیں فرمایا۔ (مفتاح السعادۃ ۲/۱۰۰)

امام ابو یوسفؒ کی پیدائش ۱۱۳ھ میں کوفہ میں ہوئی ہے، اکثر ارباب تذکرہ آپ کا سن ولادت ۱۱۳ھ لکھتے ہیں؛ لیکن ابوالقاسم علی بن محمد سمعانیؒ (متوفی ۴۹۹ھ) نے اور صاحب مسلک الابصار نے لکھا ہے کہ: آپ کی وفات ۸۹/برس کی عمر میں ہوئی، اور وفات کے بارے میں سب متفق ہیں کہ ۱۸۲ھ میں ہوئی ہے، اس اعتبار سے آپ کا سن ولادت ۹۳ھ ہونا چاہیے، علامہ زاہد الکوثریؒ نے امام ابو یوسفؒ کی سوانح اور امام ذہبیؒ کے رسائل میں یہ ثابت کیا ہے کہ ۹۳ھ زیادہ قرین قیاس ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ: معلوم ہوتا ہے کہ ۹۳ میں ۹ کا سرا مٹا کر ۱۳ بن گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ۱۳ھ میں آپ کی ولادت نہیں ہوسکتی، اس لیے ارباب رجال نے قیاساً ۱۱۳ھ سمجھا، عاجز کے خیال میں اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کو شیخین کہا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس تغلیب میں عمر کا کوئی تناسب ضرور ہونا چاہیے، اگر ان کی ولادت ۱۱۳ھ میں قرار دی جائے تو امام صاحبؒ اور ان کی عمر میں ۳۳/برس کا تفاوت ہوتا ہے، اور اتنے تفاوت کی صورت میں دونوں کو شیخین کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ (تبع تابعین ص/۲۰)

بعد میں آپ نے بغداد میں سکونت اختیار کی تھی، آپ کے والد بزرگوار صغر سنی ہی میں چھوڑ کر وفات پا چکے تھے: اس لیے آپ کی پرورش کی ساری ذمہ داری بیوہ ماں کے ناتواں کندھوں پر آپڑی، والدہ محترمہ نے آپ کو ایک دھوبی کے سپرد کر دیا تاکہ آپ وہاں محنت مزدوری کر کے کچھ کمائیں؛ مگر آپ کو بچپن ہی سے پڑھنے کا شوق دامن گیر تھا؛ اس لیے کام چھوڑ کر امام صاحبؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے، بہت دنوں تک

اس طرح چلتا رہا، آخر کار آپ کی والدہ کو اس کا علم ہوا تو وہ امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور برا بھلا کہنا شروع کیا، اور اپنی غریبی کا اظہار شروع کیا اور امام ابو یوسفؒ کو آئندہ درس میں شریک نہ کرنے کے لیے کہا، امام صاحبؒ نے فرمایا کہ: تم اس کو چھوڑ دو؛ اس لیے کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ پستہ کے تیل کا فالودہ کھا رہا ہے، یہ سن کر آپ کی والدہ ناراض ہو کر یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ: ان بڑے میاں کو تو دیکھو! ان کی عقل ماری گئی ہے، یہاں تو کھانے کو نہیں ملتا، وہ فرماتے ہیں کہ فالودہ کھائے گا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد حیات تھے، دونوں روایتوں سے بہ طور قدر مشترک اتنا صاف معلوم ہوتا ہے، کہ آپ کی تعلیم نہایت غربت اور ناداری کی حالت میں ہوئی اور اس کا سبب آپ کا علمی شوق بنا۔

سب سے پہلے آپ نے فقہ محمد بن ابی لیلیٰؒ سے حاصل کیا، جو عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰؒ کے صاحبزادے اور ممتاز تبع تابعین میں سے ہیں، آپ نے ان سے علمی و عملی دونوں طرح سے فیض اٹھایا ہے؛ لیکن اس زمانہ میں کوئی بھی طالب علم اور خاصکر فقہ کا طالب علم امام صاحب کی مجلس درس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا تھا، چناں چہ خود امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ: ابن ابی لیلیٰ باوجود اپنے ذاتی فضل و کمال اور علمی منزلت کے جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو سب سے پہلے امام صاحبؒ کی رائے معلوم کرنے کی کوشش کرتے، اس سے مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ امام صاحب کے درس میں بھی ضرور شریک ہونا چاہیے؛ مگر استاذ کا احترام و لحاظ اس میں مانع تھا، اس وجہ سے میری ہمت وہاں جانے کی نہیں ہوتی تھی؛ لیکن بعد میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ محمد بن ابی لیلیٰ کی مجلس سے منقطع

ہوکر وہ ہمیشہ کے لیے امام صاحبؒ کی مجلس سے وابستہ ہوگئے۔ (تبع تابعین ۱/۵)

امام صاحبؒ نے آپ کی مالی اعانت بھی خوب کی ہے، خلیفہ ہارون الرشید عباسی کے زمانہ میں آپ کو قاضی القضاۃ بنایا گیا، اسلام میں ''قاضی القضاۃ'' کا لقب سب سے پہلے آپ ہی کو ملا، اصول فقہ حنفیہ میں سب سے پہلے آپ ہی نے تصنیف فرمائی، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے علم وفقہ کی نشر واشاعت آپ ہی نے کی۔ ہارون الرشید آپ کی بہت عزت کرتا تھا اور آپ کے فیصلہ کو بلا چون وچرا تسلیم کرتا تھا۔

آپ کی وفات ۵/ربیع الاول ۱۸۲ھ میں ہوئی، حضرت معروف کرخیؒ آپ کے جنازہ اور نماز میں شرکت نہ کرسکنے پر عمر بھر افسوس کرتے رہے، ان کے اس کثرت افسوس کو دیکھ کر کسی نے کہا کہ: ابو یوسفؒ تو بادشاہوں کے ندیموں میں سے تھے اور دنیا دار تھے، آپ ان پر اتنا افسوس کیوں فرماتے ہیں؟ اگر نماز میں شرکت نہ ہوئی نہ سہی! تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

رأیت البارحة کأني دخلت الجنة، فرأیت قصراً،قلت: لمن هذا؟ قالوا:لأبی یوسف، قلت: سبحان اللّٰه! بم استحق هذا؟ قالوا: بتعلیم العلم وصبره علیٰ أذاهم. (مفتاح السعادة ۱۰۱/۲ ۔ الجواهر المضیئة ۳۰۹/۱)

یعنی میں نے کل رات خواب دیکھا کہ: گویا میں جنت میں داخل ہوا، پس میں نے ایک محل دیکھا تو میں نے پوچھا کہ: یہ کس کا ہے؟ جواب ملا کہ: امام ابو یوسفؒ کا، میں نے کہا کہ: سبحان اللہ! انھیں یہ کیسے مل گیا؟ جواب ملا کہ: لوگوں کو علم سکھلانے اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے کی وجہ سے۔

امام محمدؒ، یحییٰ بن معینؒ وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی تصنیفات کے متعلق ''فوائد بہیہ'' میں لکھا ہے کہ: لـه كتاب الخراج والأمالي والنوادر. ان میں سے ''کتاب الخراج'' طبع ہوچکی ہے، اور عام طور پر دستیاب ہوتی ہے۔

تذکرۂ امام محمد بن حسن شیبانیؒ

آپ امام صاحبؒ کے تلامذہ میں دوسرے نمبر پر ہیں، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد بن حسن، بن الفرقد، بن ابی عبداللہ؛ الشیبانی۔ آپ کی پیدائش مقام ''واسط'' میں ۱۳۲ھ میں ہوئی اور کوفہ میں نشو ونما پائی۔

آپ بے حد حسین وجمیل تھے، اور بچپن ہی سے امام صاحبؒ کے درس میں پابندی سے شریک ہوتے تھے، آپ کے والد صاحب آپ کو امام صاحبؒ کے درس میں شامل کرنے کے لیے لائے، تو امام صاحبؒ نے ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر فرمایا کہ: ان کا سر منڈا دیا جائے، چنانچہ آپ کے والد صاحب نے تعمیل ارشاد کی؛ مگر اس سے حسن میں کمی ہونے کے بجائے اور نکھار پیدا ہوگیا؛ حضرت وکیع -جو امام شافعیؒ کے استاذ ہیں- فرماتے ہیں کہ: كنا نتجانب أن نمشي معه في طلب الحديث؛ لأنه كان غلاماً جميلاًاه.(مفتاح ۱۰۸/۲) یعنی: اگر طلب حدیث میں امام محمدؒ ہمارے ساتھ ہوجاتے، تو ہم ان سے کنارہ کشی کرتے تھے؛ اس لیے کہ وہ حسین وجمیل تھے۔

آپ بچپن ہی سے نماز کے پابند تھے، ایک واقعہ سے اس کا اہتمام اور زیادہ نمایاں ہوجاتا ہے کہ: آپ کا ابھی تیرہ چودہ سال کا سن تھا کہ ایک روز ایک مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ مسئلہ یہ تھا کہ: اگر کوئی نابالغ عشاء کی

نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات میں وہ بالغ ہو جائے تو عشاء کی نماز دہرائے گا یا نہیں؟ امام صاحبؒ نے اثبات میں جواب دیا، یہ سوال چوں کہ انھوں نے اپنے متعلق کیا تھا اس لیے وہاں سے فوراً اٹھے، اور وضو کیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر عشاء کی نماز دہرائی۔ امام صاحبؒ نے یہ دیکھ کر حاضرین سے فرمایا کہ: ''انشاء اللہ یہ لڑکا رشید ہوگا''۔ (تبع تابعین ۱/۱۰۶)

آپ نے فقہ امام ابوحنیفہؒ سے حاصل کیا اور اس کی تکمیل امام ابو یوسفؒ سے کی، حدیث میں امام مالکؒ سے استفادہ کیا، ''موطا'' آپ نے من اوله الىٰ اٰخره تین سال قیام کر کے سماعت فرمائی، اور اس میں اضافہ فرمایا، جو آج '' مؤطا امام محمدؒ'' کے نام سے مشہور ہے۔

آپ نے بہت ہی جاں فشانی اور مجاہدہ سے علم حاصل کیا، اور اس کے بعد کبھی علم سے غفلت نہیں برتی؛ چناں چہ رات کو بہت تھوڑی دیر کے لیے لیٹتے تھے، اور فوراً اٹھ کر بیٹھ جاتے تھے اور مطالعۂ کتب میں مشغول ہو جاتے تھے، آپ کی والدہ نے ایک مرتبہ کہا کہ: اپنے نفس پر ظلم اور زیادتی کیوں کرتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ: امی جان! لوگوں نے اپنے علم کے لیے مجھ پر اعتماد کیا ہے اور وہ سو گئے ہیں، اور یہ سمجھ لیا ہے کہ جب کسی مسئلہ کی ضرورت ہوگی تو مجھ سے پوچھ لیں گے؛ اس لیے میں رات کو نہیں سو سکتا، پوری رات کبھی اِس کتاب کو، کبھی اُس کتاب کو دیکھنے میں گزار دیتے، مطالعہ کے دوران آپ اپنی رومی باندی سے بدن پر پانی چھڑکوایا کرتے تھے، دریافت کرنے پر یہ وجہ بتلائی کہ: علم ایک بھاری چیز ہے، اس کو دیکھتے دیکھتے جب تھک جاتا ہوں تو دوسری کتاب اٹھاتا ہوں، اور بدن میں گرمی پیدا ہو جانے کی وجہ سے نیند آنے لگتی ہے تو کپڑا اتار دیتا ہوں، پھر بھی

نیند آنے لگتی ہے تو اپنے بدن پر پانی چھڑکوایا کرتا ہوں تا کہ نیند اڑ جائے؛ کیوں کہ کہا گیا ہے: **العلم لایعطیك بعضه حتیٰ تعطیه کلك.**

امام شافعیؒ آپ کے بہت ہی مداح تھے، فرماتے تھے کہ: علمی حیثیت سے امام محمدؒ کا مجھ پر جتنا احسان ہے دوسرے کسی کا نہیں، کبھی فرماتے: آپ سے بڑا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا، آپ کو دیکھنے سے آنکھ اور قلب دونوں کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ نیز امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ: فقہ میں لوگ اہل عراق کے محتاج ہیں، اور اہل عراق اہل کوفہ کے محتاج ہیں، اور اہل کوفہ امام صاحب کے محتاج ہیں۔ نیز امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ: آپ یہ باریک باریک مسائل کہاں سے بیان کرتے ہیں؟ تو فرمایا: **من کتب محمد بن الحسن (الجواهر المضیئة ۴۳/۲)**

آپ کی تصنیفات کی تعداد ۹۹۹ یا ہزار تک پہنچتی ہے، آپ کی کتابوں سے امام صاحبؒ کے مذہب کی خوب شہرت ہوئی، نیز آپ کے مذہب کے مسائل کی تدوین وحفاظت بھی ہوئی، ہارون الرشید نے آپ کو بھی قاضی القضاۃ بنایا تھا؛ مگر زیادہ سے زیادہ چھ ماہ آپ نے یہ خدمت انجام دی، پھر ۱۸۹ھ میں ہارون الرشید کے ساتھ آپ جہاد میں تشریف لے جارہے تھے، لشکر کی تعداد بہت تھی، یہاں تک کہ اس کا پھیلاؤ تین فرسخ کا تھا، (ایک فرسخ تقریباً تین شرعی میل کا ہوتا ہے) اور مقام ''رے'' تک پہونچے، وہاں آپ کی وفات ہوئی، اسی روز امام النحو کسائیؒ (یہ آپ کے خالہ زاد بھائی تھے) نے بھی وفات پائی، دونوں ہارون الرشید کے لشکر میں تھے؛ مگر دونوں کی قبروں کے درمیان ایک فرسخ (یا تین فرسخ) کا فاصلہ تھا؛ اس لیے کہ دونوں لشکر کے الگ الگ حصہ میں تھے، ان دونوں کی وفات سے متأثر ہوکر ہارون الرشید نے کہا: ''یہ منحوس شہر ہے، میں اس میں ایسی

حالت میں داخل ہوا کہ میرے ساتھ فقہ اور ادب دونوں تھے، اور ایسی حالت میں وہاں سے نکلا کہ ان میں سے کچھ بھی میرے پاس نہیں رہا"، اور یہ بھی کہا کہ: میں نے ری میں فقہ اور لغت کو دفن کر دیا۔ (مفتاح السعادۃ ص/۱۰۸)

ایک ضروری فائدہ

جب ائمۂ ثلثہ احناف کہا جاوے تو اس وقت یہ تینوں امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ مراد ہوتے ہیں، اور جب شیخین کہا جائے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ مراد ہوتے ہیں؛ (اس لیے کہ یہ دونوں شیخ اور استاذ ہیں امام محمدؒ کے) اور جب صاحبین کہا جاوے تو اس وقت امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ مراد ہوتے ہیں؛ (اس لیے کہ امام صاحبؒ کی شاگردی اور ان سے تحصیل علم میں دونوں ساتھی ہیں) اور جب طرفین کہا جاوے تو مراد امام اعظمؒ اور امام محمدؒ ہوتے ہیں؛ (اس لیے کہ ان تینوں میں طرف اعلیٰ امام ابوحنیفہؒ اور طرف ادنیٰ امام محمدؒ ہیں) اور جب ائمۂ اربعہ کہا جاوے تو اس وقت مذاہب اربعہ مشہورہ کے بانی مراد ہوتے ہیں، یعنی: سراج الامت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ، اور امام شافعیؒ، اور امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ۔

اور محدثین جب شیخین کہیں تو اس وقت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ مراد ہوتے ہیں، اور اصحاب سِیَر جب شیخین کہیں تو اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مراد ہوتے ہیں۔

تذکرۂ امام زفرؒ

آپ امام صاحبؒ کے شاگردوں میں بہت زیادہ ذہین اور متقی تھے، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: زفیر بن الہذیل، بن قیس، بن سلیم، بن قیس، بن مکمل، بن ذہل، بن ذویب، بن

خزیمہ، بن عمرو، بن جندبؓ۔ (فوائد بہیہ ص/۶۵)

آپ کی پیدائش ۱۱۰ھ میں ہوئی ہے، آپ کے ایک بھائی بصرہ میں رہتے تھے، ان کی میراث سے حصہ لینے کے لیے بصرہ گئے تو بصرہ والوں نے آپ کو وہاں سے واپس آنے ہی نہ دیا اور وہاں روک لیا، آپ کے آباء واجداد اصفہان کے باشندے تھے، آپ کو امام ابو یوسفؒ سے زیادہ متورع کہا گیا ہے؛ چناں چہ حکومت نے آپ کو بھی عہدۂ قضا سپرد کرنا چاہا؛ مگر آپ نے اپنے لیے اس کو بالکل ہی پسند نہیں کیا، بلکہ گھر بار چھوڑ کر روپوش ہوگئے، آپ کے نکاح میں امام ابو حنیفہؒ شریک ہوئے ہیں، اور نکاح کا جو خطبہ پڑھا اس میں حسب ذیل الفاظ تھے:

هذا زفر بن الهذيل: إمام من أئمة المسلمين، وعلم من أعلامهم في شرفه وحسبه وعلمه اه. (الجواهر المضيئة ص/٢٤٣)

استاذ کی اور وہ بھی امام ابو حنیفہؒ جیسے استاذ کی، یہ شہادت اپنے شاگرد کے لیے بہت ہی وقیع سمجھنی چاہیے۔

داؤد طائی سے آپ کی گہری دوستی تھی، وکیعؒ - جو امام شافعیؒ کے استاذ ہیں- آپ کے شاگرد ہیں، آپ امام صاحبؒ کے شاگردوں میں قیاس میں زیادہ تر معروف ہیں، امام زفرؒ کا جو اختلاف ہوتا ہے اس میں زیادہ تر قیاس کو دخل ہوتا ہے، امام زفرؒ کے مقیسات میں کل سترہ مسائل ایسے ہیں جن پر علمائے کرام نے فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شامیؒ نے **باب النفقة ردالمحتار (٢/ ٦٦٨)** میں بائیس اشعار میں سترہ مسائل کو جمع کر دیا ہے، بہ طور نمونہ تین شعر درج ہیں:

بحمد إله العالمين مبسملاً	ء	أتوج نظمي والصلوة على العلىٰ
وبعد فلا يفتىٰ بما قاله زفر	ء	سوىٰ صور عشرين تقسيمها انجلىٰ
جلوس مريض مثل حال تشهد	ء	كذا من يصلى قاعداً متنفلاً

(شامی ۳۳۱/۱ زکریا)

امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ: ماخالفت أباحنيفة في قول إلا وقد كان أبو حنيفة يقول به اه. (الجواهر المضيئة ص/۲٤٤) یعنی: میں نے امام ابوحنیفہؒ سے جس قول میں مخالفت کی وہ پہلے ان کا قول رہ چکا ہے، اور ''الفوائد البہیہ'' میں لکھا ہے کہ: لا نأخذ بالرأي مادام أثر، وإذا جاء الأثر تركنا الرأي (مفتاح السعادة ص/۷٦ مصر) یعنی: جب تک کوئی روایت موجود ہو ہم قیاس کو اختیار نہیں کرتے، اور جب بھی روایت ملتی ہے رائے کو چھوڑ دیتے ہیں۔

آپ کی وفات ۱۵۸ھ میں صرف ۴۸ رسال کی عمر میں عین عالَمِ شباب میں ہوئی، جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کے پاس کمال زہد وورع کی وجہ سے ایک پائی بھی نہیں تھی، آپ کی وفات بزمانۂ خلافت مہدی مقام بصرہ میں ہوئی۔

تذکرۂ امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ

آپ انصاری الاصل اور کوفی ہیں، آپ کے والد بزرگوار موتیوں کے تاجر تھے؛ اس لیے آپ لؤلؤی سے مشہور ہوئے، آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: حسن بن زیاد اللؤلؤی، الکوفی، الحنفی۔

آپ خوبصورت، ذکی، فہیم اور متقی، پرہیزگار تھے، عاشق سنت اور حافظِ حدیث تھے، امام

صاحبؒ کے اجل تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ''الفوائد البھیۃ'' میں آپ کو دوسری صدی کا مجدد بتلایا گیا ہے، اور آپ کی تصانیف ''المجرد'' او ''امالی'' کے نام ملتے ہیں۔ آپ کے معمولات منضبط تھے، صاحب مفتاح السعادۃ تحریر فرماتے ہیں کہ:

آپ نماز صبح کے بعد مسائل فروع کا درس دیتے تھے، پھر اپنے گھر میں تشریف لے جاتے تھے، وہاں ظہر تک اپنے حوائج میں مشغول رہتے تھے، پھر ظہر کے لیے تشریف لاتے تھے، اور عصر تک وقائع کی مجلس ہوتی تھی، پھر عصر پڑھتے تھے اور فراغت پر مغرب تک اصول میں بحث ہوتی تھی، پھر مغرب پڑھ کر گھر میں تشریف لے جاتے تھے، پھر جب باہر آتے عشاء تک پیچیدہ مسائل میں کلام فرماتے، پھر جب عشاء پڑھ لیتے تو دور و وصایا کے مسائل کے لیے تہائی رات تک مجلس ہوتی، آپ علم میں غور وفکر کرنے میں کبھی سستی نہیں کرتے تھے، آپ کی ایک باندی تھی جو آپ کے کھانے، وضو اور دیگر مشغولیات کے وقت آپ کے سامنے مسائل پڑھتی تھی، یہاں تک کہ آپ اس سے فارغ ہوجاتے۔ (۱۲۰/۲)

۲۰۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی، اسی سال مصر میں امام شافعیؒ نے بھی وفات پائی۔

امام صاحبؒ کے دیگر تلامذہ

ان چار کے علاوہ امام صاحبؒ کے دوسرے تلامذہ جنہوں نے شہرت پائی، ان میں داؤد بن نصیر طائیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، وکیع بن الجراحؒ وغیرہ ہیں۔ امام صاحبؒ کے صاحبزادے: حمادؒ اور آپ کے پوتے: اسماعیلؒ نے بھی فقہ میں مہارت حاصل کی ہے، اور مخلوق کو اپنے علمی وروحانی فیوض سے مستفید کیا ہے۔ ''مفتاح السعادۃ'' کے مصنف

علامہ احمد بن مصطفیٰ المعروف بہ طاش کبریٰ نے ۱۲۱/۲ میں کیا ہی خوب لکھا ہے:

واعلم! أن الأئمة الذين أخذوا العلم عن الإمام لايحصون عدداً، و قد عرفوا منهم سبع مأة وثلاثين رجلاً من مشائخ البلدان وأئمة المسلمين، الذين وصل إلينا العلم بسعيهم واجتهادهم. جزاهم اللّٰه عنا وعن الإسلام وعن كافة المسلمين خيرالجزاء، وحشرنا معهم، وحشرهم مع النبيين والصديقين والشهداء. اٰمين وصلى اللّٰه تعالىٰ علىٰ خيرخلقه محمد واٰله وصحبه وعلماء أمته أجمعين. اٰمين.

طبقات فقہاءؒ کا مفصل بیان

علامہ شامیؒ نے "**شرح عقود رسم المفتی**" ص/۲۵ میں لکھا ہے کہ:

إن الواجب علىٰ من أراد أن يعمل لنفسه أ ويفتي غيره، أن يتبع القول الذي رجحه علماء مذهبه اه .(ص/ ٤٤ زكريا) یعنی: جو شخص فقہی فروعات پر عمل کرنا چاہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ جو راجح اور معمول بہا قول ہے اس پر عمل کرے؛ لیکن یہ بات اس وقت ممکن ہے کہ پہلے قائل کس درجہ کا فقیہ ہے؟ اس کو معلوم کرلے، تاکہ کمزور قول پر عمل یا قوی قول کا ترک لازم نہ آئے۔

ابن کمال پاشا نے فقہاء کو درایت کے اعتبار سے سات طبقوں میں تقسیم کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا طبقہ: وہ حضرات جو ادلۂ اربعہ یعنی: قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس سے اجتہاد کرکے مسائل کے استخراج کی قوت رکھتے ہیں، اور اصول استنباط بھی خود ان کے اپنے وضع کیے ہوئے ہیں، جو اصول وفروع میں کسی کے مقلد نہیں ہیں؛ ان کو "مجتہد مطلق

’’اور’’مجتہد فی الشرع‘‘ بھی کہا جاتا ہے، اور یہی حضرات پہلے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جیسے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ وغیرہ۔

دوسرا طبقہ: وہ حضرات جو اجتہاد کی صلاحیت تو رکھتے ہیں؛ مگر اصول میں وہ کسی امام کے مقلد ہیں، اور طرز اجتہاد میں کسی امام کی پیروی اور تقلید کرتے ہیں، البتہ فروعات میں اپنے اجتہاد کی وجہ سے کسی کے مقلد نہیں ہیں؛ ان کو ’’مجتہد فی المذہب‘‘ کہا جاتا ہے، اور وہ دوسرے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں، جیسے: امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نیز امام اعظمؒ کے دوسرے مجتہد تلامذہ۔

تیسرا طبقہ: وہ حضرات جو نہ اصول میں اپنے امام کی مخالفت کر سکتے ہیں نہ فروع میں؛ البتہ ان میں اصول کے استحضار کی وجہ سے اتنی استعداد ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے جس مسئلہ میں کوئی روایت مروی نہ ہو، اس کا حکم استنباط کر کے بیان کریں، ان حضرات کو’’مجتہد فی المسائل‘‘ کہا جاتا ہے اور تیسرے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ جیسے: امام ابوجعفر طحاویؒ، امام احمد بن عمر خصاف، امام ابوالحسن کرخیؒ، امام شمس الائمہ حلوائی، شمس الائمہ سرخسی، امام فخر الاسلام بزدوی اور فخر الدین قاضی خاں وغیرہ۔

چوتھا طبقہ: وہ حضرات جن میں اجتہاد کی بالکل قابلیت نہیں ہوتی؛ البتہ اصول میں مہارت اور دلائل میں نظر غائر ہونے کی وجہ سے کسی مجمل قول کی تفصیل اور ذووجہین قول کی تعیین کر سکتے ہیں، ان کو’’اصحاب تخریج‘‘ کہتے ہیں، اور یہ حضرات چوتھے طبقہ میں شمار ہوتے ہیں؛ جیسے: امام جصاص رازیؒ وغیرہ۔

پانچواں طبقہ: وہ فقہاء جو مقلد محض ہوں، البتہ دلائل کو سامنے رکھ کر مختلف روایات میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہوں، اور ایک قول کی دوسرے قول

پر فوقیت بتلاتے ہوں؛ مثلاً یہ فیصلہ کرتے ہوں کہ: هذا اولیٰ، هذا اصح، هذا اوفق بالقياس؛ وغیرہ، ایسے حضرات ''اصحاب ترجیح'' کہلاتے ہیں، اور پانچویں طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں؛ جیسے: امام ابوالحسن قدوریؒ، صاحب ہدایہ وغیرہ۔

چھٹا طبقہ: وہ فقہاء جو صرف مقلد ہوں؛ مگر ان میں قوی، ضعیف، ظاہر روایت اور نوادرات میں، اور مقبول و مردود روایات میں فرق اور تمیز کرنے کی صلاحیت ہو، تو ان کو ''اصحاب تمیز'' کہتے ہیں، اور چھٹے طبقہ میں شمار کیے جاتے ہیں؛ جیسے: متون معتبرہ کے مصنفین: صاحب وقایہ، صاحب کنز، صاحب مختار اور صاحب مجمع وغیرہ۔

ساتواں طبقہ: ان مقلدین کا ہے جن کو مذکورہ چیزوں میں سے کسی بات پر قدرت نہیں ہوتی؛ بلکہ وہ حضرات جو قول جہاں کہیں پاتے ہیں نقل کر دیتے ہیں، یہ لوگ ''مقلد محض'' کہلاتے ہیں، اور ساتویں طبقہ میں شمار ہوتے ہیں؛ ان کے اقوال پر اعتماد کر لینا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ **فالويل لمن قلدهم كل الويل**

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے ''مقدمہ عمدۃ الرعایۃ'' میں علامہ کفویؒ سے فقہاء کی یہ طبقاتی تقسیم اَور طرح سے نقل کی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

فاعلم! أنه ذكر الكفوي في طبقات الحنفية أن الفقهاء يعني: من المشائخ المقلدين علىٰ خمس طبقات الخ.(۷/۱)

لیکن ان دونوں قولوں میں کوئی تعارض نہیں ہے؛ کیوں کہ کفویؒ نے دو قسموں کو بیان نہیں کیا ہے، ایک پہلی قسم یعنی: مجتہد مطلق، اور ایک اخیری قسم یعنی: مقلد محض و عامی لوگوں کا سب سے اخیری طبقہ؛ اگر دونوں کو ذکر کرتے تو ان کے یہاں بھی سات قسمیں ہو جاتی

؛البتہ علامہ علاء الدین حصکفیؒ سے اس سلسلہ میں تسامح ہوگیا ہے، انھوں نے ''درمختار'' میں لکھا ہے کہ:

قد ذكروا: أن المجتهد المطلق قد فقد، وأماالمقيد فعلىٰ سبع مراتب مشهورة اه. (۱۷۹/۱ زكريا) ؛حالاں کہ مقید کے سات طبقے نہیں ہیں، بلکہ صرف چھ ہیں۔خلاصۂ کلام یہ کہ ابن کمال پاشا کی یہ طبقاتی تقسیم اپنی جگہ پر صحیح ہے؛ مگر اس میں فقہاء کی جو درجہ بندی کی گئی ہے وہ محل نظر ہے۔

پہلا اشکال یہ ہے کہ: امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو طبقۂ ثانیہ میں شمار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ: یہ لوگ اصول میں اپنے امام کی مخالفت نہیں کر سکتے؛ حالاں کہ ان حضرات نے کثرت سے امام صاحبؒ کی اصول میں بھی مخالفت کی ہے، مثلاً: مجاز حقیقت کا نائب تکلم میں ہوتا ہے یا حکم میں؟ اسی طرح نجاست غلیظہ اور خفیفہ کی بنیاد مقرر کرنے میں؛ چناں چہ امام غزالیؒ نے ''المنخول'' میں لکھا ہے کہ: **إنهما خالفا أباحنيفة في ثلثي مذهبه اه.** اس اشکال کا ایک جواب محمد بن عبدالستار الکردری نے دیا ہے کہ: خود امام صاحبؒ نے جب ان کی علمی اور اجتہادی استعداد خوب جانچ لی، تو ان کو تقلید کرنے سے منع فرمادیا؛ کیوں کہ مجتہد کے لیے کسی کی تقلید کرنا درست نہیں ہے، اسی لیے فرمایا کہ: **لايحل لأحد أن يأخذ بقولي مالم يعلم من أين قلته؟** اس وجہ سے انھوں نے دلائل کو دیکھنا شروع کیا، بعض جگہ ان کو دلیل معلوم نہ ہوسکی بلکہ امام صاحبؒ کے قول کے خلاف دلیل معلوم ہوئی، تو انھوں نے امام صاحبؒ کے ارشاد ہی سے امام صاحبؒ کا خلاف کیا۔

دوسرا جواب مولانا عبدالحی صاحبؒ نے دیا ہے، فرماتے ہیں:

فالحق أنهما مجتهدان مستقلان، نالا برتبة الإجتهاد المطلق؛ إلاأنهما لحسن

تعظيمهما لأستاذهما، وفرط إجلالهما لإمامهما أصلا أصله و سلكا نحوه وتوجها إلىٰ نقل مذهبه وتائيده وانتصاره وانتسبوا إليه. (مقدمۂ عمدة الرعاية ص/۹۱)

یعنی: صحیح یہ ہے کہ: یہ دونوں حضرات مجتہد مطلق تھے، انھوں نے یہ درجہ حاصل کرلیا تھا؛ مگر اپنے استاذؒ کی جلالت شان اور تعظیم وادب کی وجہ سے انھیں کے اصول کے تابع رہے، اور انہی کے مذہب کی نشر واشاعت کرکے اس کی تائید ونصرت کرتے رہے، اور انہی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ: انھوں نے علامہ خصافؒ اور طحاویؒ وکرخیؒ کو تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے، یعنی: ان حضرات میں شمار کیا ہے جو نہ اصول میں مخالفت کرسکتے ہیں نہ فروع میں؛ حالاں کہ ان حضرات کا درجہ اس سے اونچا ہے؛ کیوں کہ انھوں نے بہت سے مسائل میں امام اعظمؒ کا خلاف کیا ہے، جیسا کہ کتب فقہ اور کتب خلافیات دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔

تیسرا اشکال یہ ہے کہ: انھوں نے ابوبکر جصاص رازیؒ کا درجہ گھٹا دیا ہے کیوں کہ ان کو چوتھے طبقہ میں شمار کیا ہے؛ حالاں کہ آپ تیسرے طبقہ والوں سے یعنی: شمس الائمہ حلوانیؒ اور قاضی خانؒ وغیرہ سے زمانہ اور علم ورتبہ کے اعتبار سے بڑھے ہوئے ہیں، یہ حضرات تو ان کے مقابلہ میں بہ منزلہ بچوں کے ہیں، اسی طرح صاحب ہدایہ اور قدوری کا درجہ بھی گھٹا دیا ہے؛ حالاں کہ یہ حضرات بھی قاضی خان سے بڑھے ہوئے ہیں، اور بالفرض بڑھے ہوئے نہ ہوں تو برابر کے تو ضرور ہیں؛ پس چاہیے تھا کہ قدوری اور صاحب ہدایہ کو بھی تیسرے درجہ میں شمار کرتے؛ اس لیے کہ خود قاضی خان اورزین

العابدین عتابیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ: صاحب ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے؛ بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔

طبقات کتب وطبقات مسائل

جس طرح فقہاء کرام کے درجات ہیں، اسی طرح فقہ حنفی کے مسائل اور کتابوں کے بھی درجات ہیں جن کا جاننا ضروری ہے؛ تاکہ جس وقت اقوال میں تعارض معلوم ہو راجح پر عمل کر سکے۔ فقہ حنفی کے مسائل تین طبقات پر منقسم ہیں:

پہلا طبقہ: پہلا طبقہ ظاہر روایت کا ہے، ان کو ''مسائل اصول'' بھی کہا جاتا ہے، یہ وہ مسائل ہیں جو امام محمدؒ کی چھ کتابوں میں مذکور ہیں؛ وہ چھ کتابیں یہ ہیں: (۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر (۳) سیر صغیر (۴) سیر کبیر (۵) مبسوط اور (۶) زیادات۔

ان کتب کے مسائل کو ''ظاہر روایت'' اس لیے کہتے ہیں کہ صاحب مذہب تک ان کی سند ظاہر اور معلوم ہے، جب تک ان مسائل کے خلاف عمل کی ترجیح کسی دلیل سے معلوم نہ ہو وہاں تک ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ مبسوط کا دوسرا نام ''اصل'' بھی ہے؛ اس لیے کہ امام محمدؒ نے سب سے پہلے اسی کو تصنیف کیا ہے، مبسوط کو دیکھ کر ایک یہودی حکیم یہ کہتے ہوئے مسلمان ہو گیا تھا کہ: **هذا كتاب محمدكم الصغير فكيف كتاب محمدكم الكبير! (طحطاوی).**

جامع صغیر میں <u>۱۵۳۲</u> مسائل ذکر کیے گئے ہیں، ان میں صرف دو مسئلوں میں قیاس اور استحسان سے کام لیا گیا ہے۔ مشائخ کے نزدیک اس کتاب کی بہت زیادہ اہمیت رہی ہے، حتی کہ جب تک اس کو حفظ نہ کر لیا جاتا عہدۂ قضا سپرد نہیں کیا جاتا تھا۔ امام ابو یوسفؒ

کی فرمائش پر امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھی ہے، جب امام محمدؒ نے یہ کتاب لکھ کر پیش کی تو امام ابو یوسفؒ بہت خوش ہوئے اور بہت ہی دعائیں دیں، اور یہ فرمایا کہ: امام محمدؒ سے چار مسائل میں سہو ہو گیا ہے ان کی روایت میں نے نہیں کی، ان چار میں سے ایک مسئلہ یہ ہے: کسی نے نفل کی نیت سے چار رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اول رکعت میں قرأت پڑھی، دوسری رکعت میں ترک کی، تیسری میں پڑھی اور چوتھی میں ترک کی؛ اس کا کیا حکم ہے؟ امام محمدؒ کو جب معلوم ہوا تو کہا: میں نے غلطی نہیں کی، امام ابو یوسفؒ نے مجھ سے یہی روایت کی تھی؛ لیکن خود انھیں یاد نہیں رہا۔ امام ابو یوسفؒ اپنی جلالت شان کے باوجود اپنے سفر و حضر میں یہ کتاب اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

دوسرا طبقہ: دوسرا طبقہ نوادر کا ہے، یہ وہ مسائل ہیں جو ائمہ ثلاثہ حنفیہ سے مروی تو ہیں؛ مگر امام محمدؒ کی مذکورہ بالا چھ کتابوں میں نہیں ہیں؛ بلکہ ان کے علاوہ دیگر کتابوں میں ہیں، مثلاً: کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات، رقیات؛ وغیرہ کتابوں میں، یا امام ابو یوسفؒ کی امالی میں ہیں، ان کو ''غیر ظاہر روایت'' بھی کہتے ہیں؛ اس لیے کہ ان کی سند ظاہر نہیں ہے۔

کیسانیات وہ مسائل ہیں جن کو سلمان بن شعیب کیسانیؒ نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے، اور ہارونیات وہ مسائل ہیں جن کو ہارون الرشیدؒ کے زمانہ میں جمع کیا ہے، اور جو مسائل علی بن صالح جرجانیؒ نے امام محمدؒ سے روایت کیے ہیں ان کو جرجانیات کہا جاتا ہے، اور رقیات وہ مسائل ہیں جن کو امام محمدؒ نے مقام رقہ میں قاضی ہونے کے زمانہ میں جمع کیا تھا۔

امالی جمع ہے املاء کی، پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ: استاذ مسند درس پر بیٹھ جاتا تھا اور اپنے

حافظہ سے شاگردوں کو مسائل لکھواتا تھا، اور جو کچھ جمع ہو جاتا اس کو کتابی شکل دے دی جاتی تھی، اس کو ''امالی'' کہا جاتا ہے، علمائے شافعیہ اس کو ''تالیفات'' بھی کہتے ہیں۔

تیسرا طبقہ: فتاویٰ اور واقعات کا ہے، اور یہ وہ مسائل ہیں جن کو متأخرین نے کسی ایسے واقعہ کے متعلق جس کے سلسلہ میں صاحب مذہب سے کوئی روایت موجود نہیں ہوتی استنباط کیا ہوتا ہے، مثلاً: امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگردوں میں عصام بن یوسف بن رستم، محمد بن سماعۃ، ابوسلیمان جوز جانی، ابوحفص بخاری، محمد بن سلمہ؛ وغیرہ کے اس قسم کے استنباطات کو ''فتاویٰ'' اور ''واقعات'' کہا جاتا ہے۔ واقعات اور فتاویٰ میں سب سے پہلے امام الہدیٰ فقیہ ابواللیث سمرقندی نے ''کتاب النوازل'' تصنیف فرمائی ہے، انھوں نے اس میں متأخرین علماء یعنی: اپنے مشائخ واساتذہ کے فتاویٰ بھی جمع کیے ہیں، پھر ان کے بعد علماء کرام نے ان کا اتباع کرتے ہوئے واقعات کی کتابیں لکھیں، اور مسائل مختلطہ کو ترتیب وار جمع کیا، مثلاً: فتاویٰ قاضی خاں، خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ: محققین فقہاء کے نزدیک مسائل کی چار قسمیں ہیں:

قسم اول: ظاہر مذہب کے مسائل: ان کا حکم یہ ہے کہ: وہ ہر حال میں قبول کیے جائیں گے۔

قسم دوم: روایات شاذہ: جو امام صاحبؒ سے نقل کی گئی ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ: جب تک اصول مقررہ کے موافق نہ ہوں تسلیم نہیں کی جائیں گی۔

قسم سوم: متأخرین کے مستنبطات یعنی: متأخرین کے نکالے ہوئے وہ مسائل جن پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہو چکا ہو؛ اس کا حکم یہ ہے کہ: ہر حال میں ان سے فتویٰ دیا جائے گا۔

قسم چہارم: وہ مسائل مستنبطہ جن پر جمہور فقہاء کا اتفاق نہ ہوا ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ:

اصول مقررہ اور کلام سلف صالح سے ملایا جاوے گا، اگر موافق ہوں تو تسلیم کیے جائیں گے ورنہ ان کو ترک کر دیا جائے گا۔

اگر متون، شروح اور فتاویٰ کے مسائل میں تعارض ہو تو متون کا اعتبار کیا جائے گا؛ کیوں کہ ان کے مصنفین نے یہ التزام کیا ہے کہ غیر معمول بہا یا ضعیف مسائل کو ذکر نہ کریں۔ متون معتبرہ چار ہیں: (۱) وقایہ (۲) کنز الدقائق (۳) مجمع البحرین (۴) مختار؛ بعض حضرات کے نزدیک مختار کے بجائے مختصر القدوری متون اربعہ میں داخل ہے، اس کے بعد شروح معتبرہ کو فتاویٰ پر ترجیح ہوگی، اس کے بعد فتاویٰ کا درجہ ہے۔

متقدمین ومتأخرین کا مصداق

فقیہ کے لیے لازم ہے کہ متقدمین اور متأخرین کا فرق یاد رکھے، متقدمین وہ حضرات ہیں جنھوں نے امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا زمانہ پایا، اور ان سے فیض حاصل کیا، اور جنھوں نے ائمۂ ثلاثہ سے فیض نہیں پایا ان کو متأخرین کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ: امام محمدؒ تک کے علماء کو متقدمین اور ان کے بعد سے حافظ الدین بخاریؒ تک کے علماء کو متأخرین کہتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ نے ''میزان'' میں متقدمین اور متأخرین کے درمیان حد فاصل تیسری صدی کا شروع قرار دیا ہے، یعنی: تیسری صدی سے پہلے تک کے علماء متقدمین کہلاتے ہیں اور تیسری صدی کے آغاز سے متأخرین۔

سلف وخلف کا مصداق

فقہاء کی اصطلاح میں امام اعظمؒ سے امام محمدؒ تک سلف اور امام محمدؒ کے بعد سے شمس الائمہ حلوائیؒ تک خلف کہلاتے ہیں۔

قالوا: لفظ ''قالوا'' کا استعمال فقہاء وہاں کرتے ہیں جہاں فقہاء کا اختلاف ہو۔

قیل : بار ہا فقہاء کسی حکم کو بیان کرتے ہوئے ”قیل“ کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور شراح اور محشی حضرات اس کو نیچے لکھ دیتے ہیں کہ: یہ اس حکم کے ضعف کی طرف اشارہ ہے؛ حالاں کہ حق یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس صیغہ کے استعمال کرنے والے نے یہ التزام کیا ہے، کہ وہ کسی حکم مرجوح کو اس صیغہ سے بیان کیا کرے گا، تب یہ لفظ اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ ہوگا؛ جیسے: ”ملتقی الابحر“ کے مصنف کی عادت ہے، جیسا کہ خود انھوں نے دیباچہ میں اس کی تصریح فرما دی ہے؛ ورنہ اس لفظ کے استعمال سے اس کے ضعف کا قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا؛ اسی لیے علامہ شرنبلالیؒ نے فرمایا ہے: **قیل لیس کل مادخلت علیه یکون ضعیفاً** کہ ہر وہ مسئلہ جس پر ”قیل“ آیا ہو اس کا ضعیف ہونا ضروری نہیں، اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ جو مشہور ہو گیا ہے کہ: قیل اور یقال اور اس جیسے صیغے صیغۂ تمریض ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ: یہ صیغے اس معنیٰ کے لیے وضع کیے گئے ہیں، اور ہر وقت اسی مقصد کے لیے استعمال ہوتے ہیں؛ بلکہ یہ بات صرف اس وقت ہے جب کہ اس کے قائل کے التزام سے یا کلام کے سیاق وسباق سے یا کسی دوسرے قرینہ سے یہ بات معلوم ہو جائے، ورنہ یہ تمریض کے لیے نہیں ہوں گے۔

ینبغی اور لا ینبغی: متقدمین فقہاء کے یہاں اس کا استعمال عام ہے؛ لیکن متأخرین کے نزدیک ینبغی مستحب کے لیے اور لا ینبغی مکروہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور ”المصباح المنیر“ کے مصنف کی رائے یہ ہے کہ: اس کے معنیٰ کبھی یجب اور کبھی یندب کے ہوتے ہیں، یعنی: جیسا موقع ہوگا اسی کے مطابق استعمال ہوگا، علامہ شامیؒ نے کہا ہے کہ: ینبغی سے وجوب مراد لیا جاتا ہے، اگر چہ کبھی یہ لفظ غیر وجوب کے لیے

بھی استعمال ہوتا ہے۔

لا بـــأس: کا استعمال ترک اولیٰ کے لیے خاص نہیں ہے، بلکہ مندوب میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، لا بـــأس اس پر دلیل ہے کہ یہ کام غیر مستحب ہے؛ لیکن مندوب و مستحب میں بھی کبھی کبھی یہ لفظ استعمال کرلیا جاتا ہے۔

کیا اب بھی مجتہد مطلق پیدا ہوسکتے ہیں؟

النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر (مقدمۃ الجامع الصغیر) میں حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے ایک بحث یہ چھیڑی ہے کہ: اس وقت اجتہاد کی گنجائش ہے یا نہیں؟ آپ نے اس سلسلہ میں چند اقوال نقل کیے ہیں:

ایک یہ کہ: ائمہ اربعہ پر یہ اجتہاد ختم ہوگیا ہے، اب کوئی مجتہد پیدا نہیں ہوسکتا؛ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ ائمۂ اربعہ کے بعد بھی کچھ لوگ اس درجہ پر پہنچے ہیں؛ مگر یہ اتفاق کی بات ہے کہ ان کا مسلک چل نہیں سکا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ: تیسری صدی کے بعد اجتہاد موقوف ہوگیا ہے۔

تیسرا قول بعض اصولیوں سے یہ نقل کیا ہے کہ: امام شافعیؒ کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا۔ ''میزان الاعتدال'' میں علامہ شعرانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ: علامہ سیوطیؒ کا قول یہ ہے کہ: اجتہاد مطلق کی دو قسمیں ہیں: ایک مجتہد مطلق غیر منتسب، جیسے ائمۂ اربعہ، دوسری قسم مجتہد مطلق منتسب، جیسے ان کے اکابر تلامذہ۔ پہلی قسم مجتہد مطلق غیر منتسب ہونے کا دعویٰ ائمۂ اربعہ کے بعد کوئی نہیں کرسکتا، محمد بن جریر طبریؒ نے ایسا دعویٰ کیا؛ مگر انھیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی، البتہ مجتہد مطلق منتسب پیدا ہوسکتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ: علامہ نسفیؒ تک اجتہاد ہوسکتا تھا، اب نہیں؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اجتہاد اللہ تعالیٰ کی

ایک خاص رحمت اور فضل ہے جو کسی خاص زمانہ اور وقت تک محدود نہیں ہے؛ اس لیے اب بھی اس کا امکان ضرور ہے کہ مجتہد مطلق پیدا ہوں؛ مگر عالم واقعہ میں ائمۂ اربعہ کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا ہے، گو کہ امکان ضرور ہے۔

اصطلاحات فقہاء

جو احکامات الٰہیہ انسان کے اعمال وافعال سے متعلق ہیں، فقہاء کرام نے ان کے فرض، واجب، سنت، مستحب، حرام، مکروہ، مباح، بدعات؛ وغیرہ اصطلاحی نام رکھے ہیں، ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

(۱) فرض: جس حکم کا ثبوت دلیل قطعی صریح سے ہو، اور بغیر عذر اس کا ترک کرنے والا فاسق اور مستحق عذاب ہوتا ہو، اور انکار کرنے والا کافر کہا جاتا ہو؛ اس کو فرض کہتے ہیں۔

وهو ما ثبت بدليل قطعي موجب للعلم البديهي، ويكفر جاحده. اه (طحطاوي على المراقي ص/٣٤ـ ص/٣١ بيروت)

فرض کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرض عین اور (۲) فرض کفایہ

(۱) فرض عین: وہ فرض ہے جس کی تعمیل ہر ایک مکلّف سے مطلوب ہو، اور بعض کے ادا کرنے سے دوسروں سے ساقط نہ ہوتا ہو؛ جیسے: ایمان اور نماز وغیرہ۔ علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ:

هو مايجب على كل مكلف، ولا يسقط عن البعض بإقامة البعض، كالإيمان والصلوة اه. (طحطاوي على الدر ٨٧/١ ـ ٦١/١ دارالمعرفة بيروت)

فرض عین کا دوسرا نام ''فرض اعتقادی'' بھی ہے۔

(۲) فرض کفایہ: وہ فرض ہے جس کی تعمیل مقصود ہو عامل متعین نہ ہو، اوراس کا حکم یہ ہے کہ: بعض مکلفین کے ادا کرنے سے باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہو، (اس صورت میں ثواب عمل کرنے والے کو ہی ملے گا) اوراگر کسی نے بھی ادا نہ کیا تو پھر ہر ایک مکلّف گنہگار شمار کیا جاتا ہو؛ جیسے: جنازہ کی نماز، امر بالمعروف اور فقہ میں مہارت حاصل کرنا ؛وغیرہ۔طحطاوی علی المراقی ص/۳۴ میں لکھا ہے کہ:

مـايـلزم جملة المفروض عليهم دون كل فرد بخصوصه؛ فيسقط عن الجميع بـفـعـل البـعض، كاستماع القرآن وحفظه، ورد السلام، و تشميط العاطس، وغسـل الـميـت، والـصـلـوة عـليـه، والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، والجهاد؛ اه.(ص/۳۲ دارالإيمان بيروت)

(۲) واجب: اس حکم کو کہتے ہیں جو دلیل ظنی سے ثابت ہواور کسی عذر کے بغیر چھوڑنے والا فاسق کہا جاتا ہو، اور کسی معقول تأویل کی وجہ سے انکار کرنے والا کافر نہ قرار نہ دیا جاتا ہو؛ جیسے: چوتھائی سر کا مسح کرنا،اوروتر کی نماز؛ وغیرہ۔

الواجب فى اللغة يجئ بمعنى اللزوم، وبمعنى السقوط، وبمعنى الاضطراب، وفـي الشـرع إسـم لـمـالـزمـنا بدليل فيه شبهة قال فخر الإسلام وإنما سمي به إمـالكونه ساقطاً عنا علماً، أولكونه ساقطاً علينا عملاً، أو لكونه مضطرباً بين الفرض والسـنة، أوبيـن الـلـزوم وعـدمه؛ فإنه يلزمنا عـمـلاً لا عـلـماً اه.(مراقي الـفلاح ص/۱٤۱ـ ص/۱۳٤ بيروت) وحكمه: استحقاق الـعقاب بتركه عمداً، أوعدم إكفار جاحده والثواب بفعله اه. (ايضاً)

اس کا دوسرا نام فرض عملی بھی ہے۔

(۳) سنت: لغت میں سنت بمعنیٰ طریقہ کے آتا ہے، عام ہے کہ وہ طریقہ اچھا ہو یا برا، مراقی الفلاح میں ہے:

والسنة لغة: الطريقة ولوسيئة اه.(ص/۳۸۔ ۳۵/دارالایمان بیروت)

اوراصطلاح شرع میں سنت کی تعریف یہ ہے کہ: جس کو حضور اقدس ﷺ نے کیا ہو یا آپ کے صحابہ نے کیا ہو۔ **والسنة عند الحنفية: مافعله ا أو واحد من أصحابه اه. (طحطاوي على المراقي)**

پھر اگر حضور ﷺ کا یہ عمل امور دینیہ کے قبیل سے ہو تو اس کو ''سنن ہدیٰ'' کہتے ہیں، یعنی: اس کا کرنا تکمیل ہدایت کے قبیل سے ہے، اور جن امور کا عمل طبیعت مبارکہ اور عادت شریفہ کی وجہ سے ہو تو اس کو ''سنن زوائد'' کہتے ہیں۔

پھر سنت کی دو قسمیں ہیں: (۱) سنت مؤکدہ اور (۲) سنت غیر مؤکدہ

سنت مؤکدہ: جس عمل کو حضور ﷺ نے یا خلفائے راشدین نے دوامی طریقہ پر کیا ہو، اور بغیر عذر کے اس کو ترک نہ کیا ہو اور ترک کرنے والے پر نکیر بھی نہ کی ہو، جیسے: عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف (یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے) وغیرہ؛ اس کا حکم یہ ہے کہ: بلا عذر چھوڑ نے والا یا اس کے ترک کی عادت کرنے والا فاسق اور گنہگار ہے، اور **من ترك سنتي لم ينل شفاعتي** کی وجہ سے شفاعت سے محرومی کا بھی خطرہ ہے۔

والشرط فى المؤكدة المواظبة مع ترك ولوحكماًاه. (الدر على هامش الرد ص/۷۰)

سنت غیر مؤکدہ: جس کو حضور اقدس ﷺ نے یا صحابہؓ نے ہمیشہ نہ کیا ہو، بلکہ بغیر عذر کے

احیاناً ترک بھی کیا ہو، اوراس کا حکم یہ ہے کہ: اس کے کرنے میں ثواب ہے اور نہ کرنے میں کوئی ملامت یا گناہ نہیں ہے۔

واصطلاحاً: الطريقة المسلوكة فى الدين من غيرلزوم، على سبيل المواظبة؛ وهي المؤكدة إن كان النبي ا تركها أحياناً، وأما التي لم يواظب عليها فهى المندوبة اه. (مراقي الفلاح ص/٣٨۔ ص/٣٥ بيروت)

إعلم! أن المشروعات أربعة أقسام: فرض، وواجب، وسنة، ونفل؛ فما كان فعله أولىٰ من تركه مع منع الترك إن ثبت بدليل قطعي ففرض، و بظنى فواجب، وبلامنع الترك إن كان مماواظب عليه الرسول ا أو الخلفاء الراشدون من بعده فسنة، وإلافمندوب ونفل اه. (ردالمحتار ٢١٨/١۔ ٧٠/١ زكريا)

(۴) مستحب: جس کو نبی کریم ﷺ یا صحابۂ کرام نے کبھی کبھی کیا ہو ہمیشگی نہ کی ہو، اس کومندوب بھی کہتے ہیں؛ اس کا حکم یہ ہے کہ: کروگے تو ثواب ملے گا، نہ کروگے تو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

هومافعله النبى ﷺ مرة أومرتين ولم يواظب عليه، وحكمه: الثواب بفعله وعدم اللوم على تركه اھ. (مراقى الفلاح ص/ ٤٥۔ ص/ ٤٢ بيروت)

(۵) حرام: جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اوراس کا منکر کافر کہا جاتا ہو، اور بغیر عذر کے اس کے کرنے والے کو فاسق اور عذاب کا مستحق قرار دیا جاتا ہو؛ اس کو حرام کہتے ہیں۔

(۶) مکروہ تحریمی ومکروہ تنزیہی: جس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو، اوراس کا منکر فاسق قرار دیا جاتا ہو، اور بغیر عذر شدید کے اس کا کرنے والا گنہگار ہوتا ہو؛ تو اس کو مکروہ

تحریمی کہا جاتا ہے؛ اور جس کے نہ کرنے میں تو ثواب ہو اور کرنے کی وجہ سے استحقاق عذاب نہ ہوتا ہو، تو اس کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔

إعلم! أن الأدلة السمعية أنواع أربعة: قطعي الثبوت والدلالة؛ كالنصوص المتواترة أي المحكمة، وقطعي الثبوت ظني الدلالة؛ كالآيات المؤولة، وظني الثبوت قطعي الدلالة؛ كأخبار الآحاد التي مفهومها قطعي، وظني الثبوت والدلالة؛ كأخبار الآحادالتي مفهومها ظني؛ فبالأول يثبت الفرض أي والحرام، وبالثاني والثالث يثبت الوجوب أي وكراهة التحريم، وبالرابع يثبت السنة والاستحباب وكراهة التنزية. اه (طحطاوي على المراقي ص/١٤٧ـ ص/١٣٤ بيروت)

(۷) مباح: جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور ترک کرنے میں عذاب نہ ہو؛ وہ مباح کہلاتا ہے۔ **هو مااستوىٰ طرفاه يعني: ماليس بفعله ثوابٌ ولا لتركه عقابٌ اه. (قواعدالفقه ص/٤٦٠)**

(۸) بدعت: اس کا لغوی معنیٰ: کسی نئی چیز کا پیدا کرنا۔ ماأحدث علىٰ غير مثال سابق. اور اصطلاح شریعت میں بدعت کی تعریف یہ ہے کہ: دین میں ثواب سمجھتے ہوئے کسی ایسی چیز کا اختراع کرنا جس کا ثبوت دلائل شرعیہ سے نہ ہو، اور جس کا وجود صحابہ اور تابعین کے دور میں نہ ہو۔

اور بدعت کی لغوی تعریف کے اعتبار سے اس کی مندرجہ ذیل پانچ قسمیں ملا علی قاریؒ نے ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' اور علامہ ابن عابدین شامیؒ نے ''ردالمحتار'' میں ذکر کی ہیں: (۱) بدعت واجبہ (۲) بدعت مندوبہ (۳) بدعت مباحہ (۴) بدعت مکروہ

(۵) بدعت محرمہ۔

قال النووي: البدعة كل شئ عمل علىٰ غيرمثال سبق، وفى الشرع إحداث مالم يكن في عهد رسول اللّٰه ا، وقوله: "كل بدعة ضلالة" عام مخصوص، قال الشيخ عز الدين بن عبدالسلام فى اٰخر كتاب القواعد: البدعة إما واجبة: كتعليم النحو لفهم كلام اللّٰه ورسوله، وكتدوين أصول الفقه، والكلام فى الجرح والتعديل؛ وإما محرمة: كمذهب الجبرية، والقدرية، والمرجية، والمجسمة؛ والردعلىٰ هؤلاء من البدع الواجبة؛ لأن حفظ الشريعة من هذه البدع فرض كفاية، وإما مندوبة: كإحداث الربط والمدارس، وكل إحسان لم يعهد فى الصدر الأول، وكالتراويح أي بالجماعة العامة، والكلام في دقائق الصوفية، وإمامكروهة: كزخرفة المساجد، وتزويق المصاحف، يعنى: عند الشافعية، وأماعندالحنفية؛ فمباح، وإمامباحة: كالمصافحة عقيب الصبح والعصر، أي عندالشافعية أيضاً، وإلافعند الحنفية مكروهة، والتوسع في لذائذ المآكل والمشارب والمساكن اه. (مرقاة شرح مشكوة ۱۷۹/۱ـ ۳۳۷/۱ فيصل ديوبند)

اجتہاد اور اس کے شرائط

اجتہاد لغت میں کوشش بلیغ کرنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح شرع میں احکام فرعیہ کا ادلۂ تفصیلیہ سے معلوم کرنے میں مقدور بھر کوشش کرنے کا نام اجتہاد ہے۔

الإجتهاد فى اللغة تحمل الجهد أي: المشقة، وفى الإصطلاح: استفرا غ الفقيه الوسع لتحصيل ظن لحكم شرعي، وبعبارة أخرىٰ بذل المجهود لنيل

المقصود اھ. (دستورالعلماء ٤٣/١)

شرائط اجتہاد: ''شریعت وطریقت کا تلازم'' میں سیدی ومولائی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب دام مجدہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اور ''جواہر الفقہ'' میں حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ''عقد الجید'' سے نقل کیا ہے:

وشرطه: أنه لابدله أن يعرف من الكتاب والسنة مايتعلق بالأحكام، ومواقع الاجماع، وشرائط القياس، وكيفية النظر، وعلم العربية، و الناسخ والمنسوخ حال الرواة اه. (جواهرالفقه ١٢٣/١ مكتبه سيرة النبى)

اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ: اجتہاد کرنے والے کو ضروری ہے کہ قرآن وحدیث اس قدر جانتا ہو کہ جو احکام سے متعلق ہے، اور اجماع کے موقعوں اور قیاس صحیح کی شرطوں اور نظر کی کیفیت اور علم عربیت اور ناسخ اور منسوخ اور راویوں کے حال سے واقف ہو۔ علامہ بغویؒ سے نقل کیا جاتا ہے کہ:

قال البغوي: والمجتهد من جمع خمسة أنواع من العلم: علم كتاب الله عزوجل، وعلم سنة رسول اللّٰه ا، وعلم أقاويل علماء السلف من إجماعهم وإختلافهم، وعلم اللغة، وعلم القياس، وهو طريق استنباط الحكم عن الكتاب والسنة إذالم يجده صريحاًفي نص كتاب أوسنة اوإجماع؛ فيجب أن يعلم من علم الكتاب: الناسخ والمنسوخ، والمجمل والمفسر، والخاص والعام، والمحكم والمتشابه، والكراهة والتحريم، والاباحة والندب والوجوب؛ ويعرف من السنة هذه الاشياء، ويعرف منها: الصحيح والضعيف، والمسند والمرسل، ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة، حتى لووجد حديثاً لايوافق ظاهره

الکتاب یهتدی إلی وجه محمله؛ فإن السنة بیان الکتاب ولاتخالفه، وأن مایجب معرفة ماورد منها في أحکام الشرع دون ماعداها من القصص والأخبار والمواعظ، وکذالك یجب أن یعرف من علم اللغة: ماأتی من الکتاب أوسنة في أمورالأحکام، دون الإحاطة بجمیع لغات العرب؛ فینبغی أن یتخرج منها بحیث یقف علی مرام کلام العرب فیما یدل علی المراد من اختلاف المحال والأحوال؛ لأن الخطاب ورد بلسان العرب، فمن لم یعرف لا یقف علی مراد الشارع؛ ویعرف أقاویل الصحابة والتابعین فی الأحکام، ومعظم فتاوی فقهاء الأمة، حتی لایقع حکمه مخالفاًلأقوالهم فیکون فیه خرق الاجماع.

وإذاعرف من کل من هذه الأنواع معظمة، فهو حینئذ مجتهد؛ ولایشترط معرفة جمیعها بحیث لایشذعنه شئ منها، وإذالم یعرف نوعاً من هذه الأنواع فسبیله التقلید، وإن کان متبحراًفي مذهب واحد من اٰحاد أئمة السلف؛ فلایجوز له تقلد القضاء، ولاالترصد للفتیا؛ وإذا جمع هذه العلوم وکان مجانبا للأهواء والبدع، متدرعا بالورع، محترزا عن الکبائر، غیرمصر علی الصغائر؛ جاز له أن یتقلد القضاء، ویتصرف فی الشرع بالاجتهاد والفتویٰ، ویجب علیٰ من لم یجمع هذه الشرائط أن یقلده فیما یعن له من الحوادث.انتهیٰ کلام البغوي.(جواهرالفقه ۱۲۳/۱)

ترجمہ: بغوی نے کہا ہے کہ: مجتہد وہ عالم ہے کہ پانچ طرح کے علم کا حاوی ہو: اول: علم کتاب اللہ یعنی: قرآن مجید کا علم، دوم: علم حدیث رسول اللہ، سوم: علمائے سلف کے اقوال کا، کہ ان کا اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں؟ چہارم: علم لغت عربی کا

پنجم: علم قیاس کا۔ اور قیاس طریقہ حکم کے نکالنے کا قرآن اور حدیث سے ہے، جس صورت میں کہ حکم مذکور صریح قرآن یا حدیث یا اجماع کے نصوص میں مجتہد نہ پاوے؛ (اب ان پانچوں علم کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہیے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا سیکھنا چاہیے؟) تو قرآن کے علم میں سے اس پر ان باتوں کا جاننا واجب ہے: ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفصل، خاص وعام، محکم ومتشابہ، کراہت وتحریم، اباحت واستحباب اوروجوب کا جاننا، اور حدیث میں سے ان اشیاء مذکورہ کا جاننا، نیز صحیح حدیث اور ضعیف اور مسند اور مرسل کا جاننا، اور حدیث کا مرتب کرنا قرآن پر اور قرآن کا حدیث پر، حتیٰ کہ اگر کوئی ایسی حدیث پاوے جس کا ظاہر موافق قرآن کے نہ ہو تو اس کی مطابقت کی صورت کا سراغ لگا سکے؛ کیوں کہ حدیث بیان قرآن مجید کا ہے، مخالفِ قرآن نہیں کہ مطابقت نہ ہو سکے، اور احادیث میں سے صرف ان حدیثوں کا جاننا واجب ہے جو شرعی احکام کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، نہ ان کے سوا اور حدیثوں کا جاننا جن میں حکایات اور اخبار اور نصائح مذکور ہیں، اسی طرح زبان عربی کے ان الفاظ کا جاننا واجب ہے جو قرآن یا حدیث کے احکامی امور میں واقع ہوئے ہیں نہ یہ کہ سب لغت عربی کو جانے؛ اور بہتر یہ ہے کہ لغت دانی میں اتنی محنت کرے کہ عرب کے کلام کے مقصود سے واقف ہو جائے، اس طرح کہ اختلاف مواقع اور حالات کی وجہ سے کلام مذکور سے یہ مراد ہوتی ہے؛ اس لیے کہ خطاب شریعت عربی زبان میں وارد ہوا ہے، تو جو شخص عربی نہ جانے گا وہ شارع علیہ السلام کا مقصود نہ پہچانے گا، اور اقوال صحابہؓ اور تابعین میں سے اس قدر جانے جو در بابِ احکام منقول ہے، اور بڑا حصہ ان فتووں کا جانے جو امت کے فقہاء نے دیے

ہیں؛ تاکہ اس کا احکام مخالف سلف کے اقوال کے نہ پڑے، ورنہ اس صورت میں اجماع کی مخالفت ہوگی۔

اور جب ان پانچوں اقسام کے علموں میں سے بڑا حصہ جانتا ہوگا تو وہ شخص اس وقت مجتہد ہوگا، اور یہ شرط نہیں کہ سب علموں کو بالکل جانتا ہو حتی کہ کوئی چیز ان علوم کی اس سے باقی نہ رہے، اور اگر ان علوم پنج گانہ میں سے ایک قسم سے بھی ناواقف ہو تو اس کی سبیل دوسرے کی تقلید کرنا ہے، اگرچہ وہ شخص ایک مذہب میں سے کسی ائمۂ سلف میں سے ماہر کامل ہو، تو ایسے شخص کو عہدۂ قضا اختیار کرنا اور فتویٰ دینے کا امیدوار ہونا درست نہیں؛ اور جس صورت میں کہ ان پانچوں علوم کا جامع اور خواہشات نفسانی اور بدعات سے علاحدہ ہو، اور ورع اور تقویٰ کو شعار بنایا ہو، اور کبیرہ گناہوں سے محترز ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ رکھتا ہو، تو اس کو قاضی ہونا اور اپنے اجتہاد سے شرع میں تصرف کرنا جائز ہے، اور اس شخص پر جو ان شرطوں کا جامع نہیں، تقلید کرنا شخص جامع کی واجب ہے، ان حادثوں میں کہ اس کو پیش آوے۔ (تمام ہوا کلام بغوی کا)

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ "مغنی" (۳۸۳/۱۰) میں لکھتے ہیں کہ: اجتہاد کی شرطوں میں سے چھ چیزوں کا جاننا ہے: اول: قرآن پاک، دوم: حدیث شریف، سوم: اجماع، چہارم: اختلاف، پنجم: قیاس، ششم: عربی زبان۔

حافظ ابن قیمؒ "اعلام الموقعین" (۴۶/۱۱) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: خطیبؒ نے "کتاب الفقیہ والمتفقہ" میں امام شافعیؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

"کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں فتویٰ دے، سوائے اس شخص

کے جو کتاب اللہ کا عالم ہو، اور اس کے ناسخ ومنسوخ ،محکم ومتشابہ،تاویل وتنزیل، مکی ومدنی اور اس کی مراد سے واقف ہو، اور ان سب کے بعد حدیث شریف سے بھی واقف ہو، اور اس کے ناسخ ومنسوخ وغیرہ اور قرآن کے بارے میں جو علوم گزرے حدیث کے بارے میں بھی ان سب کو جانتا ہو، اس کے بعد لغت عربی سے واقف ہو، اور اشعار عرب سے بھی واقف ہو، اور قرآن وحدیث کے سمجھنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہو ان سب کو جانتا ہو، اور اس سب کے بعد علماء کے اختلاف اقوال سے بھی واقف ہو؛ اور یہ سب چیزیں اس کی (کثرت ممارست کی وجہ سے) طبعی بن جائے، جب اس کا یہ حال ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ فتویٰ دے، اور جو اس درجہ تک نہ پہونچے تو اس کا فتویٰ دینا جائز نہیں''۔

صالح بن احمدؒ کہتے ہیں کہ: میں نے اپنے والد (امام احمد بن حنبلؒ) سے پوچھا کہ: آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جس سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ حدیث کے موافق فتویٰ دے، اور فقہ سے واقف نہ ہو؟ تو فرمایا کہ: جب کوئی شخص منصب افتاء پر بیٹھے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن پاک کے وجوہ سے واقف ہو، احادیث سے واقف ہو، اور اسانید صحیحہ کا عالم ہو؛ اور اس کے بعد اوپر والا سارا کلام امام شافعیؒ والا ذکر کیا۔ اور عبداللہ بن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا کہ: آدمی کو فتویٰ دینا کب جائز ہے؟ تو فرمایا کہ: جب احادیث سے واقف ہو اور رائے میں بصیرت رکھتا ہو۔ اور یحییٰ بن اکثمؒ سے کسی نے پوچھا کہ: آدمی کو فتویٰ دینا کب درست ہے؟ تو فرمایا کہ: جب رائے میں بصیرت رکھتا ہو اور احادیث میں بصیرت رکھتا ہو۔ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: رائے

سے مراد قیاس صحیح اور معانی اور علل صحیحہ مراد ہیں جن پر شارع نے احکام کا مدار رکھا ہے اوران کواحکام میں مؤثر بنایا ہے۔اھ

یہاں پر فتویٰ دینے سے اجتہاد کرنا مراد ہے؛ اس لیے کہ ان کی اصطلاح میں مفتی مجتہد ہی کو کہتے ہیں۔ حضرت مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ نے اجتہاد کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: یہی شروط مجتہد کا آلہ ہے، جو ان کے بغیر اجتہاد کا دعویٰ کرے؛ اس کی مثال ایسی ہے جیسے: کوئی بغیر سیڑھی کے آسمان پر چڑھنے کا دعویٰ کرے؛ اس کے بعد ضروری ہے کہ اس کو ان علوم کی مزاولت اور ادلہ میں تأمل کی وجہ سے ایسا ملکہ پیدا ہوجائے جس سے وہ استنباطِ احکام ادلہ سے کرسکے، اوراس ملکہ کے بعد بھی ضروری ہے کہ وہ قواعد وضع کرے جن پر اپنے استنباطات اور تفریعات کی بنیاد رکھے: جیسے امام شافعیؒ اور بقیہ ائمہ کے قواعد ہیں، اور یہی قواعد ہیں جنھوں نے لوگوں کو حقیقت اجتہاد کے مرتبہ پر پہنچنے سے عاجز کر رکھا ہے؛ اس لیے کہ اجتہاد کے لیے تنہا مذکورہ بالا علوم کا جاننا کافی نہیں ہے، بلکہ ملکۂ مذکورہ کا پیدا ہونا اور قواعد کا وضع کرنا بھی ضروری ہے؛ لہذا جو ان علوم میں سے کسی سے ناواقف ہو یا ان سب کو حاصل تو کرلیا؛ مگر یہ ملکہ پیدا نہ ہوا، یا اگر ملکہ بھی پیدا ہوگیا مگر اس نے قواعد وضع نہیں کیے اور اجتہاد کا دعویٰ کیا، تو اس نے غلطی کی۔اھ

انہی تفصیلات کی وجہ سے علماء میں یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ: اس وقت اجتہاد کی گنجائش ہے کہ نہیں؟

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اس سلسلہ میں **"النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر"** میں چند اقوال نقل کیے ہیں:

(۱) ائمہ اربعہ پر اجتہاد ختم ہو گیا، اب کوئی مجتہد پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ ابن الصلاح کا قول ہے۔ (۲) تیسری صدی کے بعد اجتہاد موقوف ہو گیا۔

(۳) بعض اصولیین سے یہ نقل کیا ہے کہ: امام شافعیؒ کے بعد کوئی مجتہد مطلق پیدا نہیں ہوا۔

(۴) علامہ ابوالبرکات نسفیؒ المتوفی ۱۰ے۷ھ (صاحب کنزالدقائق) کے زمانہ میں ختم ہو گیا۔ میزان الشعرانی میں علامہ سیوطیؒ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ:

اجتہاد مطلق کی دو قسم ہے: ایک: مجتہد مطلق غیر منتسب؛ جیسے ائمۂ اربعہ، دوسری قسم: مجتہد منتسب جیسے ان کے اکابر تلامذہ؛ پہلی قسم مجتہد مطلق غیر منتسب ہونے کا دعویٰ ائمۂ اربعہ کے بعد کوئی نہیں کر سکتا، محمد بن جریر طبریؒ نے ایسا دعویٰ کیا؛ مگر انھیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی، البتہ مجتہد مطلق منتسب پیدا ہو سکتے ہیں۔ اھ

علامہ سیوطیؒ نے مع اپنی جلالت قدر کے جب اجتہاد کا دعویٰ کیا، تو منادی فرماتے ہیں کہ: ان کے اس دعویٰ کے خلاف علمائے عصر میں قیامت برپا ہو گئی، اور مناظرہ کے لیے چیلینج کیا تو اس سے انھوں نے انکار کر دیا۔ علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں: جب علامہ سیوطیؒ نے اجتہاد کا دعویٰ کیا تو سب نے ان پر فوراً حملہ کیا، اور ان کو ایسے مسائل کی ایک فہرست دی جو ذو وجہین تھے، اگر ان کو اجتہاد کا ادنیٰ درجہ بھی حاصل ہے تو وہ اس میں سے جو راجح ہو اس کے دلائل مجتہدین کے قواعد کی روشنی میں پیش کرے، تو انھوں نے سوال کا پرچہ بغیر جواب کے واپس کر دیا، اور یہ عذر کیا کہ مجھے مشغولی کی وجہ سے فرصت نہیں۔ اس کے بعد ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ:

''اس منصب کے مشکلات پر غور کرو کہ یہ تو اجتہاد کے ادنیٰ درجہ کا حال تھا اس سے واضح

ہو چکا ہے کہ جو شخص اس ادنیٰ درجہ کے اجتہاد کا دعویٰ کرے؛ چہ جائیکہ اجتہاد مطلق، تو ایسا شخص اپنے بارے میں حیرت میں ہے اور فساد فکر میں مبتلا ہے، اور ایسا شخص اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے، اور جس نے اجتہاد مطلق کے مرتبہ کو سمجھ لیا ہے وہ اس زمانہ میں اجتہاد مطلق کی نسبت کسی کی طرف کرنے سے شرمائے گا۔اھ

اور امام رافعیؒ سے منقول ہے کہ: ''علماء کا تقریباً اجماع ہے اس بات پر کہ آج کوئی مجتہد نہیں''اھ۔آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

''باقی یہ بات کہ: مجتہد مطلق مستقل ائمۂ اربعہ کے بعد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ تو علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ: ہاں! امکان ضرور ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اور اس کے نہ ہوسکنے پر کوئی دلیل نہیں''۔ اور مولانا عبدالحی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ''جو یہ دعویٰ کرے کہ: ائمۂ اربعہ کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہوسکتا تو یہ غلط ہے؛ البتہ اگر یہ کہے کہ: ائمۂ اربعہ کے بعد کوئی ایسا مجتہد نہیں ہوا جس کے دعوائے اجتہاد کو جمہور نے مانا ہو تو یہ مسلّم ہے''۔اھ (شریعت وطریقت کا تلازم)

والحاصل: أن من ادعیٰ بأنه قدانقطعت مرتبة الاجتهاد المطلق المستقل بالأئمة الأربعة انقطاعاًلایمكن عوده، فقد غلط و خبط؛ فإن الاجتهاد رحمة من الله سبحانه، ورحمة الله لايقتصر علىٰ زمان دون زمان، ولاعلىٰ بشردون بشر؛ ومن ادعیٰ انقطاعها فی نفس الأمر مع إمكان وجودها في كل مكان، فإن أراد أنه لم يوجد بعدالأربعة مجتهد اتفق الجمهورعلیٰ اجتهاد وسلموا استقلاله كاتفاقهم على اجتهادهم، فهومسلَّم؛ وإلافقد وجد بعدهم أيضاًأرباب الاجتهاد المستقل؛ كأبي ثورالبغدادي، وداؤدالظاهري،

ومحمد ابن إسماعيل البخاري وغيرهم اه.(النافع الكبير ص/٦ـ مجوعۂ رسائل ۱۹/۳)

تقلید

کیا تقلید ضروری ہے؟ ابھی آپ نے امام رافعیؒ کا مقولہ پڑھ لیا ہے کہ: علماء کا تقریباً اجماع ہے کہ آج کوئی مجتہد موجود نہیں ہے، اور آئندہ بھی امکان کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کے نزول تک بہ ظاہر مشکل ہے، تو اب متبع شریعت کے لیے کونسا راستہ ہے؟ کس طرح وہ شریعت کے تقاضے کو معلوم کرے اور اس پر عمل کر کے اللہ کی رضامندی حاصل کرے؟ تو اس کا جواب یہی ہوسکتا ہے جو علامہ بغویؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ: **ويجب على من لم يجمع هذه الشرائط أن يقلده فيما يعن له من الحوادث.** ہر اس شخص پر جو ان شرطوں کا جامع نہیں، تقلید کرنی جامع کی واجب ہے ان حادثوں میں کہ اس کو پیش آوے۔

تقلید کی تعریف اور اس کا حکم

’’دستور العلماء‘‘ (۱/۱/۳۴۱) میں تقلید کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ سے کی گئی ہے:

إتباع الإنسان غيره فيما يقول بقول أوفعل، معتقدا للحقية فيه من غير نظروتأمل فی الدليل اه . یعنی: کسی دوسرے کے قول یا فعل کو حق سمجھتے ہوئے اس کی اتباع کرنا، دلیل کا مطالبہ کیے بغیر۔

سیدی ومولائی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم تقلید ہی کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:

''جب اجتہاد کا دروازہ بند ہوگیا، اور مذاہب، ائمۂ اربعہ کے مذاہب میں منحصر ہوگئے، تو ان کی تقلید ضروری ہوگئی؛ جو لوگ تقلید کو شرک کہتے ہیں وہ لوگ تقلید کی حقیقت سے واقف نہیں، تقلید نعوذ باللہ خدانہ خواستہ نبی اکرم ﷺ کے مقابلہ میں کوئی جداگانہ چیز نہیں ہے؛ بلکہ ائمۂ مجتہدین نے قرآن کریم اور احادیث نبویہ اور آثار صحابہ سے جو مسائل استنباط کیے، ان کو تسلیم کر لینا ہی تقلید ہے؛ کیوں کہ تقلید کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ: فروعی مسائل فقہیہ میں غیر مجتہد کا مجتہد کے قول کو تسلیم کر لینا اور اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرنا، اس اعتقاد پر کہ اس مجتہد کے پاس دلیل ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضرت جابرؓ سے ایک روایت ہے کہ: انھوں نے فرمایا کہ: ہم لوگ ایک سفر میں نکلے، ہمارے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو پتھر آکر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہوگیا، اور اس کے بعد ان کو غسل کی ضرورت پیش آگئی، انھوں نے اپنے رفقاء (دیگر صحابہؓ) سے پوچھا کہ: کیا میرے لیے شرعاً تیمّم کی اجازت ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ: تیمّم کی اجازت نہیں؛ کیوں کہ پانی موجود ہے، اس پر انھوں نے غسل کر لیا جس سے ان کی موت واقع ہوگئی، واپسی میں حضور اقدس ﷺ کو خبر دی گئی تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: قتلوہٗ قتلھم اللہ یعنی: انھی لوگوں نے اس کو مارا خدا ان کو موت دے، جب ان کو مسئلہ معلوم نہ تھا تو انھوں نے کسی (عالم) سے کیوں نہ پوچھا؛ کیوں کہ عاجز کی شفاء سوال میں ہے۔ ان حضرات نے ﴿فلم تجدوا ماءً﴾ کے ظاہری لفظ کے عموم کو دیکھتے ہوئے اس پر فتویٰ دے دیا؛ حالاں کہ اجتہاد اور فتویٰ کے لیے بڑی شرائط تھیں جو پہلے گزری؛ اسی واسطے علامہ ابن تیمیہؒ نے فتاویٰ (۲۰۳/۲۰) میں فرمایا ہے کہ: ''جمہور امت کا مذہب یہ ہے کہ: اجتہاد بھی جائز ہے

اور تقلید بھی جائز ہے، اجتہاد اس کے لیے جو اس پر قادر ہو اور تقلید اس کے لیے جو اجتہاد سے عاجز ہو"۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ: "کسی شخص کے لیے کسی معین امام کے مذہب کا اتباع اس وقت جائز ہے، جب کہ وہ اس مذہب کے علاوہ دوسرے ذریعہ سے شریعت کا امر حاصل نہ کرسکتا ہو؛ لیکن اگر دوسرے ذریعہ سے معرفت شریعت ممکن ہو تو اس متعین مذہب کا اتباع اس پر واجب نہیں ہے"۔

علامہ ابوالولید باجی مالکیؒ شارح مؤطا اپنی کتاب "الحدود فی الاصول" (ص/٦٤) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"تقلید یہ ہے کہ جس کی تقلید کی جائے اس کے قول کو بلا دلیل مان لے، چاہے اس کو دلیل بھی معلوم ہو جائے، یہ اس شخص کے حق میں فرض ہے جو اجتہاد کی صلاحیت نہ رکھتا ہو"۔اھ

حضرت اقدس گنگوہیؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں جس کو "جواہر الفقہ" (۱/۱۴۴) پر تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"نفس تقلید اعنی تقلید مطلق تو فرض لقوله تعالىٰ ﴿فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ﴾ الخ اور حديث إنما شفاء العي السوال. اور خود بدیہی بھی کہ دین بدون سیکھے نہیں آتا، عقل وحس کو اس میں دخل ہی نہیں؛ پس مطلق تقلید تو فرض ہے، اور اس کے دو فرد ہو ویں گے: تقلید شخصی اور تقلید غیر شخصی؛ کیوں کہ دونوں حصے ایک جنس کے ہیں، پس تقلید بہر دو قسم فرض ہے کوئی مباح نہیں؛ مگر چوں کہ امتثال امر تقلید میں تخییر ہے کہ جس فرد کو چاہو ادا کر دو

دوسرے کی ضرورت نہیں، اور جو دونوں نہ کروگے تو عاصی ہوں گے، اس تخییر کو مباح کہہ دیا گیا ہے مجازاً، نہ کہ تقلید شخصی بذاتہٖ مباح ہے؛ اس کی ایسی مثال ہے کہ: کفارہ میں حلف کے مثلاً نفس کفارہ فرض ہے، اور اطعام اور کسوہ اور رقبہ میں تخییر، جس کو ادا کر دیا مطلق کفارہ سے برأت ہوگئی، اور جو کسی کو نہ کیا عاصی رہا‘‘۔اھ

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

الغرض نصوص متواترہ سے یہ امر تو بالکل محقق ہوگیا کہ: جو مسئلہ معلوم نہ ہو اس میں علماء کی تقلید کرنی چاہیے؛ اس لیے مطلق تقلید کو تمام محققین اہل حدیث بھی واجب تسلیم کرتے ہیں، اکثر اہل حدیث مطلق تقلید کی فرضیت کے قائل بھی ہیں، اب خلاف تقلید شخصی میں رہا یعنی: کسی امام معین کی تقلید ہر مسئلہ اور ہر حکم میں کرنا یہ علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک واجب ہے۔اھ (جواہر الفقہ ۱/۱۲۵)

آگے تحریر فرماتے ہیں: ’’الغرض! دونوں قسم کی تقلید زمانۂ صحابہ اور تابعین میں ہوتی رہی؛ لیکن جب دوسری صدی کے آخر میں دیکھا گیا کہ مذاہب مجتہدین کے بہ کثرت پیدا ہو گئے؛ بہت کم احکام ایسے باقی رہے جس کی حرمت وجواز میں یا کراہت واستحباب وغیرہ میں خلاف نہ ہو، ادھر ابنائے زمانہ میں ہویٰ ہوس کا غلبہ دیکھا گیا، وہ رخصتوں کو تلاش کرنے لگے، جس امام مجتہد کا جو مسئلہ اپنی خواہش کے موافق ملا اس کو اختیار کرلیا اور باقی کو پس پشت ڈالا، یہاں تک کہ اندیشہ ہوگیا کہ یہ دین متین ایک خواہشات کا مجموعہ بن جائے، اور بجائے اس کے کہ مسلمان اپنے دین کا اتباع کریں، اب یہ دین کو اپنی خواہش کے تابع بنالیں گے؛ اس لیے اس زمانہ کے زیرک اور دور اندیش علماء نے اس ضرورت

کو محسوس کیا کہ اب تقلید غیر شخصی میں اتنے بڑے بڑے مفاسد پیدا ہو گئے، اور آئندہ ان سے بڑے مفاسد کا اندیشہ ہے؛ اس لیے اس وقت مصلحت شرعی کا تقاضا یہ ہے کہ: تقلید غیر شخصی سے لوگوں کو روکا جائے اور سب کو تقلید شخصی پر جمع کر دیا جائے، اس پر اجماع منعقد ہو گیا؛ چناں چہ محدث الہند شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ اپنے رسالہ ''الانصاف'' (ص/۵۹) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''وبعد المأتين ظهر التمذهب بالمجتهدين بأعيانهم وكان هذا هو الواجب في ذلك الزمان''. دوسری صدی کے بعد لوگوں میں خاص خاص ائمہ کے مذہب کی پابندی یعنی: تقلید شخصی شروع ہوئی اور اس زمانہ میں یہی واجب تھی۔

چوں کہ مطلق تقلید کے دو فردمیں سے تقلید غیر شخصی مضر ثابت ہوئی؛ اس لیے اب فرض تقلید کا ادا کرنا صرف تقلید شخصی میں منحصر ہو گیا، اور بوجہ ذریعہ ادائے فرض بہ ثبوت ظنی ہونے کے واجب ہو گئی۔'' اھ (جواہر الفقہ ص/۱۲۷)

نیز تقلید شخصی میں بھی اب صرف ائمۂ اربعہ میں سے کسی نہ کسی ایک کی ہی تقلید لازم ہے؛ جیسے علامہ ابن حجر مکیؒ ''فتح المبین شرح الاربعین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

أما في زماننا فقال أئمتنا: لايجوز تقليد غير الأئمة الأربعة: الشافعيؒ، ومالكؒ، وأبي حنيفةؒ، واحمد بن حنبلؒ.

اورہمارے زمانہ میں تو ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ: ائمہ اربعہ- امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ- کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں۔

ملا جیونؒ نے ''تفسیر احمدی'' میں لکھا ہے کہ:

والإنصاف أن انحصار المذاهب فی الأربع فضل إلٰہی، وقبولیة من عند الله تعالیٰ؛ لامجال فیها للتوجیهات والأدلة.

انصاف یہ ہے کہ مذاہب کا چار میں انحصار محض فضل اور قبولیت من عند اللہ ہے، اس میں دلائل اور توجیہات کی کوئی گنجائش نہیں۔اھ (جواہر الفقہ ۱/۱۳۲ مکتبہ سیرۃ النبی دیوبند)

ترک تقلید کے مفاسد

الغرض! جو شخص ائمۂ اربعہ کی تقلید سے اس زمانہ میں منہ موڑتا ہے، وہ خواہشات نفسانی کی اتباع کرتا ہے اور بالآخر ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانویؒ "**الإقتصاد في بحث التقليد والاجتهاد**" (ص/۱۷) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اگر تقلید شخصی نہ کی جاوے تو تین صورتیں پیش آویں گی: ایک یہ کہ بعضے اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کریں گے، اور احادیث جواز اجتہاد کو پیش کر کے کہیں گے کہ: اس میں اجتہاد کو کسی خاص جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا، ہم بھی لکھے پڑھے ہیں یا یہ کہ قرآن و مشکوۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے، یا کسی عالم سے سنا ہے اور اس کو سمجھ گئے ہیں، پھر ہمارا اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو؟ جب اجتہاد عام ہوگا تو احکام میں جس قدر تصریف وتصرف پیش آوے تعجب نہیں۔

مثلاً: ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے جس طرح مجتہدین سابقین نے قوت اجتہادیہ سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے، اور سمجھنا معتبر اور مقبول ہوا، اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا ہوں کہ وہ معلل ہے، اور علت اس کی یہ ہے کہ: عرب کے اکثر لوگ اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے، اور ان کے ہاتھ پاؤں اکثر چھینٹ میں آلودہ ہو جاتے تھے اور وہی ہاتھ

منہ کو لگ جاتے تھے؛ اس لیے ان کو حکم وضو کا ہوا تھا کہ یہ سب اعضاء پاک وصاف ہو جائے، اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ: وضو میں وہی اعضاء دھوئے جاتے ہیں جو اکثر اوقات کھلے رہتے ہیں، اور ہم چوں کہ روزانہ غسل کرتے ہیں، محفوظ مکانوں میں آرام سے بیٹھتے ہیں، ہمارا بدن خود پاک وصاف رہتا ہے؛ اس لیے ہم پر وضو واجب نہیں، بلا وضو نماز پڑھنا جائز ہے؛ حالاں کہ یہ سمجھ لینا کہ کون حکم معلل ہے علت کے ساتھ، کون حکم تعبدی یعنی: غیر معلل ہے؟ یہ حصہ خاص ائمۂ مقبولین ہی کا ہو چکا ہے، اس وقت ان کے خلاف کسی کا دخل دینا محض باطل ہے، یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ: نکاح میں شہود یا اعلان وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معلل ہے، اس علت کے ساتھ کہ اگر زوجین میں اختلاف خصومت ہو تو تحقیق حال میں سہولت ہو، پس جہاں اس کا احتمال نہ ہو وہاں بلا شہود نکاح جائز ہے، و نیز ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام منسوخہ بالا جماع کے غیر منسوخ ہونے کا دعویٰ کرے: مثلاً: متعہ کو جائز کہنے لگے؛ چناں چہ ان تینوں مثالوں کا وقوع سنا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ان اقوال میں کس درجہ تحریف احکام اور مخالفت اجماع امت مرحومہ ہے"۔

آگے دوسری صورت تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھ کر نہ خود اجتہاد کریں گے نہ کسی کے اجتہاد پر عمل کریں گے، صرف ظاہری حدیث پر عمل کریں گے، تو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ میں مسکوت عنہ ہیں، ان میں اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لیے عمل نہیں کر سکتے کہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اور صراحۃً وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں، پس بجز اس کے کہ کچھ بھی نہ

کریں اور ترک عمل کر کے تعطل و بطالت کو اختیار کریں اور کیا ہو سکتا ہے! دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض احادیث کے ظاہری معنیٰ پر یقیناً اور اجماعاً عمل جائز نہیں؛ اسی لیے اس میں قوت اجتہادیہ سے تاویل کی جاتی ہے، پس اگر ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا جاوے گا تو مخالفت اجماع کی لازم آئے گی۔

تیسری صورت یہ کہ: نہ خود اجتہاد کریں نہ ہر جگہ ظاہری حدیث پر عمل کریں؛ بلکہ مسائل مشکلہ میں ائمہ کی بلا تعیین تقلید کریں، کبھی ایک مجتہد کے فتویٰ پر عمل کر لیا کبھی دوسرے کو لے لیا، تو یہ شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہے گا، خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کرے گا"۔اھ (بحذف یسیر)

"مکتوبات شیخ الاسلام" میں حضرت اقدس شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ ترک تقلید کے مفاسد بتلاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

"فی زماننا جب کہ اہل علم و جامعین شروط اجتہاد معدوم ہیں، جیسا کہ چوتھی صدی کے بعد سے آج تک احوال و وقائع بتلا رہے ہیں، تمام مسلمانوں پر تقلید واجب ہے، اور تارک تقلید نہایت خطرہ اور گمراہی میں مبتلا ہے، اس سے ایسی آزادی کا دروازہ کھلتا ہے جو دین و مذہب سے بھی بیگانہ بنا دیتا ہے، اور فسق و فجور میں مبتلا کر دینا تو اس کا معمولی اثر ہے"۔ (۲/۴۱۵)

آگے مولانا محمد حسین بٹالوی (مشہور غیر مقلد) کے رسالہ "اشاعت السنۃ" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

"پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے عملی

کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید مطلق کے تارک بن جاتے ہیں، وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں، ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لا مذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے، اور احکام شریعت سے فسق وخروج تو آزادی کا ادنیٰ نتیجہ ہے؛ ان فاسقوں میں بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت، نماز، روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود شراب سے پرہیز نہیں کرتے، اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی سے فسق ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسق مخفی میں سرگرم رہتے ہیں، ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، ناجائز حیلوں سے لوگوں کے مال وحقوق کو دبا رکھتے ہیں، کفر وارتداد وفسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بہ کثرت موجود ہیں؛ مگر دین داروں کے بے دین ہو جانے کے لیے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے''۔ اھ (مختصراً۔ ۲/ ۴۱۷)

متون معتبرہ اور ان کے مصنفین

پہلے یہ ذکر آچکا ہے کہ: متون، شروح اور فتاویٰ میں متون کو اولیت حاصل ہے، متون میں سے چار کتابیں متون معتبرہ شمار کی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) وقایہ (۲) کنز الدقائق (۳) مختصر القدوری (۴) مجمع البحرین؛ بعضوں نے چوتھا متن ''مختار'' شمار کیا ہے۔ ''رسم المفتی'' کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

إعلم! أن أشهر المتون ذكراًوأ قواهاأعتمادا: الوقاية، والكنز، و مختصرالقد وری؛ وهى المراد بقولهم المتون الثلاثة، وإذاطلقوا المتون الأربعة أردوا هذه

الثلاثة والمختار أو المجمع اه.(ص/٨٤ـ١٥٤ زكريا)

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے سات کتابوں کو شمار کیا ہے، فرماتے ہیں:

إن المراد بالمتون المتون المعتبرة: كالهداية، ومختصر القدوری، والمختار، والنقاية، والوقاية، والكنز، والملتقیٰ اه.

متن کی تعریف: متون جمع ہے متن کی، اور متن لغت میں مضبوط، قوی اور صلب کے معنیٰ میں آتا ہے؛ چوں کہ متون کے مسائل بھی مضبوط قوی اور معمول بہا ہوتے ہیں اس نسبت سے ان کو متن سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ نیز ان کے مصنفین نے نقل مذاہب میں خصوصیت کے ساتھ ظاہر مذہب، معمول بہا اور قوی مسائل کو ذکر کرنے کا التزام کیا ہے۔

نیز متقدمین اور متأخرین کے عرف میں متون کی مراد میں تھوڑا سا فرق ہے: متأخرین کے یہاں تو متون سے یہی کتابیں مراد ہوتی ہیں؛ مگر متقدمین کے یہاں جو ان مصنفوں سے پہلے گزرے ہیں: طحاوی، کرخی، جصاص اور خصاف اور حاکم وغیرہ کی تصانیف مراد لیتے ہیں۔ کما فی هامش رسم المفتی ص/ ٨٤

(۱) وقایہ: اس کے مصنف امام تاج الشریعۃ محمود بن صدر الشریعۃ احمد بن عبید اللہ جمال الدین عبادی المحمودی ہیں، ان کا سلسلہ نسب حضرت عبادۃ بن الصامتؓ الانصاری الخزرجی تک پہونچتا ہے؛ اسی وجہ سے عبادی کے ساتھ نسبت کی جاتی ہے، اور اجداد کی طرف نسبت کرتے ہوئے ''محبوبی'' بھی کہا جاتا ہے۔

انھوں نے اپنے والد ماجد احمد بن عبید اللہ – جو صدر الشریعۃ الاکبر کے نام سے مشہور تھے – سے علم حاصل کیا، انھوں نے اپنے پوتے کے لیے – جن کا نام صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود بن محمود ہے – کتاب لکھی، جو "وقاية الرواية فی مسائل الهداية" کے نام

سے مشہور ہوئی، اور متون معتبرہ میں اپنا مخصوص مقام حاصل کیا۔

منها الوقاية، انتخبها من الهداية؛ صنفها لأجل حفظ ابن ابنه صدر الشريعة عبيدالله بن مسعود بن محمود اه.(فوائد ص۱۶۵۔ مفتاح السعادة ص۲۰۷/۲ مصر)

یہ آٹھویں صدی کے علماء میں سے تھے، اور کرمان میں ان کا مزار ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے عمدۃ الرعایۃ کے مقدمۃ میں ماتن اور شارح کا مفصل احوال لکھے ہیں۔

(۲) کنز الدقائق: (اس) کے مصنف حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی ہیں، نسف کے باشندے تھے اس لیے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے نسفی کہلائے، جو ماوراء النہر کے علاقہ میں ''اسفد'' نامی ضلع کا ایک گاؤں ہے۔ ''فوائد بہیہ'' میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ:

كان إماماً كاملاً،عديم النظير في زمانه، رأساً فى الفقه والاصول، بارعاً فى الحديث ومعانيه اه. (ص۸۷۔مفتاح السعادة ص۱۰۲/۱)

صاحب ہدایہ کے شاگرد علامہ شمس الدین کردریؒ سے اور حمید الدین ضریر اور بدرالدین خواہرزادہ وغیرہ اپنے وقت کے شمس وقمر سے فقہ حاصل کیا، آپ فقہ اور احادیث بلکہ تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب تمیز میں شمار کیا ہے، آپ کثیر التصانیف بزرگوں میں سے ہیں، اور ہر تصنیف اپنا ایک مخصوص مقام رکھتی ہے؛ تفسیر میں ''مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' بھی انھیں کی کتاب ہے، غالباً علماء احناف کی واحد تفسیر ہے جو درس نظامی میں پڑھائی جاتی ہے، ''کشف الظنون'' میں اس کتاب کا تعارف حسب ذیل الفاظ سے کیا گیا ہے:

هو كتاب وسط في التاويلات، جامع لوجوه الأعراب والقراءات، متضمن لدقائق علم البديع والاشارات، موشح بأقاويل أهل السنة والجماعة، خالياً عن أباطيل أهل البدع والضلالة؛ ليس بالطويل الممل ولا بالقصير المخل اه. (٤٠٩/٢)

علامہ اتقانیؒ فرماتے ہیں کہ: علامہ نسفی نے جب ہدایہ کی شرح لکھنے کا ارادہ کیا، تو تاج الشریعۃ صاحب وقایۃ الروایۃ نے فرمایا کہ: آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ اس کام میں مشغول ہوں، لہٰذا آپ نے ارادہ بدل دیا اور پھر ہدایہ جیسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا، چناں چہ ''الوافی'' لکھی، پھر خود ہی اس کی شرح ''الکافی'' کے نام سے لکھی؛ اس کے علاوہ فقہ میں ''کنز الدقائق'' اور اخسیکثی کی کتاب ''المنتخب الحسامی'' کی دو شرحیں لکھی، اور اسی طرح اصول فقہ میں ''منار'' اور اس کی بھی دو شرحیں لکھی؛ جس میں سے ایک کا نام ''کشف الاسرار'' ہے۔

کنز الدقائق میں احناف کی ظاہر الروایۃ اور معمول بہا مسائل کو نہایت ہی اختصار کے ساتھ جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، لوگوں نے اس کتاب کو بہت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھا، اور متعدد ان کے حواشی اور شروح لکھی گئیں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں: البحر الرائق، تبیین الحقائق، رمز الحقائق، النہر الفائق، حاشیۂ کنز مولانا محمد احسن صدیقی، دوسرا حاشیہ شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب، احسن المسائل ترجمہ اردو کنز الدقائق وغیر ذلک۔

آپ کی سن وفات میں دو قول نقل کیے جاتے ہیں: ۷۰۱ھ اور ۷۱۰ھ آخری قول کو اکثر

نے ترجیح دی ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: ودخل بغداد سنة عشر وسبع ومأة، ووفاته في هذه السنة اه. (ص/۸۷) یعنی: آپ ۷۱۰ھ میں بغداد آئے اور اسی سال وفات پائی۔ قاسم بن قطلو بغا کا مقولہ بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ: **إن موت النسفي بعدالعشر وسبع مأة انتهى**

خلاصۂ کلام یہ کہ آپ نے بغداد میں شب جمعہ ماہ ربیع الاول ۷۱۰ھ میں وفات پائی۔

(۳) مختصر القدوری: مصنف علیہ الرحمہ کا نام نامی ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان بغدادی القدوری ہے، ۳۶۲ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ۶۶ سال کی عمر میں ۵/رجب اتوار کے دن ۴۲۸ھ میں وفات پائی، اور پہلے تو درب ابی خلف میں دفن کیے گئے پھر بعد میں دوبارہ ابوبکر خوارزمی حنفی کے قریب شارع منصور میں دفن کیے گئے؛ قدوری کی نسبت کے سلسلہ میں دو باتیں ذکر کی جاتی ہیں: (۱) بغداد میں قدورہ نامی ایک گاؤں ہے، آپ وہاں کے باشندے تھے؛ اس لیے اس کی طرف نسبت وطنی کرتے ہوئے قدوری کہا گیا۔ (۲) یا ان کے یہاں ہانڈی بنانے اور فروخت کرنے کا کاروبار تھا، اور عربی میں ہانڈی کو قدر کہتے ہیں؛ اس لیے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے قدوری سے ملقب کیے گئے۔ علامہ سمعانیؒ آپ کے فضل وکمال کے متعلق رقم طراز ہیں کہ:

كان فقيها صدوقاً، انتهت إليه رياسة أصحاب أبي حنيفة بالعراق، وعز عندهم قدره وارتفع جاهه اه. (الفوائد ص/۱۸-۳۱ مطبع سعادة مصر)

یعنی: علامہ قدوری ماہر، فقیہ، ثقہ تھے، امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب کی ریاست عراق میں آپ ہی پر ختم ہوئی، اور آپ ان کے یہاں بہت ہی عزت اور قدرو جاہت رکھتے تھے۔

طبقات الفقہاء میں اصحاب ترجیح میں آپ کا شمار ہوتا ہے، اپنے زمانہ کے ماہر اور معتبر علماء میں شمار کیے جاتے ہیں، علامہ جرجانیؒ کے شاگرد اور خطیب بغدادی اور قاضی القضاۃ ابوعبداللہ دامغانی آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی متعدد تصانیف پائی جاتی ہے: امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں میں جو مسائل مختلف فیہ تھے ان کو اولاً بغیر دلائل اور پھر بعد میں دلائل کے ساتھ ''تقریب'' نامی کتاب میں جمع کیا، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان جو مسائل اختلافیہ تھے ان کو سات جلدوں میں ''تجرید'' کے نام سے تصنیف کیا۔

برکات وفضائل: ''کشف الظنون'' (۲/۱۶۳۱) پر لکھا ہے کہ:

وهو متن متين معتبر متداول بين الأئمة الأعيان وشهرته، تغني عن البيان قال صاحب مصباح الأنوار الأدعية: أن الحنفية يتبركون به في أيام الوباء، وهو كتاب مبارك، من حفظه يكون أمينا من الفقر؛ حتى قيل: أن من قرأه علىٰ أستاذ صالح، ودعا له عندختم الكتاب بالبركة؛ فإنه يكون مالكاً لدراهم على عدد مسائله، وفي بعض شروح المجمع: أنه مشتمل علىٰ اثنى عشر ألف مسئلة انتهىٰ.

یعنی: قدوری بہت ہی معتبر اور عمدہ متن ہے، جو ائمہ کے درمیان متداول ہے، اور اس کی شہرت تعریف کی محتاج نہیں ہے، ایام وباء میں آفات اور بلیات کو دور کرنے کے لیے تبرکاً اس کو ختم کیا جاتا ہے، اور جو شخص اس کو حفظ کر لیتا ہے تو اس کی برکت سے فقیری

اور تنگی سے مامون ہوجاتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: جوکوئی اس کتاب کو کسی صالح اور متقی استاذ سے پڑھتا ہے اور ختم کے وقت اس کے لیے دعا کی جائے، تو انشاء اللہ اس کے مسائل کی تعداد کے مطابق دراہم کا مالک ہوگا؛ اس کتاب میں تقریباً بارہ ہزار مسائل جمع کیے گئے ہیں۔

علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ: مصنفؒ نے قدوری کو تصنیف کرنے کے بعد اس کو اپنے ساتھ لے کر حج کے لیے تشریف لے گئے، اور کعبۃ اللہ کے پاس دعا کی کہ: ''یا اللہ! اگر اس میں مجھ سے بھول چوک یا غلطی ہوگئی ہو تو اس کو محو فرما''، اس کے بعد آپ نے کتاب کو ایک ایک ورق کر کے کھولنا شروع کیا تو پانچ یا چھ جگہ سے کچھ عبارتیں محو ہو چکی تھیں۔

السراج الوہاج، الجوہرۃ النیرۃ، خلاصۃ الدلائل، اللباب؛ اس کی شروحات ہیں۔

مختصر القدوری کا دوسرا نام ''الکتاب'' بھی ہے۔

(٤) مجمع البحرین: اس کے مصنف مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب ساعاتی بعلبکی متوفی ۶۹۴ھ ہیں، آپ صاحب کنز کے شاگرد ہیں، بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما ہوئی، صاحب فتاویٰ ظہیریہ کے شاگرد تاج الدین علی سے تکمیل کی، ان کے اساتذہ بھی ان کی مدح خوانی میں بہت اونچے الفاظ کہتے تھے۔

''کشف الظنون'' میں لکھا ہے کہ:

جمع فيه مسائل القدوری المنظومة مع زيادات، ورتبه فأحسن ترتيبه، وأبدع في اختصاره، ويذكر في آخر كل كتاب منه ماشذ عنه من المسائل المتعلقة بذلك الكتاب اه. (ص/۳۸۳)

آگے فراغت تصنیف کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

فرغ من تالیفه في ثامن رجب سنة تسعين وست مأة، وهو كتاب حفظه سهل لنهاية إيجازه، وحله صعب لغاية إعجازه بحرمسائله اه. (۳۸۳/۲)

(۵) مختار: اس کے مصنف ابوالفضل مجد الدین عبداللہ بن مودود موصلی ہیں، ۵۹۹ھ میں موصل میں پیدا ہوئے؛ اولاً اپنے والد ماجد سے پھر دمشق جاکر جمال الدین حصیری سے تکمیل کی، اور فراغت کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے، اور پھر معزول ہوکر بغداد چلے گئے جہاں امام ابوحنیفہؒ کے مزار میں مقیم ہوکر درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا، اور بہ ماہ محرم ۶۸۳ھ میں وفات پائی۔

انھوں نے عالم شباب میں اس کتاب کو تصنیف کیا، اور اہتمام یہ کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ہی جمع کیا جائے، اور اسی وجہ سے یہ کتاب مقبول ہوگئی اور لوگوں نے اس کی نقلیں بہ کثرت کرلی؛ خود انھوں نے ہی لوگوں کے اصرار پر ''مختار'' کی شرح بھی ''اختیار'' کے نام سے لکھی، اور اس میں بڑی خوبی سے تمام مسائل کی علتوں کو بسط کے ساتھ بیان کیا، اور بہت سے فروعی مسائل اس میں حسب موقع لکھ دیے جن کی اکثر لوگوں کو احتیاج ہوتی ہے۔ اھ (مفید المفتی)

(۶) النقایة: یہ بھی ایک مشہور و معتبر متن ہے، جس کو صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود نے - جن کا انتقال ۷۴۵ھ میں ہوا - ''وقایۃ الروایۃ'' کو مختصر اور ملخص کرکے لکھا۔

''کشف الظنون'' میں لکھا ہے کہ:

النقاية مختصر الوقاية، للشيخ الإمام صدرالشريعة عبيدالله بن مسعود الحنفي؛ المتوفى خمس وأربعين وسبع مأة، وقد أجاد وبالغ في إيجازها اه.

(٦١٠/٢)
اوراس کی قدر و قیمت ہی کی وجہ سے اس کی شروحات بھی کثرت سے لکھی گئی، ملا علی قاریؒ نے بھی اس کی شرح "فتح باب العناية لشرح كتاب النقاية" کے نام سے لکھی ہے۔

(۷) ملتقی الابحر: یہ بھی فقہ حنفی کا مشہور و معتبر متن ہے، اس کے مصنف شیخ ابراہیم بن محمد حلبیؒ ہیں، اس کتاب میں مختصر قدوری، مختار اور کنز اور وقایہ کے مسائل کو بہت ہی سہل اور صاف عبارت میں جمع کیا ہے، اور ارجح اقوال کو مقدم رکھنے کا اہتمام کیا ہے، اور کوشش کی گئی ہے کہ متون اربعہ کا کوئی مسئلہ چھوٹنے نہ پاوے۔ ۹۲۳ھ میں مصنفؒ اس کی تصنیف سے فارغ ہوئے، اور ۹۵٦ھ میں مصنفؒ کی وفات ہوئی۔ آپ نے "منیۃ المصلی" کی دو شرحیں لکھی: ایک "کبیری" کے نام سے اور دوسری "صغیری" کے نام سے موسوم و معروف ہے، اس "ملتقی الابحر" کی متعدد شرحیں لکھی گئیں، تقریباً سترہ شرحوں کے نام کتابوں میں ملتے ہیں جس میں "مجمع الانہر" بھی اسی ملتقی الابحر کی شرح ہے۔

(۸) بدایۃ المبتدی: یہ بھی فقہ حنفی کا ایک بہت ہی مشہور و معتبر متن ہے، اس کے مصنف صاحب ہدایہ برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر فرغانی المرغینانیؒ ہیں، انھوں نے اپنے زمانہ کے لوگوں کو دیکھا کہ "الجامع الصغیر" کو بہت ہی اہتمام اور وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں، تب انھوں نے ارادہ کیا کہ "الجامع الصغیر" اور "مختصر القدوری" کو سامنے رکھ کر ایک کتاب تیار کی جائے؛ چناں چہ انھوں نے دونوں کو سامنے رکھ کر اس

سے ایک متن تیار کیا، اور اس کی ترتیب تبرکاً الجامع الصغیر کے طرز پر رکھی، اور اس کا نام انھوں نے ''بدایۃ المبتدی'' رکھا۔

''کشف الظنون'' (۱/۱۸۷) میں لکھا ہے کہ:

إنه جمع بين مختصر القدوري والجامع الصغير، واختار ترتيب الجامع الصغير تبركاً اه.

انھوں نے ''بدایۃ المبتدی'' کے دیباچہ میں اس کی خود شرح کرنے کا وعدہ کیا تھا؛ چناں چہ انھوں نے حسب وعدہ ''کفایۃ المنتہی'' کے نام سے خوب تفصیل کے ساتھ شرح لکھنی شروع کی، اور اسّی جلدوں میں اس کو پورا فرمایا، فراغت کے بعد انھوں نے جب طوالت دیکھی اور خوف کیا کہ کہیں طوالت کی وجہ سے یہ کتاب متروک نہ ہو جائے؛ اس لیے ارادہ کیا کہ ''بدایۃ المبتدی'' کی دوسری شرح لکھنی چاہیے، جس میں ضروری باتیں سب ہوں اور طوالت بھی نہ ہو، اس خیال سے انھوں نے ''ہدایہ'' نامی دوسری شرح چار جلدوں میں لکھی، جس میں عقلی ونقلی دلائل کے ساتھ روایات مختلفہ میں ترجیح کو بھی واضح کیا، اور اختلافات ائمہ کو بھی بیان کیا۔

(۹) ھدایہ: صاحب ہدایہ نے ۵۷۳ھ میں ذیقعدہ کے مہینہ میں بدھ کے دن ظہر کے بعد اس کی تصنیف شروع کی، اور مسلسل تیرہ سال تک نہایت اخلاص اور خاموشی سے اس کی تصنیف فرماتے رہے؛ مشہور ہے کہ اس مدت تک روزانہ روزہ کے ساتھ رہے اور کسی کو بھی اس کی اطلاع نہ ہونے دی، کھانے کے وقت خادم کھانا رکھ کر چلا جاتا، اس کے چلے جانے کے بعد کسی فقیر یا محتاج کو آپ بلا کر وہ کھانا عنایت فرما دیتے اور خود اپنے کام میں مصروف رہتے، جب خادم واپس آتا تو برتن کو خالی پا کر یہ خیال کرتا کہ کھانے سے

فارغ ہو چکے ہیں؛ آج یہی اخلاص کی برکت ہے کہ: فقہ میں ہدایہ کا جو درجہ و فیض ہے کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

صاحب ہدایہؒ کے احوال: آپ کا نام نامی علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل ابن الخلیل الفرغانی المرغینانی، ابوالحسن کنیت اور لقب برہان الدین ہے؛ آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا ابوبکرالصدیقؓ تک پہونچتا ہے۔

۸/رجب ۵۱۱ھ بروز دوشنبہ عصر کے بعد آپ کی پیدائش ہوئی، اپنے زمانہ کے مشہور علماء سے علم حاصل کیا، اور ۵۴۴ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت مولانا عبدالحیؒ نے لکھا ہے کہ:

كان متعبداً، بارعاً فی العلوم، فقيهاً، اصولياً، ثقةً، ناسكاً، لقي مشائخ العظام، وتبرك بأنفاس الأئمة الكرامؒ.

صاحب الجواہر المضیہ نے آپ کے بلندئ مرتبہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: **أقرله أهل عصره بالفضل والتقدم اه. (ص/۳۸۳)**

''فوائد بہیہ'' میں لکھا ہے کہ:

كان إماماً، فقيهاً، حافظاً، محدثاً، مفسراً، جامعاً للعلوم، ضابطاً للفنون، متقناً، محققاً، نظاراً، مدققاً، زاهداً، ورعاً، بارعاً، فاضلاً، ماهراً، أصولياً، أديباً، شاعراً، لم ترالعيون مثله فی العلم والأدب، وله اليد الباسطة فی الخلاف، والباع الممتد فی المذهب اه. (ص/۱۱٦ـ ص/۱٤۱ مكتبۂ سعادت)

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کبھی تصنیف شروع کرتے یا درس شروع کرتے تو بدھ کے دن سے شروع کرتے، جیسا کہ صاحب ہدایہ کے شاگرد علامہ الزرنوجیؒ ''تعلیم

المتعلم ‘‘میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

إنه كان يقف بدأة السبق على يوم الأربعاء، وكان يروي في ذلك حديثا ويستدل به ويقول: قال رسول اللّٰها: مامن شئ بدئ يوم الأربعاء إلاوقدتم اه. (۲۸/۱۔ ۹۸/۱ مترجم)

یعنی: صاحب ہدایہ درس کو موقوف فرماتے تھے بدھ کے دن پر، اوراس سلسلہ میں دلیل کے لیے یہ حدیث سناتے تھے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس کام کی ابتداء بدھ کے دن کی جاتی ہے وہ پورا ہوتا ہے۔

وفات: آپ کی وفات کے سن میں دوقول ملتے ہیں: ۵۹۳ھ اور ۵۹۶ھ،۱۴/ذی الحجہ منگل کے دن سمرقند میں وفات ہوئی۔

وقد نقل في سمرقند تربت المحمديين، دفن نحوامن أربع مأة نفس، كل منهم يقال له محمد، صنف وأفتىٰ وأخذعنهم جم غفير، ولمامات صاحب الهداية منعوادفنه بها ودفن بقربها، كذافي رد المحتار.

یعنی: سمرقند میں ایک متبرک مقبرہ تھا، جس میں چار سوایسے نفوس متبرکہ مدفون تھے جن میں سے ہرایک کا نام محمد تھا، اور ہرایک صاحب تصنیف تھا اور صاحب تدریس تھا، اور ہزاروں لوگوں نے ان سے علمی استفادہ کیا تھا؛ چوں کہ صاحب ہدایہ کا نام محمد نہیں تھا اس لیے اس قبرستان میں دفن نہیں کیے گئے، اس کے قریب دوسری جگہ تدفین عمل میں آئی۔

آپ نے بدایۃ المبتدی، کفایۃ المنتہی، ہدایہ، تجنیس، مزید، مناسک حج، مختارات، منتقیٰ، نشرالمذہب وغیرہ کتابیں اور عمادالدین، نظام الدین، جلال الدین نامی صاحب علم

وفضل وکمال تین صاحبزادے اپنے بعد صدقۂ جاریہ کے طور پر چھوڑے۔ رحمہ اللّٰہ رحمةً واسعةً.

هذا اٰخرماأردنا، والحمدللّٰه تعالیٰ علیٰ نعمائه؛ واٰخردعوانا أن الحمدللّٰه رب العٰلمين، والصلوة والسلام علیٰ سيدالمرسلين، محمد وعلیٰ اٰله وأصحابه وعلماء أمته أجمعين، ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم، وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم.

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	اسمائے کتب	اسمائے مصنفین
۱	بخاری شریف	امام احمد بن اسماعیل بخاریؒ
۲	مشکوٰۃ شریف	ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیبؒ
۳	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ	ملا علی قاریؒ
۴	اوجز المسالک شرح مؤطا مالک	سیدی حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ
۵	تنویر الحوالک	علامہ جلال الدین سیوطیؒ
۶	احیاء العلوم	امام غزالیؒ
۷	الدر المختار	علامہ علاؤ الدین الحصکفیؒ
۸	البحر الرائق	علامہ ابن نجیم مصریؒ
۹	منحۃ الخالق ۔ ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ
۱۰	شرح عقود رسم المفتی	//
۱۱	الطحطاوی	السید احمد بن محمد الطحطاویؒ
۱۲	مراقی الفلاح	شیخ حسن بن عمار شرنبلالی
۱۳	خلاصۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد بخاری
۱۴	التحریر لابن ہمام	کمال الدین محمد بن عبدالواحد
۱۵	مقدمۂ عمدۃ الرعایۃ	حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ

۱۶	الفوائد البهية	حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ
۱۷	النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر	//
۱۸	اخبار الاخیار	مولانا الشیخ عبد الحق محدث دہلویؒ
۱۹	اکمال فی اسماء الرجال	ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیبؒ
۲۰	میزان الاعتدال	علامہ شعرانیؒ
۲۱	الجواہر المضیئۃ	محی الدین ابی محمد عبد القادر المصری
۲۲	مفید المفتی	مولانا عبد الاول جونپوریؒ
۲۳	مفتاح السعادۃ	علامہ احمد بن مصطفیٰ
۲۴	اعلام الموقعین	علامہ ابن قیم
۲۵	مکتوبات امام ربانی	مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ
۲۶	دستور العلماء	علامہ عبد النبی احمد نگریؒ
۲۷	شریعت وطریقت کا تلازم	سیدی ومرشدی شیخ الحدیث صاحبؒ
۲۸	جواہر الفقہ	حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ
۲۹	مکتوبات شیخ الاسلام	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
۳۰	تعلیم المتعلم	علامہ الزرنوجیؒ
۳۱	قواعد الفقہ	مفتی عمیم الاحسان مجددی
۳۲	فیوض الحرمین	الشاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

۳۳	الانصاف،عقدالجید	الشاہ ولی اللہ محدث الدہلویؒ
۳۴	کشف الظنون	ملا کاتب چلپی
۳۵	الاقتصاد فی بحث التقلید والاجتہاد	مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۳۶	الحدود فی الاصول	ابوالیدالباجی المالکیؒ
۳۷	المغنی	علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ
۳۸	تبع تابعین	مولانا مجیب اللہ ندویؒ

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين
والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله
واصحابهٖ اجمعين الى يوم الدين

تم الجزء الخامس بحمد الله سبحانه وتعالى
و به تتم الفتاوى الدينية

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم
وتب علينا انك انت التواب الرحيم